نوید امن وامان

آیۃ اللہ صافی گلپائیگانی

ترجمہ: سید منظر صادق زیدی و سید کمیل اصغر زیدی

مجمع جہانی اہل بیت علیہم السلام

فہرست مطالب

حرف اوّل

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے تو کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیض یاب ہوتی ہے حتیٰ ننھے ننھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے ہیں غنچے اور کلیاں رنگ و نکھار پیدا کر لیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ وراہ اجالوں سے پر نور ہو جاتے ہیں ۔چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا ،دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت وقابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا ۔اسلام کے مبلغ ومؤسس سرو رکائناتؐغار حرا سے مشعل حق لیکر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی ایک دنیا کو چشمۂ حق و حقیقت سے سیراب کر دیا, آپ کے تمام الٰہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل, فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقاء بشریت کی ضرورت تھا ۔

اس لئے تیئیس برس کے مختصر سے عرصے میں ہی اسلام کی عالم تاب شعاعیں ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمران ایران وروم کی قدیم تہذیبیں اسلامی اقدار کے سامنے ماند پڑ گئیں, وہ تہذیبی اصنام صرف جو دیکھنے میں ا چھے لگتے ہیں اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ ولولہ اور شعور نہ رکھتے ہوں تو مذاہب عقل وآگاہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھو دیتے ہیں یہی وجہ ہے ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کر لیا ۔

اگر چہ رسولؐ اسلام کی یہ گراں بہا میراث کو جس کی اہلبیتؑ اور ان کے پیرؤوں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پاسبانی کی ہے ،وقت کے ہاتھوں خود فرزندان اسلام کی بے توجہی اور نا قدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگنائیوں کا شکار ہو کر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے مرحوم کر دی گئی تھی, پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہلبیتؑ نے اپنا چشمۂ فیض جاری رکھا, چودہ سو سال کے عرصہ میں بہت سے ایسے جلیل القدر علما ور دانشور دنیاء اسلام کوپیش کئے

جنہوں نے بیرونی افکار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظری موجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی ہے ہر دور اور زمانہ میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا ہے۔ خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہلبیتؑ کی طرف اٹھی اور گڑی ہوئی ہیں ،دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کیلئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامران زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین وبیتاب ہے۔یہ زمانہ علمی و فکری مقابلہ کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر واشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے افکار و نظریات دنیا تک پہنچائے گاوہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا ۔

مجمع جہانی اہلبیت علیہم السلام (عالمی اہلبیتؑ کونسل)نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہلبیتؑ عصمت و طہارت کے پیروؤں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی کو فروغ دینا وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نورانی تحریک میں بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے۔موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے، زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے۔ہم یقینی زن ہے، عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہلبیت عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علم بر دار خاندان نبوت و رسالت کی جاوداں میراث،اپنے صحیح خد وخال میں دنیا تک پہنچا دی جائے تو اخلاق و انسانیت کی دشمن ،انانیت کی شکار، سامراجی خونخواروں کی نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے تھکی ماندی آدمیت کو، امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصرؑ کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جا سکتا ہے ۔ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کیلئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمت گار تصور کرتے ہیں ۔زیر نظر کتاب،مکتب اہلبیت علیہم السلام کی ترویج و اشاعت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے مفکر جلیل آیتاللہ لطف اللہ صافی گلپائیگانی مدظلہ کی گراں قدر کتاب نوید امن

واماں کو فاضل جلیل مولانا سید منظر صادق زیدی اور مولانا سید کمیل اصغر زیدی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم ان تمام حضرات کے شکر گذار اور مزید توفیقات کے آرزومند ہیں۔اس منزل میں ہم اپنے ان تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنھوں نے اس کتاب کے منظر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے خدا کرے کہ ثقافتی میدان میںیہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔

والسلام مع الاکرام

مدیر امور ثقافت: مجمع جہانی اہلبیت علیہم السلام

مقدمۂ مؤلف

یہ کتاب در اصل ان مقالات اور مضامین کا مجموعہ ہے جو حضرت ولی عصر حجتبن الحسن (ارواح العالمین لہ الفداء) کی شخصیت ،غیبت ،اورآپ کے ظہور سے متعلق ہیں جنہیں ولی اللہ الاعظم کی درگاہ کے اس ادنیٰ خادم نے مختلف اوقات میں شیعہ اور اہلسنت کی معتبر کتابوں کی بنیاد پر قلم بند کیا ہے ،اور اب اہل ذوق کے لئے نظر ثانی کے بعد ان کو اس کتاب میں یکجا کردیا گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب اس غوث زمانہ اور قطب عالم کی مقدس بارگاہ کے پروانوں اور امامت و ولایت کی چوکھٹ کے خدمت گذار وں کی کیمیا گر نگاہوں کی منظور نظر قرار پائے گی اور وہ اس بندۂ حقیر سے اس ناچیز کوشش کو قبول فرمائیں گے۔

لطف اللہ صافی گلپائیگانی ۱۵ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

صبح ولادت (وَ نُرِیدُ اَن نَمُنَ عَلیٰ الَّذِینَ اسْتُضعِفُوا فِی الْأَرضِ وَ نَجْعَلَھُمْ اَءِمَّۃَوَ نَجْعَلَھُمُ الْوٰرِثِین) قصص،۵ اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دے دیں ۔پندرہویں شعبان ۲۵۵ھ کی مبارک و مسعود صبح طلوع ہونے والی تھی، امام حسن عسکری علیہ السلام کے خانۂ امامت میں جوش و خروش اور انتظار کی شدت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا ،آج ملائکہ کی آمد ورفت دوسرے اوقات کے مقابلہ میں کچھ زیادہ ہی تھی، رحمت الٰہی کی جلوہ نمائی اور خدائی شان و شوکت اور عظمت و جلالت کے انوار کی کرنیں ہر طرف پھوٹ رہی تھیں ۔آسمان کی بلندیوں پر فرشتوں اور مقرب بارگاہ ملائکہ کے درمیان ابھی سے خاندان نبوت و رسالت کے اس چشم وچراغ کا چرچا ہے جو عنقریب اس دنیا میں قدم رکھنے والا ہے اور جو اپنے پرُ نور چہرے اور محمدی جلال و جمال کے دیدار سے عالمین کی آنکھوں کو روشنی عطا کرے گا ۔جنت کو سجایا جا رہا تھا تاکہ اہل آسمان کے شایان شان محفل جشن وسرور کا اہتمام کیا جا سکے حوروں کے روح افزا اوردلنشین نغموں سے تمام اہل جنت پر روحانی وجد طاری تھا ،نیمۂ شعبان کی رات ختم ہونے میں چندلمحے باقی رہ گئے تھے اور یہ بھی اتنے آہستہ آہستہ گذر رہے تھے کہ مجسم

انتظار بنے ہوئے لوگوں کے لئے کئی سال کے برابر تھے ۔بالآخر رات اپنی بالکل آخری منزل تک پہونچ گئی منٹ سکنڈوں میں تبدیل ہوگئے اور وہ بھی بہت سست رفتاری سے گذرنے لگے کہ اچانک چاروں طرف ایک تیز روشنی پھیل گئی جو چراغوں کی روشنی سے کہیں زیادہ تھی اس نے سب لوگوں کو ایک نو مولود بچے کی پیدائش کی بشارت دی ،نومولود دنیا میں آیا اور بشریت کے آخری ہادی و رہبر، حضرت ولی اللہ الاعظمؑ نے اپنے جمال پرُ نور سے پوری کائنات کو منور کردیا ۔جناب نرجس خاتون منزل فخر میں تھیں،تکبیر و تہلیل اور تسبیح خدا کے ساتھ مبارکباد اور تبریک و تہنیت کی آوازیں ہر طرف گونج اٹھیں ۔

نو مولود نے اپنے سر کو سجدہ میں رکھ کر خدا کی وحدانیت،پیغمبر اکرم ﷺ کی رسالت اور اپنے اجداد طاہرینؑ کی امامت کی گواہی دی ،پھر بہت ہی اچھی اور دلنشین آواز میں اس آیۂ کریمہ کی تلاوت فرمائی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (و نرید ان نمن علی الذین استُضعفوا فی الارض)اس بچہ کی پیدائش کے ساتھ خاندان رسالت پر خدائی عنایتوں کی تکمیل ہوگئی۔

جی ہاں !یہ فخر صرف نبوت و رسالت کے گھرانے سے ہی مخصوص ہے کہ بشریت کو ظلم و ستم سے نجات دینے اور عالمی پیمانے پر اسلامی حکومت قائم کرنے والی شخصیت کا تعلق اسی گھرانے سے ہے ۔پیغمبر اکرم ﷺ مسرور و شادماں تھے کہ ان کا فرزند مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ ان کی رسالت اور آفاقی پیغام کو جامۂ عمل پہنائے گا،آپؐ اپنے خاندان والوں،خاص طور سے حضرت علیؑ ،جناب فاطمہؑ حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو یہ خوشخبری دے رہے تھے کہ مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ وہی شخص ہے کہ جو اپنے بے مثال اور بے نظیر قیام کے ذریعہ شرک کی چولیں ہلا کر رکھ دے گا توحید و وحدانیت کی بنیادوں کو مضبوط اور مستحکم بنائے گا پوری دنیا پر اس کی حکومت ہوگی اوروہ انھیں حضرات کا فرزند ہے ۔یہ وہی بے نظیر اور لا جواب وجود ہے جس کے ظہور کی خوشخبری انبیائے الٰہی اور اولیائے کرام نے دی ہے نیز دنیائے بشریت کو اس سے متعلق یہ خوشخبری سنائی ہے کہ وہ اسلام کی حقانیت، عدالت کی برتری، دائمی امن و امان کے قیام اور ظالموں کی بساط کو لپیٹنے کے لئے قیام کرے گا اور اس خبر کے ذریعہ وہ سب کو دنیا کے روشن مستقبل کے بارے میں پر امید بنائے ہوئے ہے۔

مادی علوم اور صنعت کے میدان میں اگر چہ دنیا نے بیحد ترقی کی ہے اور آج فضا پر انسان کا تسلط ہے اور اسے اپنی طاقت وقدرت پر ناز ہے لیکن بڑے ہی افسوس کا مقام ہے کہ وہ انسانیت کے اعتبار سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکی بلکہ تہذیب و تمدن اور اخلاقی اعتبار سے وہ الٹے پاؤں جاہلیت کی طرف واپس ہی چلی جارہی ہے۔

خوف و ہراس اور دہشت نے ہر ایک کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا ہے اسی لئے تمام ممالک کے بجٹ کا اکثر حصہ مہلک اور تباہ کن اسلحوں کی خریداری میں خرچ ہوتا ہے ۔اخلاقی برائیوں،فحاشی اور شہوت پرستی نے ہر مرد و عورت کو دم بخود کر رکھا ہے اور انہیں ذلت وپستی کی گھاٹی میں کھینچے لئے جا رہی ہیں، ریڈیو ،ٹیلیویژن اور اخبارات و رسائل ان کو اور ہوا دیتے رہتے ہیں۔دینی احکام اور مذہبی رسومات کی پابندی میں کمی آتی جا رہی ہے اور مشرکانہ عادتیں یعنی لوگوں اور قوموں کو غلام بنانے اور انسان کی آزادی کو سلب کرنے کے بدترین طریقے مختلف شکلوں میں رائج ہوتے چلے جا رہے ہیں اور انکی بنیادیں ہر روز مزید مستحکم ہوتی جا رہی ہیں،اس دور کا ترقی یافتہ کہا جانے والا انسان اپنے جیسے بے جان اور بے روح مجسموں کے سامنے جھکتا ہوا اور دعا کرتا ہوا نظر آتا ہے جس سے وہ اپنی فکری پستی اور عقلی انحطاط کا اعلان کررہا ہے اور اس خدائی آواز: (ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون[1]) کی طرف توجہ نہیں دیتا مادی دنیا کے بڑے بڑے لیڈر کسی بھی بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی اور بڑے سے بڑے جرم اور ظلم و ستم کو اپنے لئے باعث ذلت نہیں سمجھتے مختصر یہ کہ انسانیت تہذیب وتمدن سے عاری ہوتی جارہی ہے۔اس دنیا میں صرف ایک امید کی کرن ہے جس کی وجہ سے بشر کا سرور و نشاط باقی ہے اوروہ اس سے یہ امید باندھے ہوئے ہے کہ وہ ہمیشہ اسی طرح محرومی ونابودی، حیوانیت کی پستیوں اور طاقتور طبقہ کے مظالم کا شکار نہیں رہے گا اور اسکا انجام جہنم یا بد بختی نہیں ہے،اسے ان مایوسیوں سے انبیاء اور ائمہؑ کی صرف وہی بشارتیں محفوظ رکھتی ہیں جنھوں نے ہر ایک کو دنیا کے روشن مستقبل کا یقین دلایا ہے اور انکے دلوں کو امید کے نور سے منور رکھا ہے۔

---

[1] ''یہ مورتیاں کیا ہیں جن کے گرد تم حلقہ باندھے ہوئے ہو ؟'' سورۂ انبیاء،آیت۵۲۔

سب لوگ بڑے اعتماد اور جوش و ولولہ سے لبریز دل کے ساتھ انتظار کررہے ہیں اسکا انتظار جو اس دنیا کے سر پر منڈلانے والی ظلم و ستم کی کالی گھٹاؤں کو دور کر دے گا اور پوری کائنات میں سچی بھائی چارگی اور آزادی کو رواج دے گا اور خدا کے بلند مرتبہ احکام و قوانین کو نافذ کر کے انسانیت کی ارفع و اعلیٰ منزل مقصود کی طرف بشریت کی رہنمائی کرے گا۔ شیعہ اور اس ظہور کا ایمان رکھنے والے حضرات پندرہویں شعبان کی رات (شب برأت) میں خوشیاں مناتے ہیں، ہر طرف محفل مسرت کا اہتمام کیا جاتا ہے، چراغاں ہوتا ہے، سڑکوں، بازاروں، دکانوں اور گھروں کو سجایا جاتا ہے، سب خوشی میں ڈوبے رہتے ہیں، اس طرح یہ لوگ عالمی عدل و انصاف اور امن و آشتی سے اپنے لگاؤ کا اعلان کر کے اپنے پر امید اور ہمت نہ ہارنے والے عزم و حوصلے کا اظہار کرتے ہیں۔ اے ولی عصر اے مہدی موعود عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف؛ آپ کے شیعہ اور آپ کے چاہنے والے تمام لوگوں کو صرف اس بات کی آرزو اور اس گھڑی کا انتظار ہے جب ان کی اور تمام دنیا والوں کی سعادت و خوش بختی کی صبح نمودار ہو اور آپ کے قیام کے ذریعہ انکے تمام دردوں کا علاج ہو جائے اور محرومی، ناکامی اور بے چارگی کے تمام راستے بند ہو جائیں اور پوری کائنات کے اندر صرف اور صرف توحید و عدالت اور اسلامی صلح کا پرچم سربلند نظر آئے۔ (وما ذٰلک علی اللہ بعزیز[1]) ''اور اللہ کے لئے یہ بات کوئی مشکل نہیں ہے۔''

[1] سورۂ ابراہیم آیت ۲۰

امام زمانہ(عج) کے ظہور سے متعلق قرآن اور احادیث کی بشارتیں

غیب پر ایمان

(الذین یؤمنون بالغیب)جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں[1]۔تمام نبوتوں اور مذاہب حقہ کا مرکزی نقطہ اور انبیائے الٰہی کے دین کو دوسرے مذہبوں سے ممتاز کرنے والے عقیدے کا نام ''ایمان بالغیب''ہے۔انبیائے کرام عالم محسوس یا عالم ظاہر سے عالم معقول یا غیب کے درمیان موجود رابطے کو بیان کرتے ہیں اور اس طریقۂ کار کے ذریعہ بشریت کو عالم غیب کی تعلیم دیتے ہیں۔ غیب پر ایمان یعنی ان چیزوں پر ایمان رکھنا جو ظاہری حواس سے پوشیدہ ہیں چاہے باطنی حواس اور عقل کے ذریعہ ان کا ادراک ممکن ہو (جیسے وجود خدا ،صفات ثبوتیہ و سلبیہ، قیامت،جنت،دوزخ اور فرشتے وغیرہ)اور چاہے ممکن نہ ہو جیسے خدا کی ذات اورصفات کی اصل حقیقت، ملائکہ اور روح کی حقیقت،اور چاہے یہ ایمان ماضی یا مستقبل کے واقعات و حادثات کے بارے میں کیوں نہ ہو۔خدا پر ایمان ،ملائکہ پر ایمان ،برزخ پر ایمان ،جنت و جہنم پر ایمان ،وحی اور ان تمام چیزوں پر ایمان رکھنا جو انبیائے کرام ؑنے ماضی یا مستقبل کے بارے میں ہمیں بتائی ہیں یہ سب ''غیب پر ایمان''کی قسمیں ہیں ۔

غیب پر ایمان یا توعقلی دلیل کے ذریعہ ثابت ہے یا اسکے بارے میں کوئی نقلی (منقولہ) دلیل ہے،البتہ اگر اس کی دلیل نقلی ہو تو پھر وہ غیب ایسا ہونا چاہئے کہ عقلی دلیلوں کے ذریعہ اسکا وجود محال نہ ہو اور عقل کے نزدیک اسکے وجود کا احتمال پا یا جاتا ہو ۔ جس وقت عقل کسی چیز کے موجود ہونے کی تصدیق کر دے یا اسکے محال ہونے کے بارے میں کوئی دلیل پیش نہ کر سکے تو نقلی (منقولہ) دلائل کے ذریعہ انہیں قبول کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ عقل کے حکم کے مطابق لازم اور ضروری ہے ۔تمام آسمانی مذاہب نے ''غیب پر ایمان''کو نیک اعمال کی قبولیت کی شرط قرار دیا ہے نیز اخلاقیات میں اعتدال اور انسانی فضائل و کمالات

[1] بقرہ،۳

کی تکمیل کو اسی سے مربوط جانا ہے اور اصولی طور پر انبیااورآسمانی ہادیوں کی تبلیغ کا اثر انہیں لوگوں پر زیادہ ہوتا ہے جو عالم غیب اور اس دنیا سے ما ورا ئچیزوں کے موجود ہونے کا احتمال رکھتے ہوں،آخری زمانہ کے مصلح یعنی حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے ظہور پر ایمان رکھنا بھی انہیں غیبی باتوں کا حصہ ہے جن کے بارے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں مطلع کیا ہے اور ان کی تصدیق واجب ہے ۔جس طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں کی حقانیت اور سچائی کے بارے میں کوئی بھی مسلمان شک نہیں کرتا تھا اور سب لوگ اسے قبول کر لیتے تھے اسی طرح آپ کی نبوت کے بارے میں موجودہ دور کے مسلمانوں کا بھی بالکل یہی عقیدہ وایمان ہے ۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے ظہور سے زیادہ عجیب وغریب اور حیرت انگیز واقعات کے بارے میں خبر دی ہے جیسے سورج کی چادر کا لپیٹ دیا جانا، دریاؤں کا پھٹ جانا ،ستاروں کا گر پڑنا اور منتشر ہوجانا، پہاڑوں کا حرکت میں آجانا ،آسمانوں کا شگافتہ ہو جانا ،دابۃالارض کا خروج یا معاد اور قیامت ۔

یہ سب غیب سے متعلق خبریں ہیں اور قرآن مجید میں مستقبل کے بارے میں پیشین گوئی اور غیب سے متعلق خبریں کثرت سے موجود ہیں اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر وحی نازل ہونے کا ایمان رکھنا ان تمام چیزوں پر ایمان (چاہے وہ اجمالی طور پر ہی کیوں نہ ہو)رکھنے سے الگ نہیں ۔ایک دن آئے گا کہ جب وہ تمام عجیب و غریب حادثات اور واقعات ضرور رونما ہوں گے جنکے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید نے ہمیں باخبر کیا ہے،اور اسی طرح جیسا کہ قرآن مجید نے بیان کیا ہے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز ان کے جانشین (ائمہؑ)نے ہمیں سینکڑوں روایات کے ذریعہ یہ بشارت دی ہے کہ ایک دن آخری زمانہ کے مصلح حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ ظہور فرمائیں گے اور اسلام پوری دنیا میں پھیل جائے گا ۔

غیب کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرینؑ نے جو پیشین گوئیاں کی ہیں وہ تواتر کی حد سے کہیں زیادہ ہیں اور تاریخ کی معتبر ترین اور کلیدی کتابیں اس کی بہترین سند ہیں ۔ہمارے لئے آج پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ابتدائی دور کے مقابلے میں آنحضرتؐ کی بیان کردہ غیبی خبروں کو قبول کر لینا نہایت آسان ہے کیونکہ اس وقت تک ان کے رونما نہ ہونے کی وجہ سے آپ کی

صداقت و حقانیت کی تائید ممکن نہیں تھی اسی طرح ہم پیغمبر اکرم ﷺ کے دور کی طرف تاریخ کے جتنے اوراق پلٹتے چلے جائیں گے ،اس بات کو قبول کرنے کے امکانات (وسائل)کم سے کمتر ہوتے چلے جائیں گے لیکن اسکے بر خلاف جتنا آگے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں اور تاریخ اسلام کو شروع سے آخر تک دیکھنا شروع کریں تو ہماری عقل اور ہمارا ضمیر اس کو آسانی کے ساتھ قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور ہمارا ایمان کامل تر ہو جاتا ہے۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ بخوبی واضح و روشن ہو گیا کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے وحی الٰہی کی بنا پر مستقبل کے بارے میں پیشین گوئیاں کی تھیں اسی لئے (پیغمبر اکرمؐ کے بعد)جتنا زیادہ زمانہ گذر رہا ہے اس کی صداقت مزید آشکار ہوتی جا رہی ہے۔

جب آپ اس آیت کی تلاوت کرتے تھے: (و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ و ادعوا شھداءکم من دون اللّٰہ ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھاالناس و الحجارۃ اعدّت للکافرین[1]) ''اگر تمہیں اس کلام کے بارے میں کوئی شک ہے جسے ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اسکا جیسا ایک ہی سورہ لے آؤ اور اللّٰہ کے علاوہ جتنے تمہارے مددگار ہیں سب کو بلالو اگر تم اپنے دعوے اور خیال میں سچے ہو ،اور اگر تم ایسا نہ کر سکے اور یقیناً نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جسکا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جسے کافرین کے لئے مہیا کیا گیا ہے۔''

اور جب آپ یہ پڑھتے تھے:(قُل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یأتوا بمثل ھذا القرآن لا یأتون بمثلہ ولوکان بعضھم لبعض ظھیرا[2]) ''آپ کہہ دیجئے کہ اگر انسان اور جنات سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کا مثل لے آئیں تو بھی نہیں لا سکتے چاہے سب ایک دوسرے کے مددگار اور پشت پناہ ہی کیوں نہ ہو جائیں ''۔جس دن : آنحضرتؐ قرآن مجید کے ایک سو چودہ سوروں کو ایک سو چودہ زندہ و پائندہ معجزوں کے طور پر پیش کر رہے تھے اور لوگوں کو یہ بتا رہے تھے کہ تم ،ان میں سے کسی ایک سورے کا جواب بھی نہیں لا سکتے ہو اور جن و انس قرآن کا جواب لانے سے قاصر ہیں ۔جس دن : پیغمبر اکرم ﷺ نے

---

[1] بقرہ آیت۲۳،۲۴۔
[2] سورۂ اسراء آیت ۸۸ ۔

مسلمانوں سے فرمایا : تم کلمۂ توحید کا اقرار کرو اور وحدۂ لاشریک خدا کی عبادت کرو تاکہ تمام عرب تمہارے سامنے سر تسلیم خم کردیں اور قیصر و کسریٰ کے خزانوں پر تمہارا قبضہ ہو جائے اور تم ملکوں کو فتح کر لو۔ جس روز: آپ یہ فرما رہے تھے کہ زمین میرے لئے سمیٹ دی گئی اور مشرق سے لے کر مغرب تک سب کچھ مجھے دکھا دیا گیا اور میرے لئے جو کچھ سمیٹا گیا ہے وہ میری امت کو مل کر رہے گا۔ جس دن: آپؐ نے مکہ بیت المقدس،یمن،شام،عراق،مصراور ایران کے فتح ہونے کی خبر دی تھی اور جس دن آپؐ مکہ میں مشرکوں سے یہ فرما رہے تھے تمہارے جسم پرانے کنویں میں ڈال دئے جائیں گے۔اور ابوسفیان کے بارے میں یوں مطلع کر دیا تھا کہ یہ جنگ احزاب کا فتنہ برپا کرے گا۔

جس دن :آپؐ حضرت علیؑ کے ہاتھوں خیبر کے فتح ہونے کی خبر دے رہے تھے یا جناب ابوذرؓ کو ان کے مستقبل سے یوں باخبر کر رہے تھے کہ تم تنہائی کی زندگی گذاروگے اور دنیا سے تنہا ہی جاؤ گے۔ جس دن: جنگ بدر سے پہلے ہی اس جنگ میں قتل ہونے والے کفار کے فوجیوں کے نام بتاکر یہ فرما رہے تھے کہ یہاں فلاں قتل کیا جائے گا اور اس جگہ فلاں قتل ہوگا ،چنانچہ جنگ بدر میں جتنے کفار مارے گئے آپؐ نے ان سب کے نام پہلے ہی بتا دئے تھے ۔

جس دن آپؐ جناب عمارؓ سے یہ فرما رہے تھے کہ : تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور اپنی عزیز ترین اور باعظمت بیٹی جناب فاطمہ زہراؑ سے یہ فرمایا تھا کہ: میرے اہل بیت میں تم سب سے پہلے مجھ سے ملحق ہوگی اور اپنی ازواج سے یہ فرمایا تھا : تم میں سے کونسی خاتون ہے جس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے اور وہ اونٹ پر سوار ہوگی اس کے آس پاس بہت سارے لوگ قتل کئے جائیں گے اور حضرت عائشہ سے فرمایا تھا :خیال رکھنا کہ تم ہی وہ عورت نہ ہو جانا !بیہقی کی روایت[1] کے مطابق ان سے فرمایا : اے حُمیرا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب حوأب کے کتے تم پر بھونکیں گے اور تم اس چیز کا مطالبہ کروگی جس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے آپؐ نے زبیر کو جنگ جمل اور حضرت علیؑ کے خلاف اس کے خروج سے مطلع کیا۔ جس دن: آپؐ نے حضرت علیؑ اور امام حسنؑ

[1] المحاسن والمساوی ج۱ ص۷۶۔

وحسینؑ کی شہادت کا اعلان واضح لفظوں میں کر دیا اور جب آپؐ حضرت علیؑ کے خلاف ناکثین (جنگ جمل) قاسطین (جنگ صفین) مارقین (جنگ نہروان) کے بارے میں مطلع کر رہے تھے اور جنگ نہروان میں ذو الثدیہ خارجی کے قتل ہونے کی تمام تفصیلات کی پیشین گوئی فرما رہے تھے یا بنی امیہ اور بنی الحکم کے فتنوں اور ان کی حکومت اور اہل عذرا (جناب حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں) کی شہادت کی خبر دے رہے تھے[1]۔

مسلمانوں کو ان تمام پیشین گوئیوں کا بآسانی یقین ہو جاتا تھا کیونکہ ان کی اطلاع پیغمبر اکرم ﷺ نے دی تھی اور مسلمان آپ کی رسالت پر ایمان رکھتے تھے اور رسالت و نبوت پر ایمان رکھنے کے معنی یہی ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے غیب کے بارے میں جو خبریں دی ہیں ان کی سچائی پر ایمان اور اعتماد ہو لیکن اسلام کی تاریخ جوں جوں آگے کی طرف بڑھتی گئی اور تاریخ کے صفحات میں اضافہ ہوتا رہا ان پیشین گوئیوں نے لوگوں کو اپنی طرف اور زیادہ متوجہ کر لیا اور جن لوگوں کے دلوں میں ان سے متعلق کوئی خاص اعتماد نہیں تھا ان کے یقین میں بھی اضافہ ہو گیا اور ان کا ایمان مزید مستحکم اور استوار ہو گیا۔

رسالت کے زمانہ کے فصحاء و بلغاء قرآن مجید کے کسی سورے کا جواب لانے سے قاصر رہے اور آج قرآن مجید کو نازل ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے اور ان چودہ صدیوں کے دوران ایک سے ایک مشہور ادیب، سخنور، اور صاحبان فصاحت و بلاغت دانشوروں کو دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور آج بھی اسلام کے مخالف بے شمار عیسائی یہودی نیز عربی زبان کے دوسرے ماہر ادباء اور اہل قلم موجود ہیں لیکن ان تمام لوگوں کے درمیان ایک شخص بھی قرآن مجید کے ایک سورے کا جواب

---

[1] غیب کے بارے میں پیغمبر اکرم ﷺ کی ایک بالکل سچی اور مسلّم خبر سر زمین حجاز سے آگ کا ظاہر ہونا بھی ہے جسکے ظاہر ہونے سے دو تین صدی پہلے تالیف شدہ کتابوں میں اسکا تذکرہ درج تھا اس حدیث میں آپ نے سر زمین حجاز سے ایک ایسی آگ ظاہر ہونے کی پیشین گوئی فرمائی تھی جسکے اثرات بصریٰ اور شام سے دکھائی دینگے آپ کی اس پیشین گوئی کو صحابہ نے نقل کیا ہے اور جو کتابیں تیسری صدی ہجری میں تالیف ہوئی تھیں ان میں اس کا تذکرہ موجود ہے:جیسے صحیح بخاری (متوفیٰ ۲۵۶)، طبرانی(متوفیٰ ۲۶۱)،مسند احمد بن حنبل (متوفیٰ ۲۴۱)مسند حاکم (متوفیٰ ۴۰۵)، طبرانی(متوفیٰ ۳۶۰) چنانچہ پیغمبر اکرم ﷺ نے اس آگ کے بارے میں جو تفصیلات بیان کی تھیں بعینہ بالکل اسی طرح تیسویں جمادی الآخر ۶۵۴ ہجری میں یہ آگ مدینہ کے نزدیک ظاہر ہوئی اور کئی دنوں کی مسافت کے فاصلے سے بالکل صاف دکھائی دیتی تھی اور ۵۲،دنوں تک اسی طرح باقی رہی اور اسی سال ۲۷،رجب کو ختم ہوئی (یعنی بخاری و مسلم کے انتقال کے تقریباً چار سو سال بعد)جسکی تفصیل مندرجہ ذیل کتب تاریخ میں درج ہے''سیرت نبویہ'' سیرت حلبیہ کے حاشیہ پر مولفہ سید احمد زینی دحلان ج۳ ص۲۲۳''التذکرہ'' مولفہ:قرطبی ص ۲۵۰ ''الاذاعہ '' ص۸۴ ''الاشاعہ'' ص۳۷ ''تاریخ الخلفاء ''ص ۳۰۹ ''صحیح مسلم ج۸ص۱۸۰''صحیح بخاری'' کتاب فتن ج۴ ص۱۴۲ ''وفاء الوفاء '' مولفہ سمہودی ج۱فصل ۱۶ص-۱۵۲ ۱۳۹،''الفتوحات الاسلامیہ'' ج۲ ص۶۷-۶۲ ''عمدۃ الاخبار فی تاریخ المدینۃ المختار ص ۲۷-۱۲۵،۱اور''فصل فی ظہورنار الحجاز ۔

پیش نہیں کر سکا جس سے قرآن مجید کے اعجاز اور پیغمبر اکرمؐ کی پیشین گوئیوں کی صداقت آشکار ہو گئی کیونکہ اگر ان کے لئے ممکن ہوتا تو یہ اپنی حد درجہ اسلام دشمنی اور تعصب کی وجہ سے اب تک قرآن کے جیسی سینکڑوں کتابیں لکھ چکے ہوتے ۔ یہی نہیں بلکہ اگر یہ انکے بس کی بات ہوتی تو مشرق و مغرب کی تمام استعماری اور اسلام دشمن طاقتیں خاص طور سے عیسائی اپنی تمام تبلیغی مشینریوں کو اسی کے لئے وقف کر دیتے اور اسکے لئے عالمی مقابلے رکھے جاتے اور اس پر کروڑوں کے انعامات کا اعلان بھی کیا جاتا ۔غزوۂ بدر پیش آگیا اور پیغمبر اکرم ﷺ نے جن لوگوں کا نام بتایا تھا وہ سب قتل کر دئے گئے اور انکے جنازوں کو کنویں میں ڈال دیا گیا ابو سفیان نے جنگ احزاب کا فتنہ برپا کیا ،پیغمبر اکرم ﷺ نے مکہ کو فتح کر لیا ،خیبر حضرت علیؑ کے ہاتھوں فتح ہوا،جناب ابوذرؓ نے ربذہ میں حالت تنہائی میں انتقال کیا ،جناب عمارؓ کو معاویہ کی فوج نے شہید کیا ،جناب حجر بن عدیؓ اور ان کے ساتھیوں کو دمشق کے نزدیک ،عذرا کے مقام پر شہید کر دیا گیا پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد آپ کے اہل بیتؑ کی جو شخصیت سب سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہوئی وہ جناب فاطمہ زہراؑ ہی تھیں،امیر المومنینؑ،امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو بالکل اسی طرح شہید کیا گیا جس کی تفصیل پیغمبر اکرمؐ پہلے ہی بتا چکے تھے ،حضرت علیؑ نے ناکثین ،مارقین، قاسطین یعنی اہل جمل وصفین اور نہروان سے جنگ کی اور ذو الثدیہ جنگ نہروان میں مارا گیا،ام المومنین عائشہ نے جنگ جمل کی سر براہی کی،اور حوأب کے کتے ان کے اوپر بھونکتے رہے اور انہوں نے ہزاروں لوگ موت کے گھاٹ اتروا دئے ،بنی امیہ اور بنی الحکم حکومت پر قابض ہو کر لوگوں کے سروں پر سوار ہو گئے اور جیسا کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا اسلام کو انکے ہاتھوں بہت ہی برے دن دیکھنا پڑے ۔

یہ غیبی خبریں اور ان کے جیسی نہ جانے کتنی غیبی خبریں وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ سچ ثابت ہوئیں اسکے علاوہ آنحضرتؐ کے وصی اور جانشین یعنی حضرت علیؑ یا دوسرے ائمہ معصومینؑ نے اسی قسم کی جو سینکڑوں پیشین گوئیاں کی تھیں وہ سب بالکل صحیح ثابت ہوئیں ۔اس تمہید کے بعد ہم باآسانی یہ کہہ سکتے ہیں کہ معتبر ترین تاریخی شواہد کی بنیاد پر پیغمبر اکرمؐ کی ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں پیشین گوئیاں بالکل صحیح ثابت ہوئیں،اور اگر ایک عام آدمی انکا دسواں حصہ ہی نہیں بلکہ ایک فیصد کے بارے میں ایسی اطلاع دیتا تو ہمیں

اس کی کسی بھی پیشین گوئی کے بارے میں ذرہ برابر شک نہ ہوتا اور ہم اس پر بھی یقین کر لیتے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آخری زمانہ میں اس امت کو جن دشوار حالات اور شدید امتحانات سے گذرنا ہے اور حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کے بعد ان کا خاتمہ ہوگا ان تمام باتوں سے متعلق آنحضرتؐ کی پیشین گوئیوں کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا رہیں ۔ ہم اپنے قارئین کرام کی مزید توجہ کے لئے اس بات کو دوبارہ بیان کر رہے ہیں کہ غیب سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ جو شخص بھی صحیح و سالم فکراور عقل کی دولت سے بہرہ مند ہے اسکے لئے ان میں شک کرنا محال ہے اور جو شخص بھی اسلامی تاریخ سے واقفیت رکھنے یا اسکا مطالعہ کرنے والا ہے وہ خود بخود اس کی تصدیق کرے گا ۔

ان تمام دلیلوں کے ہوتے ہوئے ہم حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے ظہور کے بارے میں کیسے شک و شبہ کر سکتے ہیں جبکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومینؑ نے اس سلسلہ میں بیحد تاکید فرمائی ہے اور متواتر روایات سے ہمیں اس کا بخوبی یقین ہوجاتاہے ۔آپ کے ظہور پر ایمان، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ،غیب کے بارے میں آپؐ کی پیشین گوئیوں کی صحت اور سچائی کا لازمہ ہےاور ان سے ہرگز جدا نہیں ہے ۔

جن مسلمانوں نے بعثت کے آغاز میں ان واقعات کو سچ ہوتے نہیں دیکھا تھا اسکے باوجود انھیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی باتوں میں شک نہیں ہوتا تھا تو پھر ہم ان میں سے بہت سی خبروں کی سچائی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے یا قابل اطمینان لوگوں سے ان کے سچ ہونے کی خبر سننے کے بعد ان میں کیوں شک کرتے ہیں ؟ حتی کہ معاویہ اور عمرو عاص جیسے لوگ بھی ان باتوں کی حقانیت اور سچائی کا انکار نہیں کر سکتے تھے تو پھر اب جبکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے معصوم جانشینوں کی پیشین گوئیوں کے علاوہ ہمارے پاس اتنے مستحکم اور مضبوط شواہد اور قرائن موجود ہیں تو کیا ہم ان پر ایمان اور یقین نہ رکھیں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیشین گوئیوں کی وجہ سے اسلام کے ابتدائی دور کے مسلمانوں کو جناب عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ اور آخری زمانہ کے فتنوں کے بارے میں کوئی شک نہیں تھا اور سب کو یقین تھا کہ یہ خبریں سو فیصدی سچ ہیں اس کے بعد

جب حالات گذرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی ہر پیشین گوئی اپنے صحیح وقت پر سچ ثابت ہو چکی ہے تو اب مستقبل کے بارے میں جو پیشین گوئیاں باقی رہ گئی ہیں ان کے بارے میں بھی کوئی شک نہیں کیا جاسکتا ۔اگر کوئی شخص آج آپ کو یہ اطلاع دے کہ کل فلاں صاحب، فلاں شہر سے جن کے یہ خصوصیات ہیں یہاں آئیں گے اور ایک مہینہ بعد اس قسم کے دس آدمی آئیں گے اور پانچ مہینے کے بعد پانچ سو آدمی آئیں گے اور ایک سال بعد ایک ہزار لوگ آئیں گے اور دو سال بعد اس شہر میں انقلاب آجائے گا اور حکومت بدل جائے گی یا بیس سال کے بعد وہاں جنگ ہوگی، پچاس سال کے بعد وہاں کا حاکم قتل کر دیا جائے گا اور سو سال کے بعد ۔ ۔ ۔اور دو سو سال کے بعد ۔آپ چاہے ان تمام خبروں کی تصدیق نہ کریں مگر آپ ان کی تکذیب بھی نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ انکی تصدیق یا تکذیب کے تمام احتمالی راستے آپ کے اوپر بند ہیں لہذا آپ کل تک انتظار کرینگے چنانچہ اگر پہلا شخص انہیں علامتوں اور خصوصیات کے ساتھ آگیا تو آپ کو اس سے حیرت ضرور ہوگی مگر اس کی بقیہ خبروں پر اعتماد میں اضافہ ہو جائے گا ۔

ایک مہینہ بعد وہ دس آدمی بھی آگئے اب اس کی باتوں پر آپ کو مکمل یقین اور اطمینان ہو جائے گا تیسری خبر سچ ثابت ہونے کے بعد آپ کا یقین بالکل پختہ ہوجائے گا ۔چوتھی اور پانچویں خبر کے سچ ثابت ہونے کے بعد اگر کوئی شخص انکی صداقت کا انکار کرے اور انہیں نا ممکن سمجھے تو آپ اس کو شکی مزاج قرار دیدیں گے ۔

چنانچہ جتنی پیشین گوئیاں صحیح ہوتی جائیں گی چھٹی،ساتویں،آٹھویں اور نویں پیشین گوئی کے بارے میں آپ کے یقین و اطمینان اور ایمان میں اتنا ہی استحکام پیدا ہو جائے گا ۔اب ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ جو پیغمبر صادق و مصدق ہیں اور انکی نبوت متعدد معجزات اور دوسری عقلی دلیلوں کے ذریعہ ثابت ہے،وہ پیغمبرؐ جن کی سینکڑوں پیشین گوئیاں اب تک صحیح ثابت ہو چکی ہیں اور ان سب کو سنی اور شیعوں کی معتبر کتابوں نے نقل کیا ہے نیز یہ کہ ان بزرگوں نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ ''اگر دنیا کی عمر ایک دن سے زیادہ بھی باقی نہ رہے تو بھی خدا وند عالم اس دن کو اتنا طولانی کر دے گا کہ حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ ظہور فرما کر دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی'' ۔اسکے ساتھ ساتھ انہوں نے اس ظہور کی علامتوں کو بھی بیان

فرمایا ہے۔اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اور انکے جانشینوں کی پیشین گوئی سچ نہیں ہے یا اسے اس میں شک ہو تو پھر وہ پیغمبر اکرم ﷺ کی نبوت کی گواہی اور اسکے ثبوت کے لئے اتنے معجزات اور علمی دلیلوں کے اقرار کرنے کا کیا جواب دے سکتا ہے؟پیغمبر اکرم ﷺ اور دوسرے انبیاء کی نبوت پر ایمان کا کیا جواز پیش کرے گا؟ کیونکہ دوسرے انبیاء نے بھی آخری زمانہ کے مصلح کے بارے میں بشارتیں دی ہیں۔ان تمام پیشین گوئیوں کا کیا جواب دے گا جو پیغمبر اکرم ﷺ نے کی تھیں اورگذشتہ چودہ سوسال کے اندر ان میں سے بہت ساری پیشین گوئیاں صحیح ثابت ہو چکی ہیں؟اب اگر وہ یہ بہانہ بنائے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ایسی کوئی بشارت نہیں دی تھی تو ہم اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے شیعہ اور سنی کتب خانوں میں لے جائیں گے اور یہ کہیں گے کہ ذرا ان کتابوں کو ملاحظہ کرو جو ایک ہزار سال پہلے سے آج تک لکھی گئی ہیں، اب ذرا آپ بھی ملاحظہ کریں کہ اس بشارت کا تذکرہ کتنی روایتوں میں ہے اور ان کی تعداد کتنی ہے؟

کیا چند معتبر روایات آپ کے اطمینان کے لئے کافی ہیں؟ ہمارا اور آپ کا مزاج تو یہ ہے کہ اکثر تاریخی واقعات کو صرف ایک مورخ کے نقل کردینے سے مان لیتے ہیں یا دنیا کے اہم واقعات کو صرف ایک نامہ نگار کے کہنے پر قبول کر لیتے ہیں تو اس بات کو قبول کرنے کے لئے آپ کو کتنی صحیح اور معتبر روایات کی ضرورت ہے جن کے بعد آپ کو اسکا یقین ہو سکے؟اگر آپ واقعاً منصف مزاج ہوں گے تو کہیں گے کہ صرف ایک معتبر حدیث ہی کافی ہے اور اگر تھوڑے بہت شکی مزاج یا احتیاطی قسم کی طبیعت رکھتے ہونگے تو کہیں گے کہ اگر دو تین حدیثیں ہوں تو مزید اطمینان پیدا ہو جائے گا۔

ہم جواب دینگے :کہ اس موضوع کی ہزاروں معتبر احادیث ہیں جو حدیث ،تاریخ،اوررجال کی سینکڑوں کتابوں میں موجود ہیں۔ مذکورہ گفتگو کے بعد اس سلسلہ میں کوئی شک و شبہہ باقی نہیں رہ جاتا کہ پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمۂ معصومین علیہم السلام کی احادیث اور پیشین گوئیوں کے عین مطابق آخری زمانہ میں جب دنیا ظلم و جور سے بھر جائے گی تو مصلح منتظر مہدی موعود جو اس دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دینگے ان کا ظہور یقینی بات ہے اور اسمیں کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش نہیں ہے۔

مصلح عالم

جن چیزوں کے بارے میں تمام اسلامی فرقوں کا اتفاق اور اجماع ہے،ان میں آخری زمانہ میں اہلبیتؑ پیغمبر ﷺ کے درمیان سے قائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کا ظہور بھی شامل ہے اور اس نظریہ کے تمام قائلین ایک ساتھ مل کر ایک ایسے عالمی انقلاب اور مصلح کے ظہور کا انتظار کر رہے ہیں جو خدا وند عالم پر ایمان اور اسلامی احکام کی بنیادوں پر دنیا کے نظام کو چلائے گا اور ہر طرف عدالت قائم کرے گا، دنیا کو ظالموں کے خونخوار پنجوں سے نجات عطا کرے گا اور اسلامی پرچم کو پوری دنیا میں بلند کر دے گا ۔ سب لوگوں کی آنکھیں اسی کی طرف لگی ہوئی ہیں اور سب لوگ انتظار کی گھڑیاں گن رہے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی اولاد میں سے ایک محترم شخصیت قیام کرکے توحید ،اسلامی برادری اور مساوات کو نئے سرے سے زندگی عطا کردے، بشریت کو سکون و اطمینان کی نعمت سے بہرہ مند کرے، تفرقہ و جدائی اور محرومی وناکامی سے نجات عطا کرے ۔

یہ ایک الٰہی وعدہ ہے جو ہر گز جھوٹا نہیں ہو سکتا، دنیا اس روشن و تابناک دور کی طرف تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے ،زمانہ کی رفتار ،سورج کی گردش بشریت کو ہر لمحہ اس دن سے نزدیک تر کر رہے ہیں ۔ حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے ظہور اور پوری دنیا میں اسلامی حکومت قائم ہونے کے ایمان سے متعلق قرآن مجید کی متعدد آیات ،متواتر روایات،اور مستحکم ترین اجماعات کو بہترین دلیل اور سند کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، لہٰذا جو مسلمان بھی قرآن کریم اور پیغمبر اکرم ﷺ کی نبوت کا یقین رکھتا ہے اسکے لئے اس ظہور پر مکمل یقین اور ایمان رکھنا ضروری ہے ۔

اگر چہ اس مضمون میں ان باتوں کی تفصیل بیان کرنا ممکن نہیں ہے لہٰذا اپنے محترم قارئین کی مزید توجہ کے لئے ان چار عنوانات: ۱۔آیات قرآن، ۲۔اجماع واتفاق مسلمین، ۳۔روایات اہل سنت، ۴۔روایات شیعہ، کے ذیل میں ہم ان کی مختصر وضاحت پیش کریں گے ۔ ۱۔قرآن مجید کی آیتیں خدا وند عالم نے قرآن مجید کی متعدد آیتوں میں ان باتوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ پوری دنیا میں ایک اسلامی حکومت قائم ہوگی، دین اسلام ہر طرف پھیل جائے گا اور تمام مذاہب پر اس کا غلبہ ہوگا، (صالح اور لائق حضرات حکومت کریں

گے) ان میں سے بعض آیتیں یہ ہیں: (و قاتلوهم حتیٰ لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ[1]) اور تم لوگ ان کفار سے جہاد کرو یہاں تک کہ فتنہ کا وجود نہ رہ جائے اور سارا دین صرف اللہ کے لئے رہ جائے۔ (هو الذی ارسل رسولہ بالهدیٰ و دین الحق لیظهرہ علی الدین کلہ[2]) وہ خدا جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کردے۔ (یریدون ان یطفؤا نور اللہ بأفواههم و یأبیٰ اللہ الا ان یتم نورہ[3]) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ نور خدا کو اپنے منھ سے پھونک مار کر بجھا دیں حالانکہ خدا اسکے علاوہ کچھ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ وہ اپنے نور کو تمام (اور کامل) کردے۔

(یریدون لیطفؤا نور اللہ بأفواههم واللہ متم نورہ[4]) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ نور خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے۔ (و یرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ و یقطع دابر الکافرین[5]) اور اللہ اپنے کلمات کے ذریعہ حق کو ثابت کرنا چاہتا ہے اور کفار کے سلسلہ کو قطع کردینا چاہتا ہے۔ (و قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا[6]) اور کہہ دیجئے کہ حق آگیا اور باطل فنا ہوگیا کہ باطل بہر حال فنا ہونے والا ہے۔ (ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون[7]) اور ہم نے ذکر کے بعد زبور میں بھی لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہونگے۔ (و عد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض[8]) اللہ نے تم میں سے صاحبان ایمان اور عمل صالح بجالانے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ انہیں زمین میں اس طرح اپنا خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے والوں کو بنایا ہے۔ (ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انهم لهم المنصورون و ان جندنا لهم الغالبون[9]) اور ہمارے پیغامبر بندوں سے ہماری بات پہلے ہی طے ہو چکی ہے کہ انکی مدد بہر حال کی جائیگی اور ہمارا لشکر بہر حال

---

[1] سورۂ انفال آیت۳۹۔
[2] سورۂ توبہ آیت۳۳ وسورۂ فتح آیت ۲۸۔
[3] سورۂ توبہ آیت۳۲۔
[4] سورۂ صف آیت۸۔
[5] سورۂ انفال آیت۷۔
[6] سورۂ اسراء آیت۸۱۔
[7] سورۂ انبیاء آیت۱۰۵۔
[8] سورۂ نور آیت۵۵۔
[9] سورۂ صافات آیت۱۷۱۔۱۷۳۔

غالب آنے والا ہے ۔ (انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیاۃ الدنیا[1]) بیشک ہم اپنے رسول اور ایمان لانے والوں کی زندگانی دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں ۔ (کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قویّ عزیز[2]) اللہ نے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آنے والے ہیں بے شک اللہ صاحب قوت اور صاحب عزت ہے انکے علاوہ دوسری آیتیں بھی ہیں جنکی تاویل حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے ظہور کے وقت سامنے آئے گی وہ سب بھی اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلام تمام مذاہب پر غالب آجائے گا اور اہل حق، باطل پرستوں پر غلبہ حاصل کرلیں گے یا انبیائے الٰہی کا تسلط اور نور خدا کا تمام و کامل ہونا حتمی ہے، ان سب آیتوں کے معنی ابھی مکمل طریقے سے ظاہر نہیں ہوئے ہیں اور یہ آیتیں آخری زمانے میں انکے عملی ہونے کی بشارت دے رہی ہیں ۔

خدا وند عالم نے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے پیغمبروں کی ضرور مدد کرے گا اور ان کو غلبہ عطا کرے گا اور یہ طے ہے کہ اس غلبہ اور مدد کا تعلق صرف آخرت ہی سے نہیں ہے کیونکہ اس نے خود ارشاد فرمایا ہے: (فی الحیاۃ الدنیا)دنیاوی زندگی میں۔ دوسرے یہ کہ اس سے یہ مراد بھی نہیں ہے کہ انبیاء کرام اپنی اقوام کے اوپر اپنے زمانہ میں غلبہ حاصل کرلیں گے اور انکے مشن کو ترقی ہوگی کیونکہ بہت سارے انبیاء کی تبلیغ کا ان کی قوم پر کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ بہت سے انبیاء کو قتل بھی کر دیا گیا ۔

اس مدد اور غلبہ سے انکے مقصد اور پیغام کی مدد اور اسکا غلبہ مراد ہے اور ان آیتوں سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نصرت کسی خاص رتبہ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اس سے ہر طرح کی (مطلق) نصرت مراد ہے ۔ یہی نور کو تمام کرنے کے معنی بھی ہیں کہ جو لوگ خدا کے پیشرفت میں رکاوٹ پیدا کریں گے انکے مقابلہ میں خدا وند عالم اپنے نور کو کامل کر دے گا اسکے معنی بھی یہی ہیں کہ خدا وند عالم دین کو ترقی عطا کرے گا اسلام کی سرحدیں بڑھتی چلی جائیں گی اور یہ نور اس وقت مکمل ہوگا جب اسلام پوری دنیا میں پھیل جائے گا ۔ زمین پر مومنین کی جانشینی اور اس پر ان کے وارث ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پوری زمین کے مالک و مختار بن جائیں گے بلکہ یہ موقع صرف امام زمانہؑ اور ان کے ساتھیوں کو ملے گا ۔

[1] سورۂ غافر آیت٥١۔
[2] سورۂ مجادلہ آیت٢١۔

باطل کے اوپر ہر لحاظ سے حق کے غلبہ کے بھی یہی معنی ہیں کہ ہر اعتبار سے حق، باطل پر کامیاب و کامران ہو جائے گا اور اگر یہ کہا جائے کہ حجت و برہان کے ذریعہ غالب ہوگا اور ظاہر میں غالب نہ ہوگا تو اسے ہر لحاظ سے غلبہ نہیں کہا جائے گا جبکہ ان آیتوں سے ہر طرح کا تسلط سمجھ میں آتا ہے۔ لیکن یہ آیت: (لیظھرہ علی الدین کلہ) تاکہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب بنا دے۔ اسلام کے غالب ہو جانے کے بارے میں واضح دلیل ہے۔ ان آیتوں کی تائید اُن روایتوں سے بھی ہوتی ہے جو رسول اکرم ﷺ سے اس سلسلہ میں نقل ہوئی ہیں جیسے آپ نے فرمایا: (لیدخلن ھذا الدین علی مَن دخل علیہ اللیل) جہاں کہیں بھی رات داخل ہوتی ہے یہ دین وہاں ضرور پہنچے گا۔

اس حدیث میں آپ نے ''علی ما دخل علیہ اللیل ''فرمایا ہے اور ''علی ما دخل علیہ الیوم او الشمس''نہیں فرمایا اسکا راز شائد یہ ہو کہ اسمیں دین کو سورج سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ جہاں رات ہوتی ہے وہاں سورج ضرور پہنچتا ہے اسی طرح اسلام کے روشن و منور سورج کی کرنیں پوری دنیا میں پھیل جائیں گی اور کفر و ضلالت کی تاریکی کا اسی طرح خاتمہ ہو جائے گا جس طرح سورج، رات کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

۲۔ اجماع مسلمین اگر اس اجماع اور اتفاق سے شیعوں کا اجماع مراد ہو تو یہ بالکل واضح ہے اور اسے سب ہی جانتے ہیں کہ امام حسن عسکریؑ کے فرزند دلبند حضرت قائم آل محمدؑ کا ظہور شیعہ اثنا عشری مذہب کا اہم حصہ ہے اور اگر اس سے تمام مسلمانوں کا اتفاق مراد ہو تو اسکے ثابت کرنے کے لئے اہل سنت کے ایک صاحب نظر اور نکتہ سنج عالم، معتزلیوں کے علامہ ابن الحدید کا یہی ایک جملہ کافی ہے جو انہوں نے شرح نہج البلاغہ[1] میں تحریر کیا ہے'': قد وقع اتفاق الفریقین من المسلمین اجمعین علی ان الدنیا والتکلیف لا ینقضی الا علیہ''' 'دونوں فرقوں سنّی اور شیعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دنیا اور تکلیف شرعی کا خاتمہ نہ ہوگا مگر حضرتؑ پر ''یعنی آپ کے ظہور کے بعد۔ اہل سنت کے اور چار معروف علماء کے اقوال کیونکہ آئندہ مضمون میں نقل کئے گئے ہیں لہٰذا انہیں اس مقام

[1] مطبوعہ مصر ج۲ ص۵۳۵

پر ذکر نہیں کیا جا رہا ہے انھیں وہیں ملاحظہ فرمائیے۔ جو لوگ تاریخ پر نظر رکھتے ہیں انہیں بخوبی معلوم ہے کہ مصلح منتظر مہدی آل محمد علیہ الصلاۃ والسلام کے ظہور کے بارے میں تمام مسلمانوں کے درمیان اس حد تک اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ پہلی صدی ہجری سے اب تک جس نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے یا جس کی طرف اس دعوے کی نسبت دی گئی ہے سب نے اس کی کھل کر مخالفت کی ہے لیکن خود مسئلہ ظہور کی مخالفت کسی نے نہیں کی کیونکہ یہ بات مسلمانوں کے اجماع اور پیغمبر اکرم ﷺ کی صریحی روایات کے خلاف تھی بلکہ وہ ان کی مخالفت اور ابطال کے لئے یہ طریقہ اپناتے تھے کہ روایات میں حضرت مہدیؑ کے ظہور سے متعلق جن علامتوں اور نشانیوں کا تذکرہ ہے چونکہ ان مدعیوں کے یہاں ان میں سے کوئی علامت نہیں پائی جاتی ہے لہٰذا یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

اہل سنت کے چاروں مذاہب کے چار بزرگ علماء یعنی ابن حجر شافعی، ابو السرور احمد بن ضیاء حنفی، محمد بن احمد مالکی، یحییٰ بن محمد حنبلی سے جب اس سلسلہ میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اسکا اسی انداز میں جواب دیا جسکی تفصیل کتاب ''البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان'' باب ۱۳ پر انکے فتوؤں کے ساتھ نقل ہوئی ہے انھوں نے مسئلہ ظہور مہدیؑ کوثابت کرنے کے ساتھ آپؑ کی بعض خصوصیات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے یعنی وہ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دینگے یا حضرت عیسیٰؑ آپؑ کی اقتدا کریں گے یا آپؑ کے دوسرے اوصاف بیان کئے ہیں مختصر یہ کہ یہ ان کا مدلل، دوٹوک اور قانونی فتویٰ ہے حتیٰ کہ جناب زید کی طرف مہدویت کی جو غلط نسبت دی گئی تھی اس سلسلہ میں بنی امیہ کے شاعر حکیم بن عیاش کلبی نے یوں کہا ہے: (ولم ار مھدیا علی الجذع یصلب[1]) مجھے کوئی ایسا مہدی نہیں دکھائی دیا جسے سولی دی گئی ہو۔ اس سے اس کی مراد یہ ہے کہ مہدی جب ظہور کرینگے تو تمام ممالک کو فتح کرینگے اور پوری دنیا میں صرف انہیں کی حکومت ہوگی، ہر جگہ عدل و انصاف کا رواج ہوگا تو پھر جناب زید جنہیں سولی پر لٹکایا گیا وہ کس طرح مہدی ہو سکتے ہیں؟

[1] مطبوعہ مصر ج۲ ص۵۳۵

۳۔احادیث اہل سنت اہل سنت کے بڑے بڑے محدثین جنکے نام اور ان کی کتابوں کی تفصیل اس مقالہ میں اختصار کی بنا پر ذکر کرنا ممکن نہیں ہے انہوں نے حضرت مہدیؑ کے بارے میں صحابہ کے علاوہ بہت سے تابعین سے بھی کثرت کے ساتھ روایتیں نقل کی ہیں اور بعض حضرات نے تو اس سلسلہ میں مستقل کتاب بھی تالیف کی ہے جبکہ بہت سے لوگوں نے ان روایتوں کے متواتر ہونے کی تصریح کی ہے اور ان حضرات کی تحریروں میں اس بات کی تاکید موجود ہے ۔اس مقالہ کے بعض حصے جیسے صحابہ کے نام یا جن علمائے اہل سنت نے اس سلسلہ میں کتابیں لکھی ہیں یا جن لوگوں نے روایتوں کے متواتر ہونے کی صراحت کی ہے ان سب کے نام چونکہ اسی کتاب میں آئندہ ذکر کئے جائیں گے لہٰذا انہیں یہاں حذف کیا جا رہا ہے ۔

خلاصہ یہ کہ : پیغمبر اکرم ﷺ کی متواتر روایات سے صرف مسئلہ ظہور مہدی ہی حتمی اور قطعی نہیں ہے بلکہ تواتر کے ساتھ یہ بھی ثابت ہے کہ آپ پوری دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دینگے اور حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہو کر آپ کی اقتدا کرینگے اور آپ پوری دنیا کو فتح کر کے اسمیں قرآنی احکام کو عام کر دینگے ۔

اسکے علاوہ اہل سنت کے بہت سے علماء و محققین نے اپنے اشعار، قصائد یا اپنی کتابوں میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام امام حسن عسکریؑ کے اکلوتے بیٹے ہیں جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب ''منتخب الاثر'' کی تیسری فصل کے پہلے باب میں آنحضرتؑ کی ولادت، غیبت اور امامت سے متعلق اہل سنت کے ساٹھ علماء کے واضح اعترافات نقل کئے ہیں چنانچہ جو منصف مزاج انسان بھی ان اعترافات کو ملاحظہ کرے اسکے لئے کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہ سکتا ہے ۔

۴۔احادیث شیعہ مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ شیعوں نے جو روایتیں نقل کی ہیں وہ سب سے زیادہ معتبر ہیں کیونکہ پیغمبر اکرم ﷺ کے دور سے لیکر آج تک انکے درمیان حدیث نویسی کا سلسلہ کبھی بھی منقطع نہیں ہوا اور جو کتابیں پہلی صدی ہجری

---

[1] حدیث متواتر : اس حدیث کو کہا جاتا ہے جسکے نقل کرنے والے راوی اتنے افراد ہوں جنکے جھوٹ بولنے اور ساز باز کرنے کا امکان نہ ہو تھیں انمیں سے بعض آج بھی موجود ہیں جن سے لوگ با قاعدہ استفادہ کرتے ہیں بلکہ ان کی سب سے پہلی کتاب وہی کتاب ہے جسے رسول اکرم □نے املاء فرمایا تھا اور حضرت علیؑ نے اسے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا جیساکہ متعدد روایات میں ذکر ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام احادیث کو نقل کرتے وقت اس کتاب کو سند کے طور پر پیش کرتے تھے۔

سے ۵۰ ہجری تک یا ۵۰ ہجری سے ۱۰۰ ہجری تک لکھی گئیں دوسرے فرقوں کی روایتوں کے مقابلہ میں شیعوں کی روایتوں کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ ان کی روایتیں ائمہ معصومینؑ کے ذریعہ نقل ہوئی ہیں اور یہ حضرات زہد وتقویٰ کا نمونہ ہیں اور ان کی عظمت و فضیلت فریقین کے نزدیک ہر لحاظ سے مسلّم ہے اور ''اہل البیت ادریٰ بما فی البیت'' (یعنی گھر والوں کو اپنے گھر کے حالات بہتر معلوم ہوتے ہیں) کے مطابق ان سے منقول روایتیں فطری طور پر زیادہ محکم اور غلطیوں سے پاک ہیں۔

تیسری اہم وجہ : جسکی بنا پر شیعوں کی روایات سب سے زیادہ معتبر قرار پائی ہیں اور درحقیقت یہی سبب ان کی روایتوں کا بہترین پشت پناہ اور سند بھی ہے وہ حدیث ثقلین ہے جو متواتر بھی ہے یا حدیث سفینہ اورحدیث امان یا ان کے علاوہ اور دوسری روایات ہیں جن میں امت کو اہل بیتؑ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ اہل بیتؑ قرآن مجید کے ہم پلہ ہیں اور ان کا قول حجت ہے اور ان کے دامن سے وابستگی گمراہی سے نجات ہے نیز یہ کہ کوئی زمانہ، معصوم امام کے وجود سے خالی نہیں رہ سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ائمہ طاہرینؑ سے جو روایتیں نقل ہوئیں ہیں ان میں اعلیٰ درجہ کی صداقت اور اعتبار پایا جاتا ہے کیونکہ ایک طرف تو تمام عقلاء کی سیرت یہی ہے کہ وہ ایک معتبر شخص کی بات کو بخوشی قبول کر لیتے ہیں دوسرے یہ کہ اہل بیتؑ کو پیغمبر اکرم ﷺ سے جس درجہ قربت حاصل تھی اور آنحضرت ﷺ کے نزدیک ان لوگوں کا جو مرتبہ و مقام تھا وہ صحابہ اور تابعین میں کسی کو بھی حاصل نہیں تھا حتیٰ کہ حدیث ثقلین کے مطابق ان حضرات کا قول اور فعل شرعی حجت اور دلیل ہے اور کیونکہ یہ لوگ معصوم ہیں اور قرآن سے کبھی جدا نہیں ہونگے لہٰذا امت کے لئے ان کی بات ماننا اور ان کی طرف رجوع کرنا واجب ہے ۔اس مختصر تمہید کے بعد (جسے ہم نے اپنی اُس کتاب میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جس میں اہل بیتؑ کی پیروی کے واجب ہونے اور ان سے علم حاصل کرنے کے بارے میں گفتگو کی ہے) باآسانی یہ کہہ سکتے ہیں کہ شیعوں کے یہاں قائم آل محمد حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالی فرجہ کے ظہور سے متعلق ان کے عظیم علماء ومحدثین کی کتابوں میں معتبر ترین روایات موجود ہیں جو آغاز ہجرت سے اب تک

لکھی گئی ہیں جیسے ان اصل کتابوں کی روایتیں جو حضرت قائم آل محمدؑ کی ولادت سے پہلے تالیف ہوئی ہیں مثلاً حسن بن محبوب (متوفیٰ ۲۲۴ھ) کی کتاب ''مشیخہ'' یا ''سلیم بن قیس'' (متوفیٰ ۷۰ یا ۹۰ ہجری) کی کتاب۔ یہ ایسی روایات ہیں کہ ان میں سے صرف ایک روایت ہی امام زمانہؑ کی امامت کو یقینی طور پر ثابت کرنے کے لئے کافی ہے اور یہ کہ آپ امام حسن عسکریؑ کے اکلوتے بیٹے ہیں، وہ روایات جن میں ایسی پیشین گوئیاں بھی ہیں جو اب تک سچ ثابت ہو چکی ہیں اور وہ اولیائے خدا کا معجزہ سمجھی جاتی ہیں اور انہیں ان کی غیب سے متعلق خبر شمار کیا جاتا ہے۔ وہ روایتیں جن میں اس ظہور کے خصوصیات، شرائط اور اس کی علامتیں واضح طور پر بیان کی گئی ہیں ان روایتوں کی تعداد تواتر سے کہیں زیادہ ہے اور ان کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنا صرف اسی کے لئے ممکن ہے جسکا مطالعہ بہت وسیع ہو اور وہ اس فن میں واقعاً صاحب نظر ہو۔

قارئین محترم یہ مسئلہ صرف زبانی دعویٰ نہیں بلکہ بالکل سچ اور حقیقت پر مبنی ہے جسکی بہترین دلیل حدیث کے اہم مجموعوں کے علاوہ بڑے بڑے شیعہ محدثین کی وہ سینکڑوں کتابیں بھی ہیں جو اس موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ جیسے تیسری صدی ہجری کے بزرگ عالم عیسیٰ بن مہران مستعطف کی تالیف ''المھدی''، فضل بن شاذان کی کتاب ''قائم و غیبت''، تیسری صدی ہجری کے جلیل القدر عالم عبد اللہ بن جعفر حمیری کی تالیف ''غیبت''، یا کتاب ''غیب وذکر القائم'' مؤلفہ ابن اخی طاہر (متوفیٰ ۳۵۸ھ)، محمد بن قاسم بغدادی معاصر ابن ہمام (متوفیٰ ۳۳۳ھ) کی کتاب ''غیبت''، شیخ کلینیؒ کے ماموں علان رازی کلینی کی تالیف ''اخبار القائم'' یا ''اخبار المھدی''، مولفہ جلودی (متوفیٰ ۳۳۲ھ)، چوتھی صدی ہجری کے ایک بڑے عالم نعمانی کی ''کتاب غیبت''، حسن بن حمزہ مرعشی (متوفیٰ ۳۵۸ھ) کی تالیف ''غیبت'' یا ''دلائل خروج القائم'' مولفہ ابن علی حسن بن محمد بصری، (تیسری صدی ہجری کے عالم) احمد بن ربیع المروزی یا کتاب ''ذکر القائم من آل محمدؑ'' قدیم محدث ابی علی احمد بن محمد جرجانی کی تالیف'' اخبار القائم'' یا ''الشفاء والجلاء'' مولفہ احمد بن علی رازی'' ترتیب الدولہ'' مولفہ احمد بن حسین مہرانی، ''کمال الدین''، ''کتاب غیبت کبیر'' تالیف شیخ صدوقؒ (متوفیٰ ۳۸۱ھ)، ابن جنید کی کتاب ''غیبت'' (متوفیٰ ۳۸۱ھ)، ''کتاب غیبت'' مولفہ شیخ مفید (متوفیٰ

۴۱۳ھ)، سید مرتضیٰؒ (متوفیٰ ۴۳۶ھ) کی کتاب غیبت، شیخ طوسیؒ (متوفی ۴۶۰ھ) کی کتاب ''غیبت''۔ سید مرتضیٰؒ کے ہم عصر اسعد آبادی کی تالیف ''تاج الشرفی، کتاب ما نزل من القرآن فی صاحب الزمان'' مؤلفہ عبداللہ عیاش (متوفیٰ ۴۰۱ھ) ''فرج کبیر''، مؤلفہ محمد بن ھبت اللہ طرابلسی (شاگرد شیخ طوسیؒ) اسی طرح ''برکات القائم''، تکمیل الدین، بغیۃ الطالب، تبصرۃ الاولیاء، کفایۃ المہدی، اخبار القائم، اخبار ظہور المہدی، الحجۃ البالغ، تثبیت الاقران، حجۃ الخصام، الدر المقصود، اثبات الحجۃ، اتمام الحجۃ، اثبات وجود القائم، مولد القائم، الحجۃ فی ما نزل فی الحجہ، الذخیرۃ فی المحشر، السلطان المفرج عن الایمان، سرود اہل الایمان، جنی الجنتین، بحار الانوار کی تیرھویں جلد، غیبتِ عوالم کے علاوہ ایسی اور بھی سینکڑوں کتابیں ہیں جن کی فہرست اور مؤلفین کے نام تحریر کرنے سے یہ گفتگو کافی طویل ہو جائے گی۔ ان متواتر روایات کی روشنی میں اس مقام پر ہم حضرت مہدیؑ کے بعض اوصاف اور ان کی بعض علامتیں ایک فہرست کی شکل میں پیش کر رہے ہیں جن کی وضاحت کسی دوسرے موقع پر پیش کی جائے گی[1]۔

آخر میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ امام عصرؑ کے موجود ہونے کے بارے میں اور بھی عقلی و نقلی دلیلیں موجود ہیں جن کو ہم اس مقام پر بیان نہیں کر رہے ہیں۔ البتہ مختصر یہ کہ وہ تمام عقلی و نقلی دلیلیں جو امامت عامہ پر دلالت کرتی ہیں یا یہ ثابت کرتی ہیں کہ ہر زمانہ میں ایک امام معصوم کا موجود ہونا ضروری ہے، ہر امام کی معرفت واجب ہے اور کبھی بھی زمین حجت سے خالی نہیں رہ سکتی کیونکہ ''لو بقیت الارض بغیر حجۃ لساخت باھلھا'' اگر زمین حجت خدا سے خالی ہو جائے تو وہ تمام اہل زمین کو اپنے اندر دھنسا لے گی یہی سب دلیلیں حضرت صاحب الزمانؑ کے وجود اور آپ کی امامت کی مستحکم دلیلیں ہیں اور امام عصر ارواحنا فداہ کے وجود کے اثبات اور پردۂ غیبت میں آپ کے زندہ رہنے پر استدلال و برہان قائم کرنے کے لئے یہی دلیلیں بہترین سند ہیں۔

[1] چونکہ یہ تمام اوصاف ''امام مہدیؑ کے اوصاف اور امتیازات ''نامی فصل میں بیان کئے جائیں گے لہٰذا انہیں اس جگہ سے حذف کر یا گیا ہے، قارئین کرام ص۸۰ کا مطالعہ فرمائیں۔

بارہ امام

ہمیں معلوم ہے کہ شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد اسلامی امت کی دینی اور سیاسی رہبری و قیادت ایک خدائی منصب ہے اور پیغمبر اکرم ﷺ نے اس کے لئے حکم خدا سے ایک لائق اور اہل شخص کو معین کیا اور جس طرح پیغمبر اکرم ﷺ امت کی دینی ،سیاسی روحانی اور انتظامی قیادت کے ذمہ دار تھے، امام بھی جو کہ پیغمبر اکرم ﷺ کا جانشین اور خلیفہ ہے، امت کا قائد و رہبر ہے ۔البتہ ان دونوں کے درمیان صرف اتنا سا فرق ہے کہ پیغمبر ﷺ پر وحی نازل ہوتی ہے اور وہ کسی انسان کے وسیلہ کے بغیر دین و شریعت کو عالم غیب سے حاصل کرکے اسے اپنی قوم تک پہونچاتا ہے لیکن امام شریعت و کتاب لیکر نہیں آتا ہے ،اسکے پاس عہدۂ نبوت نہیں ہوتا بلکہ وہ پیغمبر اکرم ﷺ کی کتاب و سنت کے ذریعہ امت کی ہدایت کرتا ہے ۔ یہ طے ہے کہ یہ طریقۂ کار عدل و انصاف ،عقل و منطق اور حق کے عین مطابق ہے اور اسکے علاوہ امت کی رہبری و قیادت کے جتنے طریقے اور راستے ہیں ان میں یہی سب سے زیادہ قابل اعتماد اور بھروسہ کے لائق ہے کیونکہ جس شخص کو بھی پیغمبر اکرم ﷺ خداوند عالم کے حکم سے امت کا رہبر و ہادی بنائیں گے اسمیں رہبری کی تمام صلاحیتیں موجود ہوں گی اور وہی امامت و ہدایت کے لئے بہتر ہوگا جیسا کہ مشرقی اور مغربی فلاسفہ کے لئے قابل فخر اور عظیم فلسفی شیخ الرئیس ابو علی سینا نے کہا ہے: ''والاستخلاف بالنص اصوب فان ذالک لا یودیٰ الی التشعب والتشاغب والاختلاف ''،یعنی نص کے ذریعہ خلیفہ کا انتخاب ہی سب سے زیادہ درست بات ہے کیونکہ اس میں کسی بھی قسم کی پارٹی بازی، فتنہ و فساد اور اختلاف کا امکان نہیں ہے ۔

مسلمانوں کی ایسی دینی اور سیاسی رہبری وقیادت کہ ان کے رہبر کا ہر قول و فعل ہر ایک کے لئے حجت اور لوگوں کے تمام دینی اور دنیاوی امور پر حاکم ہو یہ ایک بہت نازک اور بلند مقام و مرتبہ ہے اور اس سے بڑا عہدہ کوئی اور نہیں ہو سکتا لہٰذا اگر اس کے انتخاب میں ذرہ برابر کوتاہی ہو جائے تو اسکے خطرناک نتائج سامنے آئیں گے اور پھر انبیاء کی بعثت کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہ جائے گا ۔

صالح ہادی کا انتخاب

جو شخص اتنی اہم صلاحیتوں کا مالک ہو اس کی شناخت کرنا عام لوگوں کی عقل و شعور سے بالاتر ہے اس عہدہ کا حقدار وہی ہو سکتا ہے جسکے اندر انسانی فنون اور فضائل و کمالات جیسے علم ، حلم ، بخشش،چشم پوشی ،رحم دلی ،عدل ،تواضع، انسانی حقوق کی آزادی کا احترام، انسان دوستی ، عقل ،تدبیر،دینی اور روحانی معاملات کے بارے میں دقت نظر کے علاوہ دوسرے اہم اور ضروری صفات اور شرائط پائے جاتے ہوں جن کو خداوند عالم کی ہدایت کے بغیر پہچاننا ہر گز ممکن نہیں ہے ۔اس بنا پر یا اور دوسری عقلی و نقلی دلیلوں کی بنیاد پر شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ پیغمبرؐ جیسے صفات رکھنے والے امام کو منصوب اور معین کرنے کا حق صرف خداوند عالم کے اختیار میں ہے اور امام کی تعیین جیسا کہ آیۂ شریفہ میں صاف طور پر ذکر ہے دین کی تکمیل اور نعمت کا اتمام ہے اور بعثت انبیاء کی غرض اور اسکے مقصد کے عین مطابق ہے اور اسکو چھوڑ دینا اسلامی سماج اور معاشرہ کے بارے میں بے توجہی کے مثل ہے اور یہ انبیاء کی زحمتوں کو ضائع کرنا ہے ۔

بشر کا انتخاب ہمیشہ حق نہیں ہو سکتا شیعوں کا کہنا ہے کہ جس شخص کا قول و فعل حتی اس کی تائید یا خاموشی بھی ہر ایک کے لئے نمونۂ عمل ہے اور وہ شریعت کی ناموس کا محافظ اور اسکے احکام کی تشریح کرنے والا ہے ایسے بشر کا صحیح انتخاب انسانوں کے ذریعہ ہر گز ممکن نہیں ہے بلکہ ایسے ولی امر کا انتخاب کہ جسکی اطاعت اس آیت : ''اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اُولی الامر منکم '' کے حکم کی بنا پر واجب ہے یہ صرف خدا کی طرف سے ہی صحیح اور حق بجانب ہے کہ خدا وند عالم لوگوں کی ظاہری ،باطنی ،روحانی اور فکری تمام صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہے نہ اسے غافل بنایا جا سکتا ہے اور نہ اسکے یہاں غفلت کا امکان ہے اور نہ وہ کسی کی ریاکاری ،مکاری اور ظاہری اور کھوکھلی اداؤں نیز عوام فریبی سے دھوکہ کھاتا ہے اور نہ ہی جذبات و احساسات ،خوف و دہشت یا کسی کی دھمکی سے اسکے اوپر کوئی اثر پڑتا ہے نہ ہی ذاتی اغراض و مقاصد اور اپنی قوم یا قبیلہ اور خاندان یا شہر والوں کے منافع کے خیال سے اسکا دامن داغدار ہے ۔لیکن اگر اس انتخاب میں لوگوں کو شریک کر لیا جائے تو پہلے تو یہ کہ اگر وہ صالح فرد کا انتخاب کرنا بھی چاہیں تو

وہ اسے پہچانتے نہیں ہیں،دوسرے یہ کہ اثر ورسوخ کا استعمال، بھول چوک ایک دوسرے کی مخالفت یا لالچ وغیرہ ان کی آزادی خیال اور اظہار رائے کی راہ میں مانع ہو جاتے ہیں۔تیسرے یہ کہ انہیں ذاتی مفادات کی فکر رہتی ہے جسکا مشاہدہ دنیا کے ہر الیکشن میں ہوتا رہتاہے ۔چاہے الیکشن جتنے آزاد اور صحیح کیوں نہ ہوں اسکے باوجود ان کے اوپر ان اغراض و مقاصد کا ضرور اثر ہوتاہے اور تمام لوگ عام طور سے ذاتی مفادات کو اجتماعی مفادات پر ترجیح دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج تک ملکوں کے سربراہوں کا کوئی الیکشن ہر لحاظ سے صحیح اور کامل ثابت نہیں ہو سکا اور جن لوگوں کے اندر زیادہ لیاقت اور صلاحیت تھی انہیں نہیں چنا گیا اور اگر اتفاقاً کبھی کسی حد تک کوئی لائق آدمی چن بھی لیا گیا تو اس کی وجہ لوگوں کی صحیح تشخیص یا ان کی حق بینی اور باریک بینی یا دقت نظر نہیں تھی بلکہ اتفاقی طور پر یا ملکی حالات اور سیاسی مجبوریوں کی بنا پر ایسا ہوگیا ہے ورنہ اگر لوگوں کی یہ تشخیص بالکل صحیح اور ہر قسم کے نقص سے دور اور حقیقت اور صحیح شناخت پر مبنی ہوتی تو پھر انکے چنے ہوئے ہر شخص کے اندر اس عہدے کی لیاقت اور صلاحیت ہونی چاہئے تھی جبکہ ہم عام طور سے دیکھتے رہتے ہیں کہ انسانوں کا انتخاب اکثر غلط ہی ہوتا ہے اور اسکا نتیجہ بہت کم صحیح ہو پاتا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ لوگ واقعاً صالح اور لائق افراد کو پہچاننے سے عاجز ہیں۔

جیسا کہ حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے سعد بن عبد اللہ اشعری قمی کے جواب میں فرمایا تھا ،جب انھوں نے آپ سے سوال کیا کہ لوگوں کو امام کے انتخاب کا حق کیوں نہیں ہے؟ امام نے فرمایا : نیک یا برا امام ؟انہوں نے کہا : نیک آپ نے فرمایا کیونکہ ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کے باطن اور نیت سے واقف نہیں ہے تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ کسی نااہل کو چن لیں۔عرض کی : جی ہاں ممکن ہے آپ نے فرمایا : ''فھی العلۃ[1]'' ''یہی وجہ ہے ''کہ لوگ اپنے امام کو نہیں چن سکتے ہیں۔اس سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ جو امام،پیغمبر کا جانشین اور خلیفہ ہوتا ہے اسےخدا کی طرف سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی معین کر سکتے ہیں اور یہ کام لوگوں کے بس سے باہر ہے اور ایک صالح سماج اور معاشرے یا نظام کے متعلق انبیاء اور دین کا جو مقصد تھا

[1] منتخب الاثر صفحہ ۱۵۱۔

وہ پورا نہیں ہو سکتا ہے اسی لئے سب نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ لیا کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد جب اس قاعدہ اور قانون کی خلاف ورزی کی گئی تو پہلے تو کچھ لوگوں نے کہا کہ خلافت کو بھی وزیر اعظم کے الیکشن کی طرح لوگوں کے چناؤ اور اجماع سے طے ہونا چاہئے اور جب حضرت ابوبکر نے خود حضرت عمر کو اپنا جانشین مقرر کر دیا اوران ہی کے بقول ''امت کو خلیفہ کے انتخاب کا حق حاصل ہے''خود ہی یہ حق امت سے چھین لیا اور اپنی من مانی سے حضرت عمر کو خلیفہ بنا دیاتو پھر یہ کہنا شروع کر دیا کہ خلیفہ اپنا جانشین معین کر سکتا ہے۔

ایک منزل اور آگے بڑھ کر تو خلیفہ کے انتخاب کے لئے چھ آدمیوں پر مشتمل باقاعدہ کمیٹی کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو دنیا کے کسی قانون حکومت کے مطابق نہیں تھی پھر کہنے لگے کہ اس طرح بھی خلیفہ منتخب ہو سکتا ہے جب کچھ اور آگے بڑھیتو بنی امیہ کے شرابی کبابی اور زانی بادشاہوں تک نوبت پہونچ گئی چنانچہ جب یہ صورتحال دیکھی کہ اگر ولی امر کے لئے ایک چھوٹی سی شرط بھی رکھ دی گئی تو پھر ان تمام گذشتہ حکومتوں کے غیر شرعی ہونے کا اعلان کرنا پڑے گا اور کھلے عام شیعہ عقیدہ کی ترویج کرناہوگی لہٰذا وہ یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ اسلامی حاکمیت بھی زمانۂ جاہلیت کی حکومتوں کی طرح ہے اور اسکے لئے کوئی شرط ضروری نہیں ہے اس بنا پر جو شخص بھی اپنی طاقت کے بل بوتے پر باپ کی میراث میں یا کسی بھی طریقہ سے حکومت حاصل کر لے اس کی اطاعت تمام مسلمانوں پر واجب ہےاور ان کی جان و مال اور عزت و آبرو پر صرف اسی کا حکم نافذ ہے ۔

اس عقیدہ اور انداز فکر نے اخلاقی پستی کو جنم دینے کے علاوہ ظالموں اور جابروں کے لئے حکومت حاصل کرنے کے لئے زور آزمائی کا کھلا میدان فراہم کر دیا اور اس سے روز بروز ان کی لالچ میں اضافہ ہی ہوتا رہا اور تاریخ اسلام کی ابتداء سے آج تک حکومت پر بنی امیہ،بنی عباس جیسے تمام ظالم و جابر بادشاہوں اور سلاطین کے تسلط اور قبضہ کی یہی اہم وجہ ہے چنانچہ ان نااہل حکومتوں کی وجہ سے جو ظلم وتشدد ہوا اور اسلام کو ان کی طرف سے جو نقصان اٹھانا پڑا اسے اس مقالہ میں قلمبند کرنا ممکن نہیں ہے اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے دور کے ایسے مشہور اہل سنت مفکرین جو اس نظریہ اور اس عقیدے کے خطرناک نتائج کی وجہ سے اسکے مخالف

ہیں انہوں نے بھی اس عقیدہ پر سخت تنقید کی ہے ۔امامؑ کی تعیین کے بارے میں شیعوں کا عقیدہ بہت ہی مستحکم عقلی اور منقولہ دلیلوں پر استوار ہے اور شروع سے لیکر آج تک ہر دور میں یہ عقیدہ حریت پسند،انصاف طلب اور ظلم و ستم کے خلاف جہاد اور حق کے لئے قیام کرنے والے افراد کا اصل مرکز رہا ہے اسی لئے شیعوں کے صرف ایک عالم یعنی علامہ حلیؒ نے اپنی کتاب الفین میں اس بارے میں ایک ہزار دلیلیں پیش کی ہیں کہ امام،خدا کی طرف سے ہی معین اور منصوب ہونا چاہئے،شیعوں کی نظر میں علمی اور عملی صلاحیتوں کے بغیر کسی کو کوئی چھوٹے سے چھوٹا سماجی یا حکومتی اور دینی منصب دینا جائز نہیں ہے اور حاکم کو اسلامی عدالت کا پیکر ہونا چاہئے اور یہ کہ وہ اسلامی احکام کو نافذ کرے اور اس کے مقاصد کے لئے پوری سعی و کوشش کرے۔

بنی امیہ اور بنی عباس کے دور حکومت میں جو لوگ حکومت پر قابض ہوئے شیعوں کی نظر میں ان میں سے بہت سے لوگ تو کسی گاؤں کی پردھانی،بلکہ ایک گلی،کوچہ کی پہرہ داری کے لائق بھی نہیں تھے ۔جو شخص بھی اسلامی تعلیمات یا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،امیر المومنینؑ اور ائمہ طاہرین کی سیرت اور لوگوں کے ساتھ ان کے طرز معاشرت کو ملاحظہ کرے اور اس کے بعد ان سرپھرے بادشاہوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھے جنھوں نے اسلامی ممالک پر حکومت کی ہے اور یہ دیکھے کہ انہوں نے طاقت کے زور پر اسلامی حکومت کے اوپر کیسے قبضہ کیا اور رعایا کے سروں پر سوار رہے اور وہ اپنی عیاشی، فحاشی، محلوں کی تعمیر و تزئین اور اپنے رشتہ داروں اور درباریوں کے منھ بھرنے کے لئے بیت المال کو کس بے دردی سے لٹاتے تھے ؟اور لوگوں کے اوپر اپنی قدرت و طاقت کا رعب جمانے کے لئے اپنے حوالیوں موالیوں کے ساتھ مخصوص حفاظتی فورس کے پہرے میں بیش قیمت سواریوں پر سوار ہو کر کس طنطنے کے ساتھ عوام کے درمیان سے گذرتے تھے؟ان حالات کو دیکھنے کے بعد انسان یہ تصدیق کرنے پر مجبور ہے کہ ان کا طرز حکومت اسلام کے آزادی بخش نظام یا عدل وانصاف کو رواج دینے والی تعلیمات سے کسی طرح ہم آہنگ نہیں تھا جیسا کہ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ان کے رسم و رواج عام طور سے اسلامی حکومت کے اصول اور قوانین کے خلاف ہی نہیں تھے بلکہ وہ ظلم و استبداد اور ڈکٹیٹر شپ کے بد ترین نمونے تھے جنکا تعلق سو فیصدی دور جاہلیت سے ہے اگر ہم اس موضوع کو چھیڑیں گے تو

اس مقالہ کی منزل مقصود سے دور ہو جائیں گے، مختصر یہ کہ خداپرست عادل اور منصف مزاج ارباب حکومت کے عقیدے نے شیعوں کو ظلم و ستم سے دور کر دیا اور انہیں ظالم کے سامنے جھکنے اور اسکا احترام کرنے سے بالکل متنفر بنا دیا[1]۔اب تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے صاف واضح ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کو اپنی جانشینی اور امت کی رہبری کا خاص خیال تھا اور یہ ہرگز ممکن نہیں ہے کہ جو پیغمبر، مستحبات و مکروہات جیسے عام اور چھوٹے چھوٹے مسائل کو بیان کرنے میں سستی سے کام نہ لے اسے خلافت جیسے اہم اور حساس مسئلے کے بارے میں کوئی فکر نہ رہی ہوگی اور اس نے اس سلسلہ میں کوئی اقدام ہی نہ کیا ہوگا؟ ان تمہیدات کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے؟

سوال: پیغمبر اکرم ﷺ نے کن افراد کو اپنا جانشین قرار دیا.....اور جس طرح اسلام کے تمام احکام کا قرآن و سنت سے استنباط واستخراج ہوتا ہے کیا ہم قرآن مجید اور احادیث شریفہ کی طرف رجوع کرکے پیغمبر ﷺ کے بعد امت کے واقعی رہبروں کو نہیں پہچان سکتے؟کیا اس سلسلہ میں اسلامی منابع وآخذ (کتب) میں معتبر احادیث اور نصوص پائی جاتی ہیں؟

جواب:یہ موضوع قرآن وحدیث دونوں جگہ مذکور ہے اگرچہ حکام وقت کی سیاست کی بنا پر ایسی روایات کے نقل و بیان پر سختی کے ساتھ پابندی عائد کردی گئی تھی لیکن اس کے باوجود اس موضوع سے متعلق اتنی کثرت سے روایات،معتبر اسلامی کتب میں موجود ہیں کہ کسی اور اسلامی مسئلہ میں اتنی روایات ملنا مشکل ہیں۔

ہم یہاں پر حدیث غدیر جیسی معتبر حدیث کا تذکرہ نہیں کریں گے جس کے صرف اسناد کے بارے میں ایک عالم نے ۲۸ جلدیں تحریر کی ہیں،عبقات الانوار اور الغدیر کی متعدد جلدیں اسی سے متعلق ہیں ان کے علاوہ ''ابن عقدہ'' جیسے حفاظ نے بھی حدیث غدیر سے متعلق ایک مکمل کتاب تحریر کی ہے۔ علاوہ بریں تمام مفسرین، متکلمین، محدثین اور ماہرین لغت نے اسے نقل کیا ہے۔ حدیث ثقلین جو متواتر ہے اور اہل سنت کی معتبر ترین کتب میں صحیح اور قابل اعتماد اسناد کے ساتھ نقل ہوئی ہے حدیثِ امان،

[1] مولف کی کتاب ''پرتوی از عظمت حسین ؑ''(یعنی امام حسینؑ کی عظمت کی ایک جھلک) صفحہ ۳۴۹ سے ۳۵۸ تک ملاحظہ فرمائیے۔

حدیث سفینہ اور ان کے علاوہ سینکڑوں احادیث ہیں جن میں صراحت کے ساتھ امیرالمومنینؑ اور دیگر ائمہ کی جانشینی کا تذکرہ ہے ،ہم یہاں ان احادیث کو بیان نہیں کریں گے کیوں کہ ان میں سے اکثر احادیث سے کم و بیش سبھی واقف ہیں۔

احادیث ائمہ اثنا عشر

اس مقام پر ہم کتب اہل سنت سے صرف انھیں روایات کا تذکرہ کریں گے جن میں ائمہ کی تعداد اور ان کے نام ذکر کئے گئے ہیں اور احادیث کو نقل کرنے والے علماء و مفسرین کے مطابق انہیں احادیث میں حضرت مہدیؑ کی بشارت بھی موجود ہے۔ایسی احادیث مکتب شیعہ اثنا عشری کے علاوہ مسلمانوں کے کسی دوسرے فرقہ اورمذہب کے مطابق نہ کل تھیں اور نہ آج ہیں۔

ائمہ اثنا عشر کی روایت نقل کرنے والے صحابہ

پیغمبر اکرم ﷺ کے بعض اصحاب نے ایسی روایات نقل کی ہیں جن کی رُو سے بارہ اماموں کی امامت کا اثبات ہوتا ہے ان میں کچھ نام یہ ہیں:۱۔جابر بن سمرہ، ۲۔عبداللہ بن مسعود، ۳۔ابوجحیفہ، ۴۔ابوسعید خدری، ۵۔سلمان فارسی، ۶۔انس بن مالک، ۷۔ابوہریرہ، ۸۔واثلہ بن اسقع، ۹۔عمر بن الخطاب، ۱۰۔ابوقتادہ، ۱۱۔ابوالطفیل، ۱۲۔ امام علیؑ، ۱۳۔امام حسنؑ، ۱۴۔امام حسینؑ، ۱۵۔شفیا صبحی، ۱۶۔عبداللہ بن عمر، ۱۷۔عبداللہ بن اوفیٰ، ۱۸۔عمار بن یاسر، ۱۹۔ابوذر، ۲۰۔حذیفہ بن الیمان، ۲۱۔جابر بن عبداللہ الانصاری، ۲۲۔عبداللہ بن عباس، ۲۳۔حذیفہ بن اسید، ۲۴۔زید بن ارقم، ۲۵۔سعد بن مالک، ۲۶۔اسعد بن زرارہ، ۲۷۔عمران بن حصین، ۲۸۔زید بن ثابت، ۲۹۔عائشہ، ۳۰۔ام سلمہ، ۳۱۔ابوایوب انصاری، ۳۲۔حضرت فاطمہ زہراؑ، ۳۳۔ابوامامہ، ۳۴۔عثمان بن عفان۔جن کتب حدیث میں یہ احادیث موجود ہیں ان تمام کتب،جوامع اور اصول کو تلاش کرکے ایک جگہ جمع کرنا انتہائی مشکل ہے جن میں یہ احادیث موجود ہیں سردست ہم شیعہ و سنی کتب میں سے صرف چند کتب کا تذکرہ کررہے ہیں۔

شیعہ کتب

۱۔ الصراط المستقیم الی مستحق القدیم ۳ جلدیں۔

۲۔ اثبات الھداۃ شیخ حر عاملی، جو کچھ عرصہ پہلے ۷ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

۳۔ کفایۃ الاثر۔

۴۔ مقتضب الاثر۔

۵۔ مناقب شہر آشوب[1]۔

۶۔ بحار الانوار۔

۷۔ عوالم۔

۸۔ منتخب الاثر۔

کتب اہل سنت

۱۔ صحیح بخاری، ۲۔ صحیح مسلم، ۳۔ سنن ترمذی، ۴۔ سنن ابی داؤد، ۵۔ مسند احمد، ۶۔ مسند ابی داؤد طیالسی، ۷۔ تاریخ بغداد، ۸۔ تاریخ ابن عساکر، ۹۔ مستدرک حاکم، ۱۰۔ تیسیر الوصول، ۱۱۔ منتخب کنز العمال، ۱۲۔ کنز العمال، ۱۳۔ الجامع الصغیر، ۱۴۔ تاریخ الخلفاء، ۱۵۔ مصابیح السنہ، ۱۶۔ الصواعق المحرقہ، ۱۷۔ الجمع بین الصحیحین، ۱۸۔ معجم طبرانی، ۱۹۔ التاج الجامع للاصول۔

---

[1] ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب ''متشابہ القرآن و مختلفہ''ج۲ ص۵۵پر اس حدیث کے راویوں میں دیگر اصحاب کا نام بھی ذکرکیاہے۔

مضمون احادیث

ہم یہاں ان روایات میں سے صرف چند کا تذکرہ کررہے ہیں تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ مذہب شیعہ اثنا عشری کی بنیاد تمام اسلامی فرقوں کے نزدیک قابل قبول اور معتبر مدارک ومنابع پر ہے، اور ''اثنا عشری'' کا نام زبان وحی ورسالت یعنیحضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجز نما کلام سے ماخوذ ہے۔

۱۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں عالی اسناد کے ساتھ ۳۵ روایات پیغمبر اکرمؐ سے نقل کی ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد آپؐ کے جانشین اور امت کے رہبروں کی تعداد بارہ ہوگی۔ مسند احمد بن حنبل اہل سنت کی مسانید وجوامع اور کتب حدیث کی معتبر ترین کتاب شمار کی جاتی ہے، احمد بن حنبل نے ایک روایت اپنے اسناد کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی جابر بن سمرہ سے نقل کی ہے، جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ ''میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا '':یکون لہٰذہ الامۃ اثنا عشر خلیفۃ[1]'' ''اس امت میں بارہ افراد (میرے) خلیفہ ہوں گے۔'' اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ صرف مذہب شیعہ اثنا عشری کا ہی یہ نظریہ ہے۔

۲۔ ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے ابن معود سے یہ روایت نقل کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا '':ان عدّۃ الخلفاء بعدیعدّۃُ نقباء موسی (ع)[2]'' ''میرے جانشینوں کی تعداد نقباء موسیٰ کی تعداد کے برابر ہے، جنکی تعداد متفقہ طور پر بارہ تھی

۳۔ طبرانی نے ابن معود سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (یکون من بعدي اثنیٰ عشر خلیفۃ کلّھم من قریش[3]) ''میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔''

---

[1] بحوالہ منتخب الاثر، ص۱۲
[2] الجامع الصغیر، ج۱ص۹۱طبع چہارم
[3] کنز العمال، ج۱ص۳۳۸، ج۶ص۲۰۱۔

۴۔ابن نجار نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' :لن یزال ھذا الدین قائمًا الی اثنی عشر من ریش فاذا ھلکوا ماجت الارض بأہلھا''[1] ''یہ دین اس وقت تک قائم رہے گا جب تک قریش کے بارہ خلیفہ نہ ہوجائیں جب ان کی رحلت ہوجائے گی توزمین اپنے اہل کے ساتھ مضطرب ہوجائے گی۔''

۵۔دیلمی نے فردوس الاخبار میں ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ پہلی نماز اداکرنے کے بعد ہم لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: اے گروہ اصحاب !بے شک تمہارے درمیان میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوحؑ اور باب حطۂ بنی اسرائیل کی ہے پس میرے بعد میرے اہل بیتؑ سے متمسک رہنا جو راشدو رہبر میری ذریت سے ہیں (اگرتم نے ایسا کیا) تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ '''',فقیل: یا رسول اللہ کم الائمۃ بعدک؟ قال اثنا عشر من اھل بیتي(اوقال) من عترتي'' ،سوال کیا گیا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ کے بعد کتنے ائمہ ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا :بارہ افراد میرے اہل بیت میں سے'' یا فرمایا ''میری عترت میں سے''[2]

٦۔غایۃ الاحکام کے شارح نے اپنی اسناد کے ساتھ ابوقتادہ سے حدیث نقل کی ہے کہ ابوقتادہ نے کہا : ''میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا '''' الائمۃ بعدي اثنا عَشَرَعد دَ نقباءِ بني اسرائیل وحواري عیسیٰ[3] ''اس قسم کی روایات کتب اہلسنت میں بہت ہیں بطور نمونہ یہی روایات کافی ہیں۔

۷۔فاضل قندوزی نے ابوالفضیل عامر بن واثلہ سے، انہوں نے حضرت علیؑ سے اورآپؑ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا : ''اے علی،تم میرے وصی ہو،تمہاری جنگ میری جنگ اور تمہاری صلح میری صلح ہے،تم امام اور والد

---

[1] کنز العمال،ج۶ص۲۰۱ ح ۳۴۸۳۔
[2] عبقات الانوار، ج۲ص۲۴۶۔
[3] کشف الاستار،ص۷۴۔

امام ہو، گیارہ اماموں کے والد ہو، جو سب کے سب پاک اور معصوم ہیں انھیں میں سے مہدی بھی ہیں جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے"[1]

۸۔ فاضل قندوزی نے ہی یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میرے بعد بارہ امام ہوں گے اے علی، جن میں سے پہلے امام تم ہو اور آخری امام (قائم) ہے جس کے ہاتھو پر خدا مشرق ومغرب کی فتح عطا کرے گا"[2]

۹۔ حموئی نے "فرائد السمطین" اور سید علی ہمدانی نے "مودۃ القربیٰ" میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

"انا سید النبیین وعلي بن ابي طالب سید الوصیین وان اوصیائي اثنا عشر اولہم علي بن ابي طالب وآخرہم القائم"[3]

"میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں اور علی، سید الاوصیاء ہیں اور میرے بارہ جانشین ہیں جن میں پہلے علی، اور آخری قائم (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ) ہیں۔

۱۰۔ روضۃ الاحباب اور فرائد السمطین میں ابن عباس سے روایت ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے اوصیاء اور جانشین اور میرے بعد مخلوق پر حجت خدا بارہ افراد ہیں جن میں پہلا میرا بھائی اور آخری میرا فرزند ہے۔ سوال کیا گیا: یا رسول اللہ آپ کا بھائی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: علی بن ابی طالبؑ سوال کیا گیا: آپ کا فرزند کون ہے؟ آپ نے فرمایا: مہدی، جو زمین کو اسی طرح عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔ قسم اس ذات کی جس نے مجھے بشیر (بشارت دینے والا) بناکر مبعوث کیا اگر دنیا کی زندگی کا صرف ایک دن باقی رہ جائے گا تو بھی خدا اس دن کو اتنا طویل بنا دے گا کہ میرا فرزند مہدی ظاہر ہو، اور عیسیٰ بن مریمؑ آسمان سے نازل ہوکر ان کی اقتدا میں نماز ادا کریں، مہدیؑ کے نور سے زمین منور ہوجائے اور مشرق ومغرب تک اس کی حکومت پھیل جائے[4]

---

[1] ینابیع المودۃ،ص۵۔
[2] ینابیع المودۃ،ص۴۹۳۔
[3] ینابیع المودۃ، ص۲۵۸,۴۴۵، کشف الاستار،ص۷۴۔
[4] ینابیع المودۃ،ص۴۴۷، عبقات،ج۲ص۲۳۷ج۱۲

۱۱۔غایۃ الاحکام کے شارح نے امام حسینؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''ہم میں بارہ مہدیؑ ہیں جن میں پہلے علیؑ بن ابی طالبؑ اور آخری قائمؑ ہیں[1]''

۱۲۔حموئی او رہمدانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا'':انا وعلی والحسن والحسین وتسعۃ من ولد الحسین مطہرون معصومون''[2]''میں اور علیؑ اور حسنؑ وحسینؑ اور حسینؑ کی نسل سے نو فرزند معصوم ومطہر ہیں''۔

۱۳۔خوارزمی نے ''مقتل الحسینؑ''اور ''مناقب'' میں نیز ہمدانی نے ''مودۃ القربیٰ'' میں جناب سلمانؓ سے روایت نقل کی ہے کہ میں ایک روز پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ حسینؑ آپؐ کے زانو پر ہیں اور آپ کبھی حسینؑ کی آنکھوں کا بوسہ لے رہے تھے کبھی ہونٹ چوم رہے تھے اور فرمایا تم مولیٰ، فرزند مولیٰ ہو، تم امام فرزند امام برادر امام او رپدر امام ہو تم حجت خدا بھی ہو اور حجت خدا کے فرزند بھی اور تمہاری نسل میں نو حجت خدا ہیں ان میں سے نواں ''قائمؑ'' ہے[3]۔مذکورہ روایت سے زیادہ مفصل وہ احادیث ہیں جن میں حضرت علیؑ سے لے کر حضرت مہدیؑ تک تمام بارہ ائمہ کے نام بیان کئے گئے ہیں اور ان تفصیلی روایات سے ان روایات کا مقصود واضح ہوجاتا ہے جن میں صرف بارہ کی عدد بیان ہوئی ہے۔

شیعہ ذرائع کے لحاظ سے تو یہ روایتیں بہت زیادہ بلکہ متوا تر ہیں،اہل سنت نے اپنے ذریعوں سے بھی انھیں نقل کیا ہے،اور اہل سنت کی روش کے مطابق بھی بارہ کی تعداد والی ،اُن روایات سے اِن روایتوں کی تائید وتصدیق ہوتی ہے جو ان کی صحیح کتب میں موجود ہیں۔

۱۴۔جناب جابر کی روایت جو روضۃ الاحباب اور مناقب میں نقل ہوئی ہے[4]

---

[1] کشف الاستار،ص۷۴، عبقات،ج۲ج۱۲ص۲۴۰
[2] ینابیع المودۃ،ص۲۵۸، ۴۵۵
[3] مقتل الحسینؑ ،ج۱ص۹۴، ینابیع ا لمودۃ،ص۲۵۸،۴۹۲۔
[4] عبقات،ص۲۳۸ج۲ج۱۲، ینابیع المودۃ،ص۴۹۴۔

۱۵۔ابو سلمیٰ (پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ کے رکھوالے)کی روایت جسے خوارزمی اور قندوزی نے نقل کیا ہے[1]

۱۶۔امیر المومنین حضرت علیؑ کی روایت جسے خوارزمی نے نقل کیا ہے[2]

۱۷۔وہ روایت جسے حافظ ابوالفتح محمد بن احمد بن ابی الفوارس (متوفی ۴۱۲)نے اپنی اسناد کے ساتھ اپنی کتاب اربعین میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے، اربعین کی اس حدیث میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنینؑ سے لے کر امام علی نقیؑ تک تمام ائمہ کا نام ذکر کرنے کے بعد فرمایا'' :ومَن أحبّ ان يلقى الله عزّوجلّ وهو من الفائزين فليتولّ ابنه الحسن العسكري ومَن احبّ ان يلقى الله عزوجل ''ومَن أحبّ ان يلقى الله عزّوجلّ وهو من الفائزين فليتولّ ابنه الحسن العسكري ومَن احبّ ان يلقى الله عزوجل وقد كمل ايمانه وحَسُن اسلامه فليتول ابنه المنتظر محمداً صاحب الزمان المهدي فهولاء مصابيح الدجىٰ وائمة الهدى واعلام التقىٰ فمن احبّهم وتولاّهم كنت ضامناً له علىٰ الجنة[3]'' ''جو شخص خدائے عزوجل سے اس عالم میں ملاقات کرنا چاہتا ہے کہ وہ فائزین میں سے ہو تو ان کے فرزند حسن عسکریؑ کی محبت اس کے دل میں ہونا چاہئے اور جو اس انداز میں خدائے عزوجل سے ملاقات کا خواہاں ہے کہ اس کا ایمان کامل اور اسلام بہترین ہو تو اسے ان کے فرزند منتظرؑ، محمد ،صاحب الزمان مہدیؑ کی ولایت سے سرشار ہونا چاہئے،یہی حضرات ہدایت کے روشن چراغ، ائمۂ ہدیٰ اور تقویٰ کی علامت ہیں، جو ان سے محبت کرے ان کی ولایت کا اقرار کرے،میں اس کی جنت کا ضامن ہوں۔''

جن روایات کا تذکرہ ہم نے کیا ہے اگر ان میں ائمہ کے اسمائے مبارکہ نہ بھی ہوتے اور صرف بارہ ائمہ کے عدد پر ہی اکتفا کی گئی ہوتی تب بھی کافی تھا کیوں کہ ان ائمہ ھدیٰ علیہم السلام اور مذہب شیعہ اثنا عشری کے علاوہ کسی اور مذہب ومسلک سے یہ روایات مطابقت نہیں رکھتیں، یہ روایات اتنی قوی، معتبر اور متواتر ہیں کہ اہل سنت کی جانب سے بے جا توجیہ وتفسیر کی کوشش تو کی گئی مگر

[1] مقتل الحسینؑ ،ج۱ص۹۵، ینابیع المودۃ،ص۴۸۶، فرائد السمطین،ج۲۔
[2] مقتل الحسینؑ ،ج۱ص۹۴فصل۶۔
[3] عبقات ج ۲ ج ۱۲ ص ۲۵۳و ۲۵۴،کشف الاستارص۲۷و۲۹،اربعین کاخطی نسخہ حدیث۴۔

کسی نے بھی ان کی صحت کے بارے میں شک وشبہ کا اظہار نہیں کیا، ہم نے اپنی کتاب منتخب الاثر کے حاشیہ پر بھی یہ ثابت کیا ہے کہ بجد کوششوں کے باوجود ان کی جانب سے اس کی کوئی قابل قبول توجیہ پیش نہیں کی جاسکی ہے،چنانچہ یہ احادیث براہ راست مذہب شیعہ کی صداقت وحقانیت کا اعلان کرتی ہیں۔اسی لئے اہل سنت کے بہت سے علماء مثلا علامہ کبیر شیخ،نفیس کتاب ''اظہار الحق'' اور دیگر کتب کے مولف،ینابیع المودۃ کے مولف فاضل قندوزی، دراسات اللبیب اور مواہب سید البشر فی حدیث الائمۃ الاثنی عشر'' کے مولف علامہ محمد معین بن محمد امین سندی، ''روضۃالاحباب'' کے مولف سید جمال الدین ''الفصول المہمۃ'' کے مولف ابن الصباغ مالکی، ''تذکرۃ الخواص'' کے مولف سبط ابن جوزی، ''شواہد النبوہ'' کے مولف نورالدین عبدالرحمن جامی، ''کفایۃ الطالب'' اور ''البیان'' کے مولف حافظ ابی عبداللہ گنجی شافعی، ''مطالب السؤل'' کے مولف کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی، ''ابطال نہج الباطل'' کے مولف اور ''الشمائل'' کے شارح قاضی روزبہان، ابن خشاب مولفِ موا لید الائمہ، شیخ سعد الدین حموئی، خواجہ محمد پارسا، حافظ ابو الفتح، محمد بن ابی الفوارس، عبدالحق دہلوی، صلاح الدین صفدی، جلال الدین رومی، شیخ عبدالرحمن صاحب ''مرآۃ الاسرار'' قاضی شہاب الدین دولت آبادی صاحب تفسیر ''البحر المواج'' و ''ہدایۃ السعداء'' عبداللہ بن محمد المطیری مدنی صاحب ''الریاض الزاہرۃ'' محمدبن ابراہیم حموینی شافعی صاحب ''فرائد السمطین'' قاضی بہلول بہجت آفندی، شمس الدین زرندی، جامعۂ ازہر کے وائس چانسلر اور ''الاتحاف'' کے مولف شبراوی، لوامع العقول کے مولف شیخ ضیاء الدین احمد کشمخانوی جیسے بہت سے علماء نے صراحت کے ساتھ بارہ اماموں کی امامت کا اعتراف کیا ہے اور ان کے فضائل ومناقب اپنی کتب میں تحریر فرمائے ہیں[1]۔بارہ اماموں سے متعلق مذکورہ روایات واحادیث سے مذہب شیعہ کی حقانیت روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے۔

ان روایات سے حضرت مہدیؑ کی امامت کا ثبوت اتنا واضح اور مسلم ہے کہ امام ابوداؤد نے بارہ اماموں سے متعلق روایات کو کتاب ''المہدی'' میں نقل کیا ہے،واضح رہے کہ امام ابوداؤد کا شمار اہل سنت کے معتبر ترین اور معروف ترین افراد میں ہوتا ہے

---

[1] حسن اتفاق سے شیعوں اور سنیوں کے درمیان قربت پیدا کرنے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ مدینہ منورہ میں مسجد النبی □کے دروازوں پر بارہ اماموں ؑ کے نام آج بھی لکھے ہوئے ہیں، جب کہ ملک سعود بن عبدالعزیز اور ملک فیصل کے زمانہ میں مسجد کی دوبارہ تعمیر وتوسیع کی گئی، معتبر تاریخ کے مطابق ائمہؑ کے نام مسجد کی تعمیر نو سے پہلے بھی مسجد میں لکھے ہوئے تھے، بس فرق یہ ہے کہ تعمیر نو اور تجدید وتوسیع سے پہلے ائمہ معصومینؑ کے اسماء ترتیب وار لکھے ہوئے تھے ۔

اور ان کی کتاب (سنن) ''صحاح ستہ'' میں شامل ہے۔ مزید وضاحت کے لئے ہم اپنی کتاب منتخب الاثر سے چند اعداد و شمار پیش کررہے ہیں ہر چند ہمیں اعتراف ہے کہ ابھی بھی ہم تمام کتب کا احاطہ نہیں کر سکے ہیں۔ خ ۱۷۲، احادیث بارہ ائمہ کی امامت پر دلالت کرتی ہیں۔ خ ۹۴، احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت مہدیؑ ان ائمہ کی آخری فرد ہیں۔ خ ۹۱، احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علیؑ ان میں سب سے پہلے اور مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ بارہویں فرد ہیں۔ خ ۱۰۷، روایات میں مذکور ہے کہ امام بارہ ہوں گے جن میں سے نو ائمہ امام حسینؑ کی نسل لیکن اب ائمۂ معصومینؑ کے اسماء کے درمیان اصحاب اور ائمہ اربعہ کے نام بھی داخل کردئے گئے ہیں، ان میں حضرت مہدیؑ کا نام اس عبارت کے ساتھ تحریر ہے ''محمد المھدی رضی اللہ عنہ''........باب مجیدی سے اگر کوئی مسجد کے پہلے صحن میں داخل ہوتو اسے آپ کا نام نامی بالکل درمیان میں نظر آئے گا۔

سے ہوں گے اور ان میں نویں حضرت قائم عج ہیں۔ خ ۵۰، احادیث میں بارہ ائمہ کے نام صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ اس مقام پر جو اعداد و شمار پیش کئے گئے ہیں وہ ''منتخب الاثر'' کی بنیاد پر ہیں جب کہ ان موضوعات سے متعلق روایات ان سے کئی گنا زیادہ ہیں، انشہ۔ المستعان اپنی آئندہ کتاب میں ہم اس سے زیادہ جامع اور تفصیلی اعداد و شمار شیعہ معاشرہ اور حق جو محققین کی خدمت میں پیش کریں گے۔

وما توفیقي الا باللہ علیہ توکّلت والیہ أنیب۔ حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے اوصاف و خصوصیات انواع واقسام کے مخلوقات حتی کہ انسان بھی ''مابہ الاشتراک'' اور ''مابہ الامتیاز'' سے مرکب ہوتے ہیں بہ الفاظ دیگر افراد بعض ذاتی یا عرضی یا اعتباری صفات میں دوسروں کے ساتھ شریک ہونے کے علاوہ کچھ خصوصی اور امتیازی صفات کے مالک ہوتے ہیں جن کی بنا پر وہ دوسروں سے الگ اور ممتاز ہوتے ہیں،یہی امتیازات عالم خلقت کی اہم ترین حکمت اور نظام کائنات کی بقاء کے ضامن ہیں۔ ''مابہ الاشتراک'' قدر مشترک یا وجہ مشترک وہ چیز ہوتی ہے جس میں ایک یا متعدد افراد شریک ہوتے ہیں اور جس کی بنا پر کوئی بھی کلی یا عام لفظ کثیر افراد و مصادیق کے مطابق ہوتا ہے جیسے انسان کا ناطق وضاحک ہونا۔ ''مابہ الافتراق والامتیاز'' یا وجہ امتیاز وہ حقیقی، عرضی یا

اعتباری صفات وکیفیات ہیں جن سے کوئی شخص دوسروں سے ممتاز نظر آتا ہے اور جن کی بنا پر اس کی اپنی الگ شناخت ہوتی ہے۔ طبیعی طور پر کسی بھی فرد کے مشخصات کیفیات بہت زیادہ ہوتے ہیں بلکہ کبھی کبھی بے شمار بھی ہوسکتے ہیں لیکن اگر کسی کا تعارف کرانا مقصود ہو تو پھر ایسے خصوصیات اور کیفیات بیان کرنا چاہئیں جو اس شخص کے علاوہ کسی اور شخص میں نہ پائے جاتے ہوں تاکہ وہ شخص دوسروں کے ساتھ مشتبہ نہ ہونے پائے ورنہ تعارف کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، مثلاً اگر کسی مقام کا پتہ بتانا ہو تو ملک، صوبہ، ضلع، شہر، محلہ، گلی اور مکان نمبر بتانا چاہئے اسی طرح اگر کسی کا جسمانی خصوصیات کے ذریعہ تعارف کرایا جارہا ہے۔

تو شکل وشمائل، حلیہ، رنگ، بالوں کا انداز، قدوقامت کا ذکر ہونا چاہئے، نسبی اور خاندانی خصوصیات میں ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، دادیہال ونانیہال کے کارنامے بیان ہونا چاہئیں، شخصی کارناموں میں اصلاحی اقدامات، جنگ، صلح، معاہدات، مشغلہ، پیشہ، عہدہ و منصب، تاریخی حیثیت، طرز زندگی، انداز معاشرت اور علمی کارموں میں انداز فکر، بلند خیالی، ایمان، عقیدہ، سماجی وسیاسی نظریات، اخلاقیات میں، اسکے عادات واطوار، شجاعت، سخاوت، عفو ودرگزر، تواضع وانکساری، شہامت، عدل وانصاف اور دیگر اخلاقی خوبیوں یا برائیوں کا تذکرہ ہونا چاہئے۔

شناخت وکوائف جتنے بہتر اور واضح انداز میں بیان کئے جائیں گے اس شخص کی معرفت اتنی ہی آسان اور بہتر ہوگی۔ حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے اوصاف کی معرفت دو لحاظ سے اہمیت کی حامل ہے، پہلے تو یہ کہ امام وقت کی معرفت ہمارا فریضہ ہے کیوں کہ معرفت امام ہم پر شرعاً وعقلا واجب ولازم ہے مشہور ومعروف حدیث ہے۔ ''من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ'' ''جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو پہچانے بغیر مرگیا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے'' امام زمانہ کے اوصاف کی معرفت ہمارے لئے اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہم اسی معرفت کے ذریعہ مہدویت کا دعویٰ کرنے والے جھوٹے افراد کے دعوے کو غلط اور باطل قرار دے سکتے ہیں، اور انھیں اوصاف سے ایسے افراد کا جھوٹ اور فریب واضح ہوسکتا ہے۔ حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے لئے روایات واحادیث میں جن اوصاف وعلائم کا تذکرہ پایا جاتا ہے ان کے پیش نظر، یہ

اوصاف آپ کے علاوہ کسی اور میں نہیں پائے جاتے اور ان کی روشنی میں کسی دوسرے شخص پر آپ کا دھوکا نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی شخص دعوائے مہدویت کرنے والوں کے مکروفریب میں پھنس گیا تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ ان اوصاف وخصوصیات سے غافل یا بے خبر تھا، یا پھر اس نے بعض ایسے اوصاف کو جو آپ کا خصوصی وصف نہیں بلکہ وصف عام تھا اور اس میں دوسرے افراد کی شرکت ممکن تھی، آپ کی خصوصی صفت سمجھ لیا اور دھوکہ میں مبتلا ہوگیا البتہ ایسے افراد بھی ہیں جو دیدہ ودانستہ حقیقت کو جانتے ہوئے بھی مادی یا سیاسی مقاصد، یا عہدہ ومنصب کی لالچ میں ایسے دعووں کو بظاہر تسلیم کر لیتے ہیں اور اس کی ترویج بھی کرتے ہیں، ورنہ آپ کے لئے جو اوصاف وخصوصیات مذکور ہیں وہ ایسے ہیں کہ آپ کی ذات گرامی کے علاوہ ،دعوائے مہدویت کرنے والے کسی بھی شخص پر ان کا منطبق ہونا ممکن ہی نہیں ہے اوران اوصاف وعلائم وخصوصیات کی عدم موجودگی میں ایسے افراد کے دعوی کا باطل ہونا آفتاب عالمتاب کی طرح واضح ہے۔

علم حدیث کے نامور اور معتبر علماء ومحققین نے اپنی معتبر اور مستند کتب میں مفصل طریقہ سے ان اوصاف وخصوصیات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اس مختصر مقالہ میں چوں کہ ان تمام احادیث کا ذکر ممکن نہیں ہے لہٰذا ہم نامکمل اطلاعات اور تحقیق کی بنیاد پر اپنی کتاب ''منتخب الاثر'' سے آپ کے بعض اوصاف وخصوصیات سے متعلق احادیث کے بجائے صرف احادیث کی تعداد قارئین کرام کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔

۱۔ مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ پیغمبر ﷺ کے خاندان اور آپ کی ذریت سے ہیں،۳۸۹، احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔

۲۔ ۴۸،احادیث کے مطابق حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ پیغمبر ﷺ کے ہم نام ہیں اور پیغمبر ﷺ کی کنیت آپ کی کنیت ہے اور آپ پیغمبرؐ سے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔

۳۔ ۲۱،احادیث میں آپ کے شمائل اور جسمانی خصوصیات کا تذکرہ ملتا ہے۔

۴ ۔ ۲۱۴احادیث میں مذکور ہے کہ آپ امیرالمومنینؑ کی اولاد میں سے ہیں۔

۵ ۔ ۱۹۲احادیث کے مطابق آپ حضرت فاطمہ زہراؑ کی اولاد میں سے ہیں۔

٦ ۔ ۱۰۷احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ''امام حسنؑ وامام حسینؑ'' کی اولاد سے ہیں[1]

۷ ۔ ۱۸۵احادیث میں مذکور ہے کہ آپ کا تعلق اولاد امام حسینؑ سے ہے۔

۸ ۔ ۱۴۸احادیث بیان کرتی ہیں کہ آپ نسل امام حسینؑ کے نویں فرزند ہیں۔

۹ ۔ ۱۸۵احادیث کے مطابق امام زین العابدینؑ کے فرزندوں میں ہیں۔

۱۰ ۔ ۱۰۳احادیث کے مطابق حضرت امام محمد باقرؑ کے ساتویں فرزند ہیں۔

۱۱ ۔ ۹۹احادیث میں صراحت ہے کہ آپؑ حضرت امام جعفر صادقؑ کے چھٹے فرزند ہیں۔

۱۲ ۔ ۹۸روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے پانچویں فرزند ہیں۔

۱۳ ۔ ۹۵روایات کے مطابق آپ امام رضاؑ کے چوتھے فرزند ہیں۔

۱۴ ۔ ٦۰روایات کے مطابق امام محمد تقیؑ کے تیسرے فرزند ہیں۔

۱۵ ۔ ۱۴٦روایات کے مطابق امام علی نقیؑ کے جانشین کے جانشین اور امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہیں۔

۱٦ ۔ ۱۴۷روایات میں آپ کے پدر بزرگوار کا اسم گرامی ''حسنؑ'' بتایا گیا ہے۔

---

[1] آپ کو امام حسنؑ وامام حسینؑ ، کی اولاد سے اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کی مادر گرامی امام حسنؑ کی دختر نیک اختر تھیں اس طرح امام محمدباقرؑ اور آپ کے بعد امام زمانہؑ تک تمام ائمہ،نسل امام حسنؑ سے بھی ہیں اور نسل امام حسینؑ سے بھی۔

۱۷۔ ۹؍احادیث کے مطابق آپ کی والدہ سیدۂ کنیزان اور ان میں سب سے برتر ہیں۔

۱۸۔ ۱۳۶؍احادیث میں آپ کو بارہواں امام؛ اور خاتم الائمہ کہا گیا ہے۔

۱۹۔ ۱۰؍احادیث کے مطابق آپ دو غیبت (صغریٰ، کبریٰ) اختیار فرمائیں گے۔

۲۰۔ ۹۱؍احادیث کے مطابق آپ کی غیبت اتنی طولانی ہوگی کہ لوگوں کے ایمان کمزور پڑجائیں گے اور کم معرفت والے شک وشبہ میں مبتلا ہوجائیں گے۔

۲۱۔ ۳۱۸؍احادیث کے مطابق آپ کی عمر شریف بہت طولانی ہوگی۔

۲۲۔ ۱۲۳؍احادیث کے مطابق آپ ظلم وجور سے بھری ہوئی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

۲۳۔ ۸؍احادیث کے مطابق بڑھتی ہوئی عمر اور حالات زمانہ کا آپ پر اثر نہ ہوگا اور آپ جوان نظر آئیں گے۔

۲۴۔ ۱۴؍احادیث کے مطابق آپ کی ولادت کی خبر مخفی رہے گی۔

۲۵۔ ۱۴؍احادیث کے مطابق آپ دشمنان خدا کو قتل کریں گے اور روئے زمین سے شرک، ظلم وستم اور حکام جور کا خاتمہ کریں گے اور ''تاویل'' پر جہاد کریں گے۔

۲۶۔ ۴۷؍احادیث کے مطابق آپ دین خدا کو ظاہر فرماکر پوری زمین کے اوپر پھیلائیں گے اور پوری دنیا کے حاکم ہوں گے خدا آپ کے ذریعہ زمینوں کو زندہ کردے گا۔

۲۷۔ ۱۵؍احادیث میں ہے آپ لوگوں کی ہدایت فرماکر قرآن وسنت کی طرف پلٹائیں گے۔

۲۸۔ ۲۳؍احادیث کے مطابق آپ انبیاء کی سنتوں کے وارث ہیں ان میں سے ایک غیبت بھی ہے۔

۲۹۔ بہت سی روایات کے مطابق آپ تلوار کے ذریعہ جہاد فرمائیں گے۔

۳۰۔ ۳۰؍روایات کے مطابق آپ کی سیرت بالکل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی طرح ہوگی۔

۳۱۔ ۲۴؍احادیث کے مطابق لوگوں کے سخت آزمائش وامتحان کی منزل سے گزرنے کے بعد ہی آپ ظہور فرمائیں گے۔

۳۲۔ ۲۵؍احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہوں گے اور آپ کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔

۳۳۔ ۳۷؍روایات کے مطابق آپ کے ظہور سے قبل بدعتوں، ظلم وجور، گناہ، علی الاعلان فسق وفجور، زنا، سود، شراب خوری، جوا، رشوت، امربالمعروف ونہی عن المنکر سے روگردانی کا دور دورہ ہوگا، عورتیں بے حجاب ہوکر مردوں کے امور میں شریک ہوں گی، طلاق کثرت سے ہوگی، لہوولعب، غنا اور موسیقی عام ہوگی۔

۳۴۔ آپ کے ظہور کے وقت آسمان سے ایک منادی آپ کا اور آپ کے پدربزرگوار کا نام لے کر ندا دے گا اور آپ کے ظہور کا اعلان کرے گا جو سب کو سنائی دے گا۔ (۲۷؍احادیث)

۳۵۔ آپ کے ظہور سے قبل گرانی بہت زیادہ ہوگی، بیماریاں پھیل جائیں گی، قحط ہوگا اور عظیم جنگ برپا ہوگی اور بہت سے لوگ مارے جائیں گے۔ (۲۳؍احادیث)

۳۶۔ آپ کے ظہور سے قبل ''نفس زکیہ'' اور ''یمانی'' قتل کئے جائیں گے اور یہ ''بیداء'' (مکہ و مدینہ کے درمیان ایک مقام) میں ہوگا، دجال اور سفیانی خروج کریں گے اور امام زمانہ انھیں قتل کریں گے۔ (فصل ٦ کے باب ٦و٧ اور فصل ٨ کے باب ٩و١٠ کی احادیث)

۳۷۔آپ کے ظہور کے بعد زمین وآسمان کی برکتیں ظاہر ہوں گی زمین مکمل طور سے آباد ہوگی، خدا کے علاوہ کسی کی پرستش نہ ہوگی، امور آسان اور عقلیں کامل ہوجائیں گی۔ (فصل ۷ کے باب ۴،۳،۲،۱۱، ۱۲کی احادیث)

۳۸:آپ کے تین سو تیرہ اصحاب ایک وقت میں آپ کی خدمت میں پہونچیں گے(۲۵روایات)

۳۹۔آپ کی ولادت،کی تفصیلات کی تشریح، تاریخ ولادت اور آپ کی والدۂ ماجدہ کے مختصر حالات سے متعلق ۲۱۴ ،احادیث۔

۴۰۔آپ کے پدر بزرگوار کی حیات طیبہ اور غیبت صغریٰ وکبریٰ کے دوران آپ کے بعض معجزات اور ان خوش نصیب افراد کے نام جو حجت خدا کی زیارت وملاقات سے شرفیاب ہوئے۔ (فصل ۳باب ۳،۲،فصل ۴باب ۲،۱ فصل ۵ باب ۲،۱)ان کے علاوہ بھی بے شمار روایات ہیں ، جو شخص حضرت عجل اللہ تعالیٰ فرجہکے اوصاف کے بارے میں تفصیل کا خواہاں ہو وہ راقم کی کتاب ''منتخب الاثر'' یا شیخ صدوق، نعمانی، شیخ طوسی، مجلسی رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے عظیم المرتبت محدثین کی مفصل کتب حدیث ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

مہدی،جن کا اللہ نے امتوں سے وعدہ کیا ہے بعض حضرات کا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ مہدیٔ منتظر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے ظہور کا عقیدہ شیعوں کا مخصوص عقیدہ ہے اور اس عقیدہ وایمان کی بنیاد اورمآخذ ومدارک صرف حدیث کی وہ کتب ہیں جن کے راوی سب کے سب شیعہ ہیں! ہوسکتا ہے کہ ایسے افراد اہل سنت والجماعت سے نقل ہونے والی بے شمار احادیث اور اس سلسلہ میں اہل سنت کے نامور علماء ومحدثین کی تالیفات سے بے خبر ہوں لہٰذا ہم اس مختصر مقالہ میں قرآن مجیداور روایات میں امام مہدی کی بشارتوں اور اہل سنت کے ان محدثین کرام کے اسماء ذکر کئے ہیں جنھوں نے مہدیٔ منتظر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ سے متعلق حدیثیں نقل کی ہیں ،اسی طرح اہل سنت کی وہ کتب جن میں ایسی روایات موجود ہیں اور سواد اعظم کے علماء نے خاص طور پر اس موضوع سے متعلق جو

کتب تحریر کی ہیں نیز اس موضوع کی مناسبت سے چند دیگر مطالب کا تذکرہ بھی اس مقالہ میں مختصراً پیش کیا جارہا ہے راویوں اور علماء یا کتب کی مکمل فہرست پیش کرنا مقصود نہیں ہے[۱]۔

۱۔ قرآن کریم اور حضرت مہدی منتظر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ قرآن کریم کی متعدد آیات[۲] کی تفسیر وتاویل حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے ظہور سے کی گئی ہے ذیل میں صرف چند آیات پیش کی جارہی ہیں۔ (ليستخلفنهم في الارض[۳]) یا (ليظهره على الدين كله) بہت سے مفسرین جیسے ابن عباس، سعید بن جبیر، اور سدی نے کہا ہے کہ اس وعدۂ الٰہی کی تکمیل حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے ظہور کے ذریعہ ہوگی[۴]

یا (ولقد كتبنا في الزبور۔[۵]) (الذين يؤمنون بالغيب[۶]) (ونريد ان نمن على الذين استضعفوا في الارض۔[۷]) ''وانه لعلم للساعة'' اس آیۂ کریمہ کے سلسلہ میں مقاتل بن سلیمان اور انکے تابع تمام مفسرین کا نظریہ ہے کہ یہ آیت حضرت مہدیؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے[۸]۔

۲۔ ظہور سے متعلق روایات ظہور حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے متعلق بے شمار روایات ہیں ان روایات کی کثرت کو دیکھ کر با اطمینان یہ کہا جاسکتا ہے کہ دوسرے کسی اسلامی موضوع سے متعلق اتنی روایات شائد ہی ہوں، اتنی کثیر روایات کا دسواں حصہ بلکہ ان کے ایک فیصد کو بھی رد کردینا خلاف ایمان اور عقلا کے نزدیک قبول روایت کے معتبر طریقوں کے سراسر منافی ہے مزید یہ کہ ان میں سے بعض روایات میں ایسے قرائن بھی موجود ہیں جن سے ان کے قطعی ہونے کا یقین حاصل ہوجاتا ہے اور ان کے

---

[۱] یہ مقالہ ''مسجد اعظم''قم کے شمارہ ۹۰ ،سال دوم میں ص۲۲،۳۱پر شائع ہوا ہے۔
[۲] ''الحجۃ فیما نزل فی القائم الحجہ'' کے مولف محقق بصیر سید ہاشم بحرانی نے اپنی مذکورہ کتاب میں ایسی آیات کی تعداد سو سے زیادہ بیان کی ہے جن کی تفسیر حضرت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ سے متعلق کی گئی ہے۔
[۳] ینابیع المودۃ،ص۴۲۶ ، تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری۔
[۴] تفسیر فخر، السراج المنیر شربینی، البیان ص۱۰۹، نورالابصارص۱۵۳ باب۲۔
[۵] ینابیع المودۃ،ص۴۲۵۔
[۶] غرائب القرآن، تفسیر کبیر۔
[۷] شرح ابن ابی الحدید،ج۴ص۳۳۶۔
[۸] اسعاف الراغبین، باب ۲ ص۱۴۱، نورالابصار، باب ۲ ص۱۵۳، ینابیع المودۃ، ص۱۵۳، البیان، ص۱۰۹۔

بارے میں کوئی شک وتردد باقی نہیں رہ جاتا۔ان روایات میں احادیث ''عالیۃ السند'' اور ایسی احادیث بکثرت ہیں جن کے راوی موثق وممدوح ہیں، تاریخ، رجال اور حدیث کی کتابوں کے سرسری مطالعہ سے یہ بات بخوبی محسوس کی جاسکتی ہے کہ راویوں کے درمیان ان روایات کی بہت شہرت تھی، اور راویان کرام ان روایات کے مضامین ومطالب کے سلسلہ میں صحابہ اور تابعین سے توضیح وتشریح کے طالب رہتے تھے اورا ن کے مضامین کو مسلم الثبوت اور حتمی الوقوع سمجھتے تھے بعض اصحاب جیسے کہ ''حذیفہ بن یمان''کو ان روایات کے بارے میں مہارت تامّہ حاصل تھی۔

۳۔ تواتر روایات اہل سنت کے حفاظ ومحدثین کی کثیر تعداد مثلا صبان نے اسعاف الراغبین (باب ۲ ص۱۴۰مطبوعہ مصر ۱۳۱۲) شبلی نے نورا لابصار (ص۱۵۵ مطبوعہ مصر ۱۳۱۲)، شیخ عبدالحق نے لمعات میں بحوالہ حاشیہ سنن ترمذی (ص۴۶ج ۲مطبوعہ دہلی) ابی الحسین آبری بحوالہ صواعق (ص۹۹ مطبوعہ مصر) ابن حجر، سید احمد بن سید زینی دحلان مفتی شافعیہ نے فتوحات الاسلامیہ (ج۲ص۲۱۱ مطبوعہ مصر) حافظ نے فتح الباری، شوکانی نے التوضیح میں بحوالہ غایۃ المأمول (ص۳۸۲ج۵) گنجی شافعی نے ''البیان'' (باب ۱۱) شیخ منصور علی ناصف نے غایۃ المامول، استاد احمد محمد صدیق نے ''ابراز الوھم المکنون''، ابوالطیب نے ''الاذاعۃ'' ابوالحسن سحری اور عبدالوھاب عبداللطیف استاد دانش کدۂ شریعت نے حاشیہ ''صواعق'' میں صراحت کے ساتھ امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہکے اوصاف وعلائم کے بارے میں وارد ہونے والی روایات کے ''متواتر'' ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

علامہ شوکانی نے تو اِن روایات کے تواتر کے سلسلہ میں ''التوضیح في تواتر ما جاء فیا لمنتظر والدجال والمسیح'' کے نام سے ایک مکمل کتاب تالیف فرمائی ہے، محمد بن جعفر الکتانی اپنی کتاب ''نظم المتناثر'' میں فرماتے ہیں ''الاحادیث الواردۃ في المھدي المنتظر متواترۃ'' ''مہدی منتظر کے سلسلہ میں وارد احادیث متواتر ہیں۔''شیخ محمد زاہد کوثری اپنی کتاب ''نظرۃ عابرۃ'' میں تحریر کرتے ہیں ''واما تواتر أحادیث المھدي والدجال والمسیح فلیس بموضع ریب عند اہل العلم بالحدیث'' مہدی، دجال، مسیح کے متعلق احادیث کا

تواتر علماء علم حدیث کے نزدیک شک و شبہ سے بالا تر ہے۔ واسنوی ''مناقب شافعیہ'' میں فرماتے ہیں ''ظہور مہدی اور آپ کے اہلبیتؑ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے سے متعلق روایات متواتر ہیں۔''

۴۔ چند اصحاب کے اسماء جن سے اہل سنت نے ان روایات کو نقل کیا ہے: ۱۔ حضرت علیؑ، ۲۔ حضرت امام حسنؑ، ۳۔ حضرت امام حسینؑ، ۴۔ حضرت فاطمہؑ، ۵۔ ام المؤمنین عائشہ، ۶۔ عبداللہ بن مسعود، ۷۔ عبداللہ بن عباس، ۸۔ عبداللہ بن عمر، ۹۔ عبداللہ بن عمرو، ۱۰۔ سلمان فارسی، ۱۱۔ ابوایوب انصاری، ۱۲۔ ابوعلی الہلالی، ۱۳۔ جابر بن عبداللہ انصاری، ۱۴۔ جابر بن سمرہ، ۱۵۔ ثوبان، ۱۶۔ ابوسعید الخدری، ۱۷۔ عبدالرحمن بن عوف، ۱۸۔ ابوسلمیٰ، ۱۹۔ ابوہریرہ، ۲۰۔ انس بن مالک، ۲۱۔ عوف بن مالک، ۲۲۔ حذیفہ بن الیمان، ۲۳۔ ابولیلیٰ الانصاری، ۲۴۔ جابر بن ماجد صدفی، ۲۵۔ عدی بن حاتم، ۲۶۔ طلحہ بن عبیداللہ، ۲۷۔ قرۃ بن ایاس مزنی، ۲۸۔ عبداللہ بن الحارث بن جزء، ۲۹۔ ابوامامہ، ۳۰۔ عمرو بن العاص، ۳۱۔ عمار بن یاسر، ۳۲۔ ابوالطفیل، ۳۳۔ ام سلمہ، ۳۴۔ اویس ثقفی[1]

۵۔ مشہور علماء اہلسنت اور ان کی وہ کتب جن میں ظہور سے متعلق احادیث موجود ہیں:

۱۔ مسند احمد، ۲۔ سنن ترمذی۔ ۳ و ۴، کنزالعمال و منتخب کنز العمال علی متقی ہندی مکی، ۵۔ سنن ابن ماجہ، ۶۔ سنن ابی داؤد، ۷۔ صحیح مسلم، ۸۔ صحیح بخاری، ۹۔ ینابیع المودۃ قندوزی، ۱۰۔ مودۃ القربی ہمدانی، ۱۱۔ فرائد السمطین حموینی شافعی، ۱۲ اور ۱۳۔ مناقب و مقتل خوارزمی، ۱۴۔ اربعین حافظ ابی الفوارس، ۱۵۔ مصابیح السنۃ بغوی، ۱۶۔ التاج الجامع للاصول شیخ منصور علی ناصف، ۱۷۔ صواعق ابن حجر، ۱۸۔ جواہر العقدین شریف سمہودی، ۱۹۔ سنن بیہقی، ۲۰۔ الجامع الصغیر سیوطی، ۲۱۔ جامع الاصول ابن اثیر، ۲۲۔ تیسیر الوصول ابن الدیبع شیبانی، ۲۳۔ المستدرک حاکم، ۲۴۔ معجم کبیر طبرانی، ۲۵۔ معجم اوسط طبرانی، ۲۶۔ معجم صغیر طبرانی، ۲۷۔ الدر المنثور سیوطی، ۲۸۔ نورالابصار شبلنجی، ۲۹۔ اسعاف الراغبین صبان، ۳۰۔ مطالب السؤل محمد بن طلحہ شافعی، ۳۱۔ تاریخ اصفہان ابن مندہ، ۳۲

[1] غالباً صحیح نام ''اوس'' ہے جو کہ متعدد اصحاب کا نام تھا جیسے اوس بن حذیفہ، اوس بن ابی اوس ثقفی، اوس بن اوس ثقفی، اوس بن عوف ثقفی ...لیکن ''بدائع الظہور'' میں نزول حضرت عیسیٰؑ اور ان کے حضرت مہدیؑ کی اقتدا سے متعلق حدیث میں اسی (اویس) نام کی تصریح ہے۔ قال اویس الثقفی :سمعت رسول اللہ ﷺ۔

و۳۳۔تاریخ اصفہان وحلیۃ الاولیاء حافظ ابی نعیم، ۳۴۔ تفسیر ثعلبی، ۳۵۔عرایس ثعلبی، ۳۶۔فردوس الاخبار دیلمی، ۳۷۔ذخائر العقبی محب الدین طبری، ۳۸۔تذکرۃ الخواص سبط ابن الجوزی، ۳۹۔فوائد الاخبار ابی بکر الاسکاف، ۴۰۔شرح ابن ابی الحدید، ۴۱۔غرائب نیشاپوری، ۴۲۔ تفسیر فخر رازی، ۴۳۔نظرۃ عابرۃ کوثری، ۴۴۔البیان والتبیین جاحظ، ۴۵۔الفتن نعیم تابعی، ۴۶۔عوالی ابن حاتم، ۴۷تلخیص خطیب، ۴۸۔بدایع الزہور محمد بن احمد حنفی، ۴۹۔الفصول المہمۃ ابن صباغ مالکی، ۵۰۔تاریخ ابن عساکر، ۵۱۔السیرۃ الحلبیۃ علی بن برہان الدین حلبی، ۵۲۔ سنن ابی عمرو الدانی، ۵۳۔سنن نسائی، ۵۴۔الجمع بین الصحیحین عبدری، ۵۵۔فضائل الصحابہ قرطبی، ۵۶۔تہذیب الآثار طبری، ۵۷۔المتفق والمفترق خطیب، ۵۸۔تاریخ ابن الجوزی، ۵۹۔الملاحم ابن منادی، ۶۰۔فوائد ابی نعیم، ۶۱۔اسد الغابہ ابن اثیر، ۶۲۔الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام سیوطی، ۶۳۔الفتن ابی یحییٰ، ۶۴۔کنوز الحقائق منادی، ۶۵۔الفتن سلیلی، ۶۶۔عقیدۃ اہل الاسلام غماری، ۶۷۔ صحیح ابن حبان، ۶۸۔مسند رویانی، ۶۹۔مناقب ابن المغازلی، ۷۰۔مقاتل الطالبیین ابی الفرج اصبہانی، ۷۱۔الاتحاف بحب الاشراف شبراوی شافعی، ۷۲۔غایۃ المأمول منصور علی ناصف، ۷۳۔شرح سیرۃ الرسول عبدالرحمن حنفی سہیلی، ۷۴۔غریب الحدیث ابن قتیبہ، ۷۵۔سنن ابی عمرو المقری، ۷۶۔التذکرہ عبدالوہاب شعرانی، ۷۷۔الاشاعۃ برزنجی مدنی، ۷۸۔الاذاعۃ سید محمد صدیق حسن، ۷۹۔الاستیعاب ابن عبدالبر، ۸۰۔مسند ابی عوانہ، ۸۱۔ مجمع الزوائد ہیثمی، ۸۲۔لوامع الانوار البہیۃ سفارینی حنبلی، ۸۳۔الہدیۃ الندیۃ سید مصطفی البکری، ۸۴۔حجج الکرامۃ سید محمد صدیق، ۸۵۔ابراز الوہم المکنون سید محمد صدیق، ۸۶۔مسند ابی یعلی، ۸۷۔افراد دارقطنی، ۸۸۔المصنف بیہقی، ۸۹۔الحربیات ابی الحسن الحربی، ۹۰۔ نظم المتناثر من الحدیث المتواتر محمد بن جعفر الکتانی، ۹۱۔التصریح بما تواتر فی نزول المسیح شیخ محمد انور کشمیری، ۹۲۔اقامۃ البرہان غماری، ۹۳۔المنار ابن القیم، ۹۴۔ معجم البلدان یاقوت حموی، ۹۵۔مقالید الکنوز احمد محمد شاکر، ۹۶۔ شرح الدیوان میبدی، ۹۷۔ مشکاۃ المصابیح خطیب تبریزی، ۹۸۔مناقب الشافعی محمد بن الحسن الاسنوی، ۹۹۔مسند بزار، ۱۰۰۔دلائل النبوۃ بیہقی، ۱۰۱۔ جمع الجوامع سیوطی، ۱۰۲۔ تلخیص المستدرک ذہبی، ۱۰۳۔الفتوح

ابن اعثم کوفی، ۱۰۴۔ تلخیص المتشابہ خطیب، ۱۰۵۔ شرح وردۃ السحر ابی عبدالسلام عمر الشبراوی، ۱۰٦۔ لوامع العقول کشخانوی اور تقریباً سبھی کتب حدیث وغیرہ۔

٦۔ اس موضوع سے متعلق علماء اہل سنت کی کتب: ۱۔ البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان، مولفہ عالم شہیر ملا علی متقی (متوفیٰ ۹۷۵ھ)۔

۲۔ البیان فی اخبار صاحب الزمان، مولفہ علامہ گنجی شافعی (متوفیٰ ٦۵۸ھ)۔

۳۔ عقد الدرر فی اخبار الامام المنتظر، مولفہ شیخ جمال الدین یوسف الدمشقی، ساتویں صدی کے عظیم المرتبت عالم۔

۴۔ مناقب المہدیؑ، مولفہ حافظ ابی نعیم اصفہانی (متوفیٰ پانچویں صدی ہجری)۔

۵۔ القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر، مولفہ ابن حجر (متوفیٰ ۹۷۴)۔

٦۔ العرف الوردی فی اخبار المہدی، مولفہ عالم شہیر سیوطی (متوفیٰ ۹۱۱)۔

۷۔ مہدی آل الرسولؐ، مولفہ علی بن سلطان محمد الھروی الحنفی نزیل مکہ معظمہ۔

۸۔ فوائد الفکر فی ظہور المہدی المنتظر، مولفہ شیخ مرعی۔

۹۔ المشرب الوردی فی مذہب المہدی، مولفہ عالم شہیر علی القاری۔

۱۰۔ فرائد فوائد الفکر فی الامام المہدی المنتظر، مولفہ المقدسی۔

۱۱۔ منظومۃ القطر الشہدی فی اوصاف المہدی، نظم شہاب الدین احمد خلیجی حلوانی شافعی۔

۱۲۔ العطر الوردی بشرح قطر الشہدی، مولفہ بلیسی۔

۱۳۔ تلخیص البیان فی علامات مہدی آخر الزمان، مولفہ ابن کمال پاشا حنفی (متوفیٰ ۹۴۰)۔

۱۴۔ ارشاد المستھدی فی نقل بعض الاحادیث والآثار الواردۃ فی شأن الامام المہدی، مولفہ محمد علی حسین البکری المدنی۔

۱۵۔ احادیث المہدی واخبار المہدی، مولفہ ابی بکر بن خثیمہ۔

۱۶۔ الاحادیث القاضیہ بخروج المہدی، مولفہ محمد بن اسماعیل امیر الیمانی (متوفیٰ ۱۱۵۷)۔

۱۷۔ الهدیۃ الندیہ فیما جاء فی فضل الذات المہدیۃ مولفہ ابی المعارف قطب الدین مصطفی بن کمال الدین علی بن عبدالقادر البکری الدمشقی الحنفی (متوفیٰ ۱۱۶۲)۔

۱۸۔ الجواب المقنع المحرر فی الرد علی من طغی وتجبر بدعوی انہ عیسیٰؑ أو المہدی المنتظر، مولفہ شیخ محمد حبیب اللہ بن مایابی الجکنی الشنقیطی المدنی۔

۱۹۔ النظم الواضح المبین، مولفہ شیخ عبدالقادر بن محمد سالم۔

۲۰۔ احوال صاحب الزمان، مولفہ شیخ سعد الدین حموی۔

۲۱۔ اربعین حدیث فی المہدی، مولفہ ابی العلاء ہمدانی (بحوالۂ ذخائر العقبی، ص۱۳۶)

۲۲۔ تحدیق النظر فی اخبار المہدی المنتظر، مولفہ محمد بن عبدالعزیز بن مانع (مقدمہ ینابیع المودۃ)۔

۲۳۔ تلخیص البیان فی اخبار مہدی آخر الزمان، مولفہ علی متقی (متوفیٰ ۹۷۵)۔

۲۴۔ الرد علی من حکم وقضی ان المہدی جاء ومضی، مولفہ ملا علی قاری (متوفیٰ ۱۰۱۴)

۲۵۔ ''رسالۃ فی المہدی''، کتابخانہ اسعد افندی سلیمانیہ ترکی میں موجود رسالہ شمارہ ۳۷۵۸۔

۲۶۔ علامات المہدی، مولفہ سیوطی۔

۲۷۔ کتاب المہدی، مولفہ ابی داؤد (یہ کتاب، سنن ابی داؤد کی کتابوں میں سے ہے اور متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔

۲۸۔ المہدی، مولفہ شمس الدین ابن القیم الجوزیۃ (متوفیٰ ۷۵۱)۔

۲۹۔ المہدی الی ماورد فی المہدی، مولفہ شمس الدین محمد بن طولون۔

۳۰۔ النجم الثاقب فی بیان ان المہدی من اولاد علی بن ابی طالب، ۸۷ صفحہ مکتبہ لالہ لی سلیمانیہ میں کتاب اندراج نمبر ۶۷۹ پر موجود ہے۔

۳۱۔ الھدیۃ المہدویۃ، مولفہ ابو الرجاء محمد ہندی۔

۳۲۔ الفواصم عن الفتن القواصم، اس کتاب میں مولف نے صرف امام مہدیؑ کے حالات تشریح وتوضیح کے ساتھ جمع کئے ہیں۔ (السیرہ الحلبیۃ، ص۲۲۷، ج۱)

۷۔ ظہور حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے بارے میں اجماع مسلمین

''آخری دور میں ایک مصلح عالم کا ظہور ہوگا'' اس سلسلہ میں اصحاب، تابعین اور تابعین کے پیروؤں سے لے کر آج تک کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے ظہور کا مسئلہ اجماعی اور متفق علیہ تھا اور ہے.........اگر کوئی اس قسم کی روایات کی صحت یا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول بشارتوں کے بارے میں ذرا بھی تردد کا اظہار کرتا تو اس کو سفاہت وجہالت پر

محمول کیا جاتا تھا یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی نے بھی مہدویت کا دعویٰ کرنے والے کی یہ کہہ کر تکذیب نہیں کی کہ ''مہدویت اور ظہور حضرت مہدی ''کا عقیدہ ہی بے بنیاد ہے بلکہ ایسے جھوٹے مدعی کی بات کو یہ کہہ کر رد کیا جاتا رہا کہ یہ شخص ان علائم واوصاف کا مالک نہیں ہے جو آپ کے لئے احادیث میں بیان کئے گئے ہیں۔ سویدی تحریر کرتے ہیں '':الذی اتفق علیہ العلماء ان المهدي هو القائم في آخر الوقت وأنّه يملأ الأرض عدلاً، والاحاديث فيه وفي ظهوره كثيرة[1] ''''اس امر پر علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت مہدیؑ ہی آخری زمانہ میں قیام فرمائیں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے اور (حضرت)مہدیؑ اور آپ کے ظہور سے متعلق روایات بہت زیادہ ہیں۔''

ابن ابی الحدید نے بھی اس متفق علیہ امر کو صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ابن خلدون مقدمۂ تاریخ میں رقم طراز ہیں '':واعلم ان المشهور بين الكافة من اهل الاسلام على مر الاعصار انه لابد في آخر الزمان من ظهور رجل من اهل البيت يؤيد الدين ويظهر العدل ويتبعه المسلمون ويستولى على الممالک الاسلامية ويسمىٰ بالمهدي''' ہر عہد کے تمام مسلمانوں کے درمیان یہ بات شہرت کی حامل رہی ہے کہ آخری زمانہ میں یقینی طورپر اہل بیت (پیغمبر ﷺ) میں سے ایک شخص کا ظہور ہوگا جو دین کی تائید ونصرت اور عدل وانصاف کو ظاہر کرے گا، مسلمان اس کی پیروی کریں گے اور وہ تمام اسلامی ممالک کا حکمراں ہوگا اس کا نام ''مہدیؑ'' ہوگا[2]۔شیخ علی ناصف تحریر کرتے ہیں '':فائدة : اتضح ما سبق ان المهدي المنتظر من هذه الامة...... الی ان قال... وعلیٰ هذا اهل السنة سلفا وخلفا[3]'''' گذشتہ بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ''مہدی منتظر'' اسی امت سے ہوں گے .... اہل سنت گزشتہ اور موجودہ سب اسی عقیدہ کے قائل تھے اور ہیں۔''علامہ ابو الطیب اپنی کتاب ''الاذاعة لما كان ويكون بين يدی الساعة'' میں تحریر فرماتے ہیں ''آخری زمانہ میں مہدیؑ کا ظہور ہوگا اور آپ کا انکار بہت بڑی گستاخی اور عظیم خطا ولغزش ہے۔''اس قسم کے اعترافات اہل سنت کے جلیل القدر علماء و محققین کی کتب میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

---

[1] سوائک الذہب، ص۷۸۔
[2] مقدمہ ابن خلدون، ص۳۶۷۔
[3] غاية المامول ج۵ ص۳۶۲ ، ۳۸۱۔

۸۔ کتب اہل سنت میں حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے بعض اوصاف و علائم ا۔ مہدیٔ موعود ذریت پیغمبرؐ اور اولاد فاطمہؑ میں سے ہیں۔

۲۔ مہدیٔ موعود نسل حسینؑ سے ہیں۔ (اولاد حسینؑ میں سے ہیں)

۳۔ حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ ظلم وجور سے بھری دنیا کو عدل وانصاف سے پُر کردیں گے۔

۴۔ حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ دو غیبت اختیار کریں گے جن میں سے ایک غیبت طولانی ہوگی۔

۵۔ مہدیٔ اُس سلسلۂ امامت ورہبریت وخلافت کی بارہویں کڑی ہیں جس کی بشارت پیغمبر اکرم ﷺ نے دی ہے اور مسند احمد، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد اور اہل سنت کی دیگر معتبر کتب کی کثیر روایات کے مطابق جن بارہ اماموں کی امامت حجت ہے۔

٦۔ حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہکی حکومت تمام ممالک اور شہروں پر ہوگی اور آپ لشکر کفر کو شکست دیں گے۔

۷۔ دین اسلام اور کلمۂ توحید آپ کے ذریعہ عالم گیر سطح پر رائج ہوگا اور روئے زمین پر کوئی خدا کی وحدانیت کا منکر نہ ہوگا۔

۸۔ آپ کے دور حکومت میں لوگ اس قدر آرام وآسائش سے ہوں گے جس کی نظیر کسی دور میں نہیں ملتی۔

۹۔ حضرت مہدیؑ پیغمبرؐ کے ہم نام ہیں اور آپ کی کنیت پیغمبر کی کنیت ہے۔

۱۰۔ حضرت مہدیؑ صورت وسیرت میں تمام لوگوں کی بہ نسبت پیغمبرؐ سے سب سے زیادہ مشابہ ہوں گے۔

۱۱۔ لوگوں کو سنت وشریعت وسیرت پیغمبرؐ کی طرف پلٹا دیں گے اور کتاب وسنت کا احیاء کریں گے۔

۱۲۔ آپؑ کی غذا اور لباس نہایت سادہ ہوں گے۔

۱۳۔ آپؑ کے عہد میں زمین وآسمان کی برکتیں فراواں ہوں گی۔

۱۴۔ حلال وحرام خدا کے بارے میں آپ سے بڑا کوئی عالم نہ ہوگا۔

۱۵۔ آپ فقرا ومساکین پر مہربان اور حکومتی کارندوں پر سخت گیر ہوں گے تاکہ کوئی عوام پر ظلم نہ کر سکے۔

۱۶۔ عیسیٰؑ بن مریم زمین پر نازل ہوں گے اور حضرت مہدیؑ کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔

۱۷۔ حضرتؑ کے ظہور سے پہلے عظیم حوادث اور فتنے اٹھیں گے، عالمی جنگ ہوگی جس میں دنیا کی دو تہائی آبادی تباہ ہوجائے گی۔

۱۸۔ آپؑ کے ظہور سے پہلے گناہ وعصیان کا رواج ہوگا، کھلم کھلا شراب اور جوئے کا دور دورہ ہوگا، عورتوں میں حیا وعفت کم ہوجائے گی، لہوولعب اور غنا کے آلات ظاہر ہوں گے، سود معاملات کا حصہ ہوجائے گا، عورتیں نیم برہنہ وعریاں گھر سے باہر آئیں گی اور مردوں کے امور ومشاغل میں شریک ہوں گی، مرد، عورتوں کے تابع ومطیع ہوجائیں گے، احکام خدا اور حدود الٰہیہ معطل ہوجائیں گے اور ان کا نفاذ نہ ہوگا امربالمعروف اور نہی عن المنکر متروک ہوجائے گا بلکہ منکرات کا حکم دیا جائے گا اور معروف سے اس حد تک روکا جائے گا کہ لوگ معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھنے لگیں گے، عورتیں فاسد اور جوان بدکردار ہوں گے اور امور نااہلوں کے سپرد کردئے جائیں گے، اس کے علاوہ بھی بہت سے علائم ہیں، جو حضرات ان اوصاف وعلائم جیسے ''زمین کا دھنس جانا''، ''خروج سفیانی''، ''دجال''، ''یمانی''، ''قتل نفس زکیہ''، حضرتؑ کے ظہور کی کیفیت یا آپ کے اعلان وغیرہ کے بارے میں تفصیلات جاننا چاہتے ہیں وہ تفصیلی کتب کا مطالعہ فرمائیں[1]۔

۹۔ حضرت مہدیؑ کی ولادت وحیات کے معترف علماء اہلسنت

---

[1] اسی کتاب میں آئندہ صفحات پر اوصاف وعلائم حضرت مہدیؑ کا شیعہ وسنی کتب سے تفصیلی تذکرہ کیا جائے گا، سردست یہاں ،بطور اختصار کتب اہل سنت سے آپؑ کے چند اوصاف وعلائم بیان کردئے گئے ہیں۔

اپنی کتاب ''منتخب الاثر'' کے باب اول، فصل سوم میں ہم نے اہل سنت کے ان علماء کے نام ذکر کئے ہیں جو حضرتؑ کی ولادت اور آپؑ کی حیات مبارکہ کے قائل ہیں۔ مذکورہ کتاب اور بعد کی تلاش و تحقیق کے مطابق ایسے علماء کی تعداد ستر سے زیادہ ہے۔

۱۰۔ مہدیؑ کا انکار کفر ہے فرائد السمطین، کتاب البرہان فی علامات مہدی آخرالزمان ، باب ۲، کتاب الاشاعۃ ص ۱۱۲، کتاب الاذاعہ، ص ۱۳۷، کتاب التصریح، ص ۲۴۴، کتاب العرف الوردی فی اخبار المہدی، ج ۲ص ۸۳ اور بعض دیگر کتب میں فوائد الاخبار مولفہ ابی بکر اسکافی نیز ابوبکر بن خیثمہ کی کتاب اخبار المہدی، اور شرح سیر سھیلی کے حوالوں سے جابر بن عبداللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ: پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا '': مَن انکر خروج المهدي فقد کفر ''، ''جو شخص خروج مہدیؑ کا منکر ہو وہ کافر ہے۔ '' الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ یہ روایت بھی آپؐ ہی سے منقول ہے۔ ''مَن کذب بالمهدي فقد کفر''، ''جو شخص مہدیؑ کی تکذیب کرے وہ کافر ہے۔ '' سفارینی کے مطابق ان روایات کی سند قابل اعتبار ہے، سفارینی کتاب ''لوامع'' میں تحریر فرماتے ہیں '' :ظہور مہدیؑ پر ایمان رکھنا واجب اور اہل سنت کے عقائد میں شامل ہے۔ '''' ارشادالمستھدی[1]'' کے مولف اس کتاب کے صفحہ ۵۳ پر تحریر فرماتے ہیں: اے عقلمند! ظہور حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے بارے میں ہر طرح کے شک وشبہ سے اجتناب کر، اس لئے کہ حضرتؑ کے ظہور کا عقیدہ خدا، رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کی رسالت پر عقیدہ کی تکمیل اور آپ کے ذریعہ بیان کی گئی باتوں کی تصدیق کا باعث ہے، پیغمبرؐ صادق و مصدّق ہیں، اس بات میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں ہونا چاہئے کہ مہدیؑ موعود کا ابھی تک ظہور نہیں ہوا ہے اگر کسی شخص نے ایسا دعویٰ کیا بھی ہے تو وہ جھوٹا اور کذّاب ہے اس لئے کہ حضرت مہدیؑ کے لئے روایات میں جو اوصاف وعلائم بیان کئے گئے ہیں وہ ایسے شخص میں نہیں پائے جاتے، حضرت مہدیؑ کا ظہور اور آپؑ کی شناخت کے ذرائع بالکل واضح اور عیاں ہیں آپ کا ظہور حضرت عیسیٰؑ کے نزول سے پہلے ہوگا، حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ آپ کی موجودگی روایات صحیحہ کی رو سے قطعی اور بدیہی ہے۔

[1] ارشاد المستہدی حلب سے طبع ہوئی ہے اور حلب کے ہی ایک عالم جناب شیخ عبدالمتعالی سرمینی نے راقم الحروف کے پاس بطور ہدیہ ارسال فرمائی تھی۔

جو شخص تفصیل کا طالب ہو وہ اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کی طرف رجوع کرے اس کتاب (ارشاد المستھدی) میں ہمارا نصب العین حضرت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے ظہور سے متعلق بطور اختصار روایات کے تواتر کا اثبات ہے۔ صفحہ ۵۲ پر فاضل مولف تحریر فرماتے ہیں ''مذکورہ احادیث (احادیث ظہور) وروایات کو اکثر محدثین اور غیر محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ (ارشاد المتھدی کے الفاظ بعینہ نقل کئے گئے ہیں) کے ظہور کا عقیدہ صحابہ کے درمیان مشہور ومعروف تھا اور صحابہ کا یہ عقیدہ وایمان پیغمبر ﷺ سے ماخوذ ہے اسی طرح تابعین سے منقول آثار وروایات مرسلہ سے بھی یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے اس لئے کہ اس قسم کے مسائل میں تابعین اپنے نظریئے یا اپنی رائے سے کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے۔''

اس مقالہ سے با آسانی یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ حضرت مہدی موعود منتظر.....ارواح العالمین لہ الفداء......کے ظہور کا مسئلہ تمام مسلمانوں کے نزدیک اجماعی اور متفق علیہ ہے نیز اس موضوع سے متعلق اہل سنت نے اپنے ذریعوں سے جو روایات نقل کی ہیں وہ بھی متواتر اور مسلم الثبوت ہیں، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لانے، آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرنے اور آپ ﷺ کے ذریعہ بیان کی گئی۔ ۔ ۔ غیبی اخبار کا جزء ہے جن میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت پر ایمان کا لازمہ یہ ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور پر بھی ایمان لایا جائے اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنا جائز نہیں ہے۔ اس مقالہ میں سند کے طور پر صرف اہل سنت کے اقوال اور کتب کو بنیاد قرار دیا گیا ہے، اگر کوئی شخص، شیعوں کی معتبر کتب اور اہل بیتؑ عصمت وطہارت سے معتبر ترین اسناد کے ساتھ منقول روایات اور گزشتہ ایک ہزار سال سے زائد عرصہ میں اس موضوع پر لکھی جانے والی لاتعداد کتابوں کو ملاحظہ کرے تو اس کی معلومات جامع اور کامل ہو سکتی ہیں۔

اس قسم کی روایات واحادیث شیعوں کی ان کتب میں بھی پائی جاتی ہیں جن کی تالیف وترتیب امیر المومنینؑ کے عہد میں ہوئی، اسی طرح ائمہ معصومین علیہم السلام کے دور میں حضرت مہدیؑ، بلکہ آپ کے پدر بزرگوار امام حسن عسکریؑ کی ولادت باسعادت سے قبل جو کتب اور اصول مرتب ہوئے ان میں بھی ایسی روایات موجود ہیں جو بذات خود ایک معجزہ اور خبر غیبی کا درجہ رکھتی ہیں۔

ہم دست بدعا ہیں کہ خداوند عالم جملہ مسلمانان عالم کی آنکھوں کو حضرتؑ کے جمال بے مثال کی زیارت سے منور فرمائے انتظار کے لمحے تمام ہوں،اوراس مصلح حقیقی کے ظہور سے انسانی زندگی میں پائے جانے والے اضطراب کا خاتمہ ہو۔ ''انہ علی کل شیء قدیر'' ''بیشک وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''

ایک تابناک مستقبل کا انتظار[1] (ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکران الارض یرثھا عبادی الصالحون[2]) اسلام خدائے واحد پر ایمان اور توحید حقیقی کے عقیدے کی دعوت دیتا ہے،اسلام کے عقائد اور اخلاقی نظام ،جزا و سزا، طرز حکومت اور تمام انفرادی ومعاشرتی احکام سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ دین اسلام کا اصل ہدف لغو اور بے بنیاد امتیازات اوربرتری کی دیواروں کو توڑکر تمام گروہوں اور قوموں کو متحد کرکے پوری نوع بشر کے درمیان اتحاد ویگانگت اورتعاون وخیر خواہی کا ایسا مستحکم رشتہ برقرار کرنا ہے جس کی بنیاد صرف ''کلمۂ توحید'' اور خدائے وحدہٗ لاشریک کاایمان ہو۔اسلام عقیدۂ توحید کے ذریعہ ہر طرح کے اختلافات کو ختم کردینا چاہتا ہے،چاہے وہ نسلی، طبقاتی، قومی، ملکی، جغرافیائی یا لسانی اختلاف ہویامسلک ومذہب اور پارٹی یا گروہ کے نام پر، ان میں سے کوئی اختلاف باقی نہیں رہنا چاہئے ،اسلام کی نگاہ میں انمیں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو انسان کے لئے فضیلت وبرتری کا باعث ہو یا جس پر انسان فخر کر سکے حتیٰ کہ دینی اختلافات کا بھی خاتمہ ہونا چاہئے اور بلا استثناء سبھی کو خدا کے حکم (واقعی) کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔اسلام کا اعلان ہے کہ قافلۂ بشریت ایک دن اس منزل مقصود تک ضرور پہنچے گا، اسلام کے قوانین اور نظام کسی حد تک اس کے مقدمات بھی فراہم کردیتے ہیں البتہ اس کو عملی شکل دینے کے لئے مناسب ماحول اور حالات کا انتظار ہے۔

عالمی حالات، مادی وصنعتی ترقی اور دور حاضر میں رابطہ کے ذرائع کے باعث جو نزدیکیاں پیدا ہوئی ہیں ان تمام چیزوں کی بدولت تمام انسانوں کے درمیان حقیقی اتحاد اور اخوت اور پختہ روابط کی ضرورت آج شدت سے محسوس کی جارہی ہے اور انسانیت جتنا

---

[1] یہ مضمون رسالۂ مکتب انبیاء (دین در عصر دانش)نمبر ٢ میں ص٦١سے٢٣تک طبع ہوا ہے۔

[2] اور ہم نے ذکر کے بعد زبور میں بھی لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہونگے۔ سورۂ انبیاء آیت ١٠٥۔

آگے قدم بڑھائے گی اس ضرورت کا احساس شدید تر ہوتا جائے گا۔آج اقوام عالم ایک اکائی کی شکل اختیار کر چکی ہیں اور پوری دنیا کے انسان ایک دوسرے کے پڑوسی بلکہ ایک ہی کنبہ کے افراد کی مانند ہوگئے ہیں، اگر دو پڑوسیوں یا ایک گھر کے دو افراد کے درمیان اختلاف ہو، ہر ایک کا دین ومسلک، وطن، زبان، عادات واطوار الگ الگ ہوں اور دونوں کو ایک ہی حکومت کے زیر سایہ زندگی بسر کرنا پڑے یا دونوں کو کوئی ایک مکتب فکر اور طرز معاشرت اختیار کرنا پڑے تو دونوں کی زندگی تلخ اور دشوار ہوجائے گی، دونوں کے درمیان ہمیشہ رسہ کشی اور جنگ وجدال کی کیفیت برقرار رہے گی۔

آج کی دنیا بعینہ اسی صورت حال سے دوچار ہے جب تک ایک عقیدہ، ایک نظریہ، ایک قانون، ایک طرح کے عادات واطوار، ایک نظام نہ ہوامن وآسائش میسر نہیں ہوسکتی اور یہ نظام وقانون بھی ایسا ہونا چاہئے کہ جس میں دنیا کے تمام چھوٹے بڑے سماجوں کو برابر کے حقوق دئے گئے ہوں، یورپ کو افریقہ پر اور مغرب کو مشرق پر کوئی برتری حاصل نہ ہو اگر ایسا نہ ہوا تو ہمیشہ ایک طبقہ محروم رہے گا اور دوسرا خوشحال، ایک فاتح وغالب ہوگا اور دوسرا مفتوح ومغلوب، اختلاف وجدائی کے ایسے تمام اسباب کا خاتمہ ہونا چاہئے۔

آج فکر بشر ارتقاء کی اس منزل پر پہنچ چکی ہے کہ اسے اختلاف وجدائی کے اسباب کی بے مایہ حقیقت کا احساس بخوبی ہوچکا ہے لہٰذا انسانیت کو ایسے بے مایہ وبے بنیاد اسباب سے دست بردار ہو جانا چاہئے اور روئے زمین پرایک ایسا حقیقت پسند، ایسا صالح او رمستحکم معاشرہ وجود میں آنا چاہئے جس کا وعدہ قرآن نے کیا ہے۔یہ بالکل واضح ہے کہ ایسا صالح معاشرہ خود بخود وجود میں نہیں آسکتا اس کے لئے مختلف اسباب درکار ہیں اس کے لئے عادلانہ قوانین، اجتماعی تعلیم، جزا وسزا کے منصفانہ نظام کے ساتھ ذاتی یا طبقاتی مفادات سے بلند ہوکر عالی مرتبت افراد کے ہاتھوں تعلیم وتربیت کا صحیح انتظام ضروری ہے اور صرف دین اسلام ہی اعلیٰ پیمانہ پر ان امور کی فراہمی کا ضامن ہوسکتا ہے، اسی کے ساتھ فکر بشر کا ارتقاء بھی ضروری ہے تاکہ ظلم وجور، قتل وغارتگری کی کثرت، بڑھتی ہوئی بدامنی کے باوجود حکام وقت کو اصلاح سے عاجز دیکھ کر بشریت خود متوجہ بلکہ فریادی ہوجائے کہ عدل وانصاف سے لبریز سماج

اور نظام کی ضرورت ہے،صرف عادلانہ نظام بھی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے عالی ہمت وعالی مرتبت رہبر کی ضرورت ہے، ایسا قائد ورہبر جو مادیت پرست نہیں بلکہ روحانیت کا علم بردار ہو، خواہشات نفس، غروروتکبر، غضب وغصہ اور خود غرضی جیسے پست جذبات واحساسات سے مبرا ہو، ایسا رہبر وپیشوا جو صرف خدا کو پیش نظر رکھے اور اتنا عالی نظر وعالی ظرف ہو کہ قومی، جغرافیائی اور نسلی اختلافات کے بجائے تمام انسانوں کو رافت ورحمت اور مساوات کی نگاہ سے دیکھے اور یہ اعلان کرے ''لا فضل لعربیعلیٰ أعجمي''،''عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت وبرتری حاصل نہیں ہے۔''

''الناس کلهم سواسیة کأسنان المشط''،''تمام لوگ کنگھی کے دندانوں کی مانند برابر ہیں۔''،''الخلق کلهم عیال الله فأحبهم الی الله انفعهم لعیاله''،''لوگ عیال خدا ہیں، ان میں سب سے زیادہ محبوب خدا وہ ہے جو عیال خدا کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچاتا ہو۔''

جن رہبروں میں یہ صفات نہیں پائے جاتے جو ایسے بلند وبالا مفاہیم سے واقف ہی نہیں یقینی طور پر وہ اس عادلانہ دنیا کے سربراہ نہیں ہوسکتے جس کی آج انسانیت متلاشی ہے، ہماری آج کی دنیا کے قائدین سیاہ وسفید، ایشیائی، یوروپی، افریقی، امریکی کو برابر نہیں تسلیم کرسکتے اور نہ ہی سب کے مساوی حقوق قرار دے سکتے ہیں۔ان کا سب سے بڑا کارنامہ ایک طبقہ کے مفاد میں دوسرے طبقہ کا استحصال، طاقتور معاشرہ کے ذریعہ کمزور سماج کو نگل جانا اور اپنی قوم کے منافع کا حصول ہے۔ یہ لوگ افریقہ کے غریب وبے نوا اور الجزائر کے حریت پسند افراد کو شدید قتل وغارتگری اور سخت ترین آزار وشکنجہ کے ذریعہ اپنا غلام بناکر رکھنا چاہتے ہیں ان کے منھ کا لقمہ بھی چھین لینا چاہتے ہیں، دوسرے ممالک کے قدرتی ذخیروں پر قبضہ کرتے ہیں تاکہ اپنے ملک کے عیاش دولت مند ان سے ناراض نہ ہونے پائیں، دوسری جانب کچھ سربراہ کمزوروں اور ضعیفوں کی حمایت اور سامراجیت کے خلاف جنگ کے پر فریب نعرہ کے بہانے ''فردکی آزادی'' کو نیست نابود کرکے انسان کو اس کے بنیادی حقوق سے محروم کردینا چاہتے ہیں، شخص کے بجائے معاشرہ اور سماج کے اختیارات کے قائل ہیں اور سماج کو بالکل ایک ایسی زندہ مشین میں تبدیل کردینا چاہتے ہیں جس میں ارادہ کا کوئی دخل نہ ہو اور جس کا کنٹرول خوداس کے بجائے چند بے ضمیر افراد کے ہاتھوں میں ہو۔

تیسری طرف اقلیتوں کی تقویت کے نام پر قوموں کے درمیان پھوٹ ڈال کر انھیں تقسیم کررہے ہیں، اس طرح کمزور ممالک پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں،دنیاوی رہبروں اور لیڈروں کا یہی طریقہ کار ہے، کل بھی یہی صورت حال تھی اورآئندہ بھی یہی رہے گی، یہ لوگ کتنے ہی ناوابستہ کیوں نہ ہوں ان کا مقصد اپنے ملک وملت کے مفادات کا تحفظ ہوتا ہے انھیں دوسرے ممالک یا اقوام کی آزادی سے کیا واسطہ؟اور جب یہ لوگ ایک پارٹی یا سماج کے لئے منتخب ہوتے ہیں تو ان سے اس سے زیادہ کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی،آج کل سربراہان مملکت کی لیاقت وصلاحیت کا کل معیار اپنے سماج ومعاشرہ کے مفادات ہوتے ہیں،یہی وجہ ہے کہ بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگلتی رہتی ہے، طاقتور،کمزور کو دباتا ہے اور کمزور قوموں کو وہ حقوق نہیں دئیے جاتے جو طاقتور قوموں کو حاصل ہیں،ا وروہ اپنے منافع حاصل کرنے کے لئے خطرناک جنگوں سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔اس کے برخلاف خدا ئی منصب دار اور الٰہی رہبر چونکہ کسی خاص گروہ یا قوم سے تعلق نہیں رکھتا اور اپنے کو اس خدا کا نمائندہ سمجھتا ہے جو سب کا خالق ورازق ہے لہٰذا اس کا مقصد سب کے لئے راحت وآسائش اور سبھی کی آزادی ہوتا ہے وہ ایک ایسے عالمی ادارہ اور معاشرے کی تعمیر کرتا ہے جس کے زیر سایہ پورا عالم انسانیت گھر کے افراد کی طرح زندگی بسر کر سکے، گورے، کالے کا کوئی فرق نہ ہو سب ایک دوسرے کو بھائی سمجھتے ہوں البتہ اس مقصدتک رسائی کے لئے انسانوں کی ذہنی آمادگی، علمی سطح کی بلندی اور فکری رشد درکا رہے۔احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں علوم وفنون کی ترقی، وسائل ارتباط کی وسعت، اقوام عالم کی قربت ہلاکت خیزجنگ کے نتیجہ میں دوتہائی یا اکثرآبادی کی نابودی، ظلم وجور، فسق وفجور، فحشاء وفساد کے رواج اور حکام وقت کے ہاتھوں ان امور کی اصلاح سے عاجزی کے بعد عالم انسانیت دھیرے دھیرے دینی ومذہبی رہبر کی معصوم قیادت (یعنی حضرت مہدیٔ موعود) کے تحت عدل وانصاف پر مبنی حکومت الٰہی کی ضرورت کو محسوس کرے گا[1]۔

---

[1] آخری زمانہ کے فتنوں اور حوادث کے بارے میں شیعہ وسنی دونوں فرقوں کے نامور محدثین نے اپنی کتب (جن میں بعض کتب ایک ہزار سال سے زائد عرصہ قبل لکھی گئی ہیں) میں بے شمار روایات واحادیث نقل فرمائی ہیں،درحقیقت ان روایات کو بھی معجزات اورغیبی اخبار میں شمار کرنا چاہئے۔ تفصیل کے خواہاں افراد کو ان کتابوں کی طرف مراجعہ کرنا چاہئے۔آخری زمانہ سے متعلق روایات میں عورتوں کی بے پردگی، عریانیت، مردوں پر غلبہ، مشوروں میں شرکت، مردوں کے امور میں مداخلت، حکومتی مشاغل میں حصہ داری، شراب خوری اور مے فروشی، سود، زنا، جوے کا رواج، نماز کو سبک سمجھنا، سربفلک عمارتوں اور محلوں کی تعمیر، نااہلوں کی تقرری، کھلم کھلا گناہ، باطل اور لایعنی امور میں رقوم صرف کرنا (جیسا کہ آج نائٹ کلب اور کیبرہ ڈانس، سال نو کی

جس طریقہ سے جزیرہ نمائے عرب اور عالمی سطح پر نظام کی خرابیوں اور انتظامی برائیوں اور کمزور طبقوں کے شدید اضطراب وبے چینی کی بدولت دنیا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ظہور کا استقبال کرنے کے لئے آمادہ ہوچکی تھی اسی طرح آخری زمانہ میں بھی دنیا عظیم مصلح اورآپ کی ذریت واہلبیتؑ کے جانشین کے ظہور کے لئے آمادہ ہوگی، اگرچہ عہد پیغمبر ﷺ میں طویل مسافت، وسائل ارتباط کی قلت اور فکری سطح کے انحطاط کے باعث اقوام عالم کو اس ارفع واعلیٰ مقصد تک پہنچانا ممکن نہ ہوسکا لیکن اتنا ضرور ہے کہ اسلام کے آفاقی پیغام کے ظہور کے باعث دنیا اس مقصد سے قریب ضرور ہوئی ہے اور اس کی جھلک صدر اسلام کی حق وانصاف پر مبنی پیغمبر اکرم ﷺ کی حکومت اور امیرالمومنینؑ کے دور حکومت کے ان صوبوں میں دیکھی جاسکتی ہے جہاں سلمان فارسی، حذیفہ یمانی، عمار یاسر، مقداد جیسے خاص اصحاب گورنر تھے۔

چودہ صدی قبل اگر قرآن مجید کا یہ حریت بخش پیغام ''تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم[1]'' تمام اقوام عالم تک پہنچانے کے لئے طویل مدت درکار تھی تو آج زمان ومکان کے فاصلہ ختم ہوچکے ہیں آج عالمی نجات دہندہ کی آواز پوری دنیا کے کانوں تک پہنچ سکتی ہے اور بلا شبہ مستقبل میں ایسے وسائل مزید ترقی یافتہ اور فراواں ہوں گے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے قرآنی وعدہ کی تکمیل کے لئے شریعت ونبوت کے قوانین اوراپنی متعلقہ ذمہ داریوں کی حد تک مقدمات فراہم کردئے ہیں اور دوسرے مقدمات اور حالات کو آنے والے زمانہ کے حوالہ کردیا ہے، اور اسلام کی پیشین گوئی کے مطابق دھیرے دھیرے وقت کے ساتھ ساتھ دنیا میں تعجب خیز تبدیلیاں رونما ہوں گی، قرآنی آیات اور متواتر روایات میں بہت صراحت کے ساتھ یہ بشارت موجود ہے کہ آخری زمانہ میں ایک عظیم مصلح ولی عصر حضرت حجۃ بن الحسن العسکری ارواح العالمین لہ الفدا کا ظہور ہوگا اور شرق وغرب عالم میں دین اسلام کا پرچم لہرائے گا اور ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا کہ جو کلمۂطیبہ ''توحید'' کا قائل نہ ہو۔

خوشی یا دیگر راتوں میں عیاشی وفحاشی کا رواج ہے) بے حیا اور بدکردار عورتوں کی تعریف وتوصیف، گلوکاری، موسیقی اور عورتوں کو فحشا وفساد کی جانب راغب کرنے والے افراد کی خوشامد وچاپلوسی، حدود واحکام الٰہی کا معطل ہوجانا، حکم خدا کے خلاف فیصلہ کرنا، طلاق کی کثرت، امربالمعروف سے روکنا، مردوں کا سونے کے ذریعہ آرائش کرنا مثلا سونے کی انگوٹھی پہننا، نیززنازادوں کی بھرمار کا تذکرہ ملتا ہے۔ انہیں علامات میں شہر مقدس قم کی علمی مرکزیت اور اس کی حجیت اور اس شہر سے دوسرے شہروں تک علم دین کی تبلیغ وترویج بھی شامل ہے۔

[1] سورۂ آل عمران آیت۶۴۔

حضرتؑ کے ظہور، علائم وخصوصیات اور ان سے متعلق جزئیات کے بارے میں شیعہ وسنی دونوں فرقوں کے اکابر علماء اور بڑے بڑے محدثین نے اپنی کتابوں میں متواتر، قطعی اور کثرت سے مشہور ومعروف روایات جمع کی ہیں کہ عقائد واحکام میں سے چند مسائل کے علاوہ کسی بھی مسئلہ میں اتنی روایات نظر نہیں آئیں۔ بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی رسالت اور آنحضرت ﷺ کے ذریعہ بیان کی گئی غیبی باتوں پر ایمان کا لازمہ یہ ہے کہ حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے ظہور اورآپ کے ہاتھوں اسلام کے آفاقی مذہب ہونے پر بھی ایمان لایا جائے۔

ہم بہت سے ایسے مذہبی امور اور اعتقادی مسائل پر عقیدہ رکھتے ہیں (اور عقیدہ ہونا بھی چاہئے)جن کے بارے میں صرف چند صحیح روایات ہی پائی جاتی ہیں توآخرکیا وجہ ہے کہ جس بات کی تائید و تصدیق عقل و شریعت کرتی ہے، عہد پیغمبرؐ سے لے کر آج تک جو علمائے اسلام اور محدثین کرام کی توجہ کا مرکز رہی ہے جس کے بارے میں شیعہ علماء کے علاوہ اہل سنت کے متعدد علماء نے کتابیں لکھی ہیں ایک ہزار سے زائد روایات جس مسئلہ پر دلالت کرتی ہیں جس کے بارے میں قرآن مجید کی بہت سی آیات کی تفسیر کی گئی ہو آخر اس پر عقیدہ کیوں نہ ہو؟اس کا ایمان وعقیدہ تو اور مستحکم ہونا چاہئے۔بے شک! ہمارا عقیدہ ہے اور ہمیں یقین کامل ہے کہ ایک دن نظام کائنات کی مہار بشریت کی صالح ترین فرد کے دست حق پرست میں ہوگی اور انسانیت ظلم وستم، فقروفاقہ اور ہر طرح کی بدامنی سے نجات حاصل کرلے گی، ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا ایک تابناک مستقبل، روحانی وعقلی ترقی وتکامل اور مستحکم دینی والٰہی نظام اور صلح وآشتی، یکجہتی اور خیرسگالی کی جانب گامزن ہے۔

ہم بے کراں شوق ونشاط اور زندہ دلی کے ساتھ اس نورانی دور کی تمنا میں ثبات قدم کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مشغول ہیں اور شب نیمۂ شعبان یعنی روز ولادت مصلح اعظم ومنجی بشریت کو عظیم عید سمجھتے ہیں اور ہر سال اس موقع پر چراغاں، جشن مسرت، محفل فضائل اور مدح وثنا کے گل نچھاور کرکے اس آستانہ کی غلامی کا اظہار کرتے ہیں جس کی پاسبانی ملائکہ کرتے ہیں اس طرح اپنے ایمان کے لئے نشاط تازہ کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ہم بارگاہ خداوندی میں دست بدعا ہیں کہ تمام شیعیان اہلبیتؑ

اور عشاق قائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کو مذہبی شعائر کی تعظیم اور دینی وظائف پر عمل کرنے کی توفیق کرامت فرمائے۔ خداوند عالم ان کے ظہور میں تعجیل فرمائے اور ہمیں ان کے مددگاروں میں قرار دے آمین۔ ایک مصلح، دنیا جس کی منتظر ہے جب دنیا سخت ترین اضطراب و بے چینی میں مبتلا ہوگی ہر طرف ظلم وتشدد کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے انسانیت کے درمیان سے امن اور برادری ناپید ہو چکی ہوگی اور سربراہان حکومت اصلاح اور بڑھتے ہوئے فساد کو روکنے سے عاجز ہوں گے، جنگ وجدال، قتل وغارتگری اور اختلافات کے باعث نسل انسانی خطرہ میں پڑ جائے گی، خطرناک ایجادات اور اجتماعی قتل کے اسلحے ترقی کی منزل پر ہوں گے انسانی اقدار دم توڑ چکی ہوں گی اور ان کی جگہ اخلاقی برائیوں کا دور دورہ ہوگا، کمزور اور چھوٹے ممالک اور اقوام کی حمایت وحفاظت کے نام پر وجود میں آنے والے اداروں سے بھی ضعیف اور مظلوم اقوام مایوس ہو چکی ہوں گی۔

خلاصہ یہ کہ جب ہر طرح کی خباثت، فحشا وفساد اور منکرات کا رواج ہوگا اس وقت کے لئے ایک عظیم مصلح الٰہی کے ظہور کی بشارت مکمل کوائف وخصوصیات کے ساتھ معتبر کتب ومآخذ اور متواتر روایات میں دی گئی ہے، جس وقت یہ عظیم مصلح الٰہی قیام کرے گا تو نظام کائنات کی اصلاح کرے گا اور اس کے وجود سے کائنات کو ہر طرح کی بدبختی سے نجات حاصل ہوگی، یہ عظیم مصلح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت اور علی وفاطمہ زہرا سلام اللہ علیہما کی اولاد سے ہوگا۔

بے شمار راویوں سے منقول مشہور ومعروف حدیث ''یملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجوراً'' کے مطابق وہ عظیم الشان مصلح، روئے زمین پر حق وعدالت کی حکومت کا پرچم لہرائے گا اور چھوٹے بڑے قصبوں، شہروں سے لے کر دیہاتوں تک دنیا کے چپہ چپہ پر نور اسلام جلوہ فگن ہوگا ہر جگہ قرآنی احکام نافذ ہوں گے، ذاتی اغراض ومنافع کی آلائش سے پاک الٰہی قوانین کی حکمرانی ہوگی ہر ادارہ خلق خدا کے آرام وآسائش اور فلاح وبہبود کے لئے کوشاں ہوگا، بہترین نظام کے تحت علمی واخلاقی کمالات کا سلسلہ شروع ہوگا اور اس طرح عمومی خوشحالی اور سطح زندگی کے معیار پر بہتری کے باعث روئے زمین پر کوئی فقیر نظر نہ آئے گا۔

[1] یہ مقالہ رسالۂ مکتب اسلام کے شمارہ نمبر ۳ میں ص۶،۱۰پر شائع ہوا ہے۔

یہ محض لفاظی یا خوش بیانی نہیں ہے بلکہ ان تمام جزئیات کے بارے میں فریقین نے مسلّم الثبوت روایات کا تذکرہ کیا ہے، جسکی تفصیلات ہم نے اپنی کتاب ''منتخب الاثر'' میں بیان کی ہیں۔ روایات کے مطالعہ سے ایسی پیشین گوئیاں بہت عجیب و غریب بلکہ بحد اعجاز نظرآتی ہیں کہ معصومینؑ نے کئی صدی قبل ایسے حالات سے مطلع فرمایا ہے اس سے زیادہ باعث حیرت بات یہ ہے کہ صنعتی ترقی ہو یا اخلاقی انحطاط ہر میدان میں جو کچھ بھی رونما ہورہا ہے ''علائم ظہور'' کے عنوان سے ان تمام امور کا تذکرہ روایات میں موجود ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات مثلا سورۂ توبہ، سورۂ صف یا سورۂ انبیاء آیت ۱۰۵، سورۂ نورآیت ۵۵ میں خدا کا یہ وعدہ ہے کہ دین اسلام عالمی دین ہوگا اور حضرتؑ کے ظہور سے اس وعدہ کی تکمیل ہوگی، مصلح منتظر کے ظہور کی بشارت فریقین کی مسلم الثبوت اور قطعی روایات میں منقول ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا '': کائنات کا خاتمہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک ''مہدی موعود'' کا ظہور نہ ہوجائے اگر اس کائنات کی عمر کا صرف ایک دن باقی ہوگا تو خداوندعالم اسی دن کو اتنا طولانی کردے گا کہ یہ عظیم مصلح اپنے ظہور کے ذریعہ ظلم وجور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے''۔

حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے اوصاف وکمالات اور سیرت طیبہ، انداز ہدایت اور طرز حکومت، سے متعلق بھی بے شمار روایات وارد ہوئی ہیں۔ اسی طرح ابتدائے ولادت سے لیکر آپ کے امتیازات وخصوصیات، لوگوں کے ساتھ آپ کے برتاؤ، طول عمر، غیبت کے اسباب اور دور غیبت میں لوگوں کی ذمہ داریوں تک کے بارے میں روایات وارد ہوئی ہیں اور ہزار سال سے زائد عرصہ سے بے شمار علماء ومحققین کی کتابوں کا محور ومرکز اور موضوع بحث قرار پائی ہیں، یہ مباحث اتنے وسیع ہوچکے ہیں کہ ان سب کا احاطہ اب کسی بھی محقق کے لئے ممکن نہیں ہے۔ راقم الحروف نے اپنی کتاب ''منتخب الاثر'' کی تالیف کے دوران مذکورہ بالا عناوین سے متعلق روایات تلاش کی ہیں ہم تمام روایات تک رسائی کے مدعی تو نہیں ہیں پھر بھی مذکورہ عناوین وموضوعات میں سے اکثر موضوعات سے متعلق روایات کا تواتر ثابت کرنے کی توفیق وسعادت حاصل ہوئی جسے قارئین کرام مذکورہ کتاب میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

مقصود یہ ہے کہ جو شخص بھی شیعہ وسنی محدثین کی کتب یا جوامع حدیث کی ورق گردانی کرے یہ بات بہ آسانی اس کے علم میں آجائے گی کہ جس مقدار میں حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ سے متعلق احادیث موجود ہیں اس مقدار میں شائد ہی کسی موضوع سے متعلق روایات پائی جاتی ہوں۔ قطعی طور پر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرنے کے بعد حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے ظہور کا انکار کرنا اور اس پر ایمان وعقیدہ نہ رکھنا ممکن نہیں ہے، فریقین کے محدثین کرام نے حضرت علیہ السلام کی ولادت سے قبل بھی اپنی کتب میں آپ سے متعلق روایات نقل کی ہیں جس کے بعد کسی بھی مسلمان کے لئے شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

اس بشارت کے پورا ہونے کے لئے عالمی تغیرات، معاشرت کے موجودہ حالات اور مادی ترقی ان افراد کے لئے بھی امیدافزا ہے جو مسائل کو صرف ظاہری اسباب وعلل اور سطحی نگاہ سے دیکھنے کے قائل ہیں اوراس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ آخرکار ایک دن انسانیت حکومت الٰہی کے زیر سایہ پناہ حاصل کرے گی۔ انسان نے اگرچہ قدرتی قوتوں کو مسخر کرلیا ہے اور اس بات کا مدعی ہے کہ ایک گھنٹہ سے بھی کم مدت میں روئے زمین کے تمام جانداروں کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے لیکن اخلاق ومعنویات سے روگرداں اور گریزاں ہے اور اپنی خواہش کی تکمیل اور اپنے اقتدار پسند عزائم کو پورا کرنے کی کسی بھی کوشش سے باز نہیں آتا اور ہاتھ پیر مارتا رہتا ہے ایسے میں کیا یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ انسان آرام سے بیٹھا رہے گا اور جنگ سے پرہیز کرے گا۔ کیا یہی چیزیں اس بات کا سبب نہیں ہوں گی کہ انسانیت کو عالمی انقلاب اور مختلف کوششوں کے باوجود اخلاق وتمدن کی نابودی کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہ ہو، خدا اور قیامت کے ایمان کی بنیاد پر انسانیت دونوں ہاتھ پھیلا کر عادل پیشوا کی حکومت کا استقبال کرے۔ ہم ہی نہیں ہر مسلمان اس دن کا انتظار کررہا ہے، ہمیں انسانیت کا مستقبل روشن وتابناک نظرآتا ہے اس لئے نشاط وامید سے لبریز جذبہ کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں کوشاں رہتے ہیں.........ہم بشریت کے آخری نجات دہندہ کی ولادت باسعادت کے پرمسرت موقع پر عالم انسانیت خصوصاً ان حضرات کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں جو مادیت کی تاریکی، ظالموں کے ظلم وستم

اور تباہی وفساد سے جاں بلب ہیں۔ ''اللھم عجّل فرجہ وسہل مخرجہ واجعلنا من انصارہ واعوانہ''خدایا !امام زمانہ (عج) کے ظہور میں تعجیل فرما اور ہم کو ان کے ناصراور مدد گاروں میں قرار دے (آمین) عالمی اسلامی معاشرہ[1] تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کی آیتوں اور پیغمبر اکرمؐ کی حدیثوں میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیؐ کا پیغام اور آپ کی رسالت کوئی خصوصی دین اور علاقائی یا ملکی سطح کی نبوت و رسالت نہیں تھی کہ جس سے صرف ایک سماج اور معاشرہ یا کسی خاص قوم و ملت یا علاقہ کی ہدایت و رہبری مقصود ہو اور اسلامی قوانین اور قرآنی احکام کسی ایک سماج یا معین ملک علاقہ یا کسی قوم و قبیلہ سے مخصوص نہیں ہیں ۔

عمومی تبلیغ

بلکہ اسلام کا پیغام پوری دنیا کے لئے ہے اور اسکے قوانین سب لوگوں کے واسطے ہیں اور وہ تمام مردوں،عورتوں ،مالدار ،فقیر ،کالے،گورے،شہری یا دیہاتی بلکہ ہر طبقہ اور ہر صنف کے لئے ہدایت ہے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری کائنات کے لئے رحمت اور تمام عالمین کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے ان کی رسالت تمام لوگوں کو بری عادتوں اور استعمار وطاغوت کی غلامی سے نجات دلانے ،توحید پر ایمان اور اخلاقی اقدار نیز انسانی حقوق کو ادا کرنے کی دعوت دینے کے لئے تھی ۔ایک خدا کی عبادت کی طرف دعوت دینا اور اس حسین انداز سے تمام لوگوں کی ہدایت کرنا جس سے انکے اندر اتحاد کی فضا قائم ہو جائے ۔ ہر قسم کے فاصلے مٹ جائیں اور دوسروں پر ناحق کسی کو ترجیح دینے کا خاتمہ ہو سکے اور ایک عالمی سماج، برادری اور ہر لحاظ سے نمونۂ عمل شہر یا بستی کے قیام کے لئے کوشش کرنا یہ صرف اسلام کا ہی امتیاز ہے ۔تمام اختلافات کی بنیاد در اصل خدائے وحدہ لاشریک سے منہ موڑنا اور غیر خدا کی عبادت کرنا ہے ۔ مختلف بنیادوں پر حکومتوں کا قیام اور انکے متضاد اور متصادم نظام اور ایک دوسرے کے مخالف قوانین

[1] یہ مقالہ مسجد اعظم کے کتب خانہ کے رسالہ میں شائع ہوا تھا ملاحظہ فرمائیے جلد ۲ شمارہ ۱۱۔

[2] قرآن کریم کی وہ متعدد آیتیں ملاحظہ فرمائیں جن میں پیغمبر اکرم □ کی رسالت کے عام ہونے کی صراحت موجود ہے جیسے:وما أرسلنٰک الا رحمۃ للعالمین ۔ان ہو الا ذکر للعالمین ۔قل یا ایهاالناس اني رسول الله اليکم جميعاً ۔مَن يبتغ غير الاسلام ديناً فلن يقبل منہ۔

یہ سب توحید کے معنی سے نا واقفیت ،خاص ماحول میں پرورش اور محدود ذہنیت کی بنیاد پر ہیں، اسلام کی عالمی رسالت کے فلسفہ پر توجہ اور عقیدۂ توحید سے یہ بصیرت اور طہارت نظر پیدا ہوتی ہے کہ وہ سرحدوں اورزبانوں اور ہر طرح کے ضخیم پردوں کے پیچھے سے دنیا کے تمام علاقوں اور تمام لوگوں کو ایک انداز سے دیکھ لے اور اسلام کی اعلیٰ تعلیمات کے سائے میں ایک عالمی حکومت قائم ہو جائے ۔

حقیقی توحید

اسلامی تبلیغ اور پیغام کا ایک اہم ستون، جس پر فلسفۂ نبوت کا بھی دارو مدار ہے، وہ یہ ہے کہ ہر شریعت کا سرچشمہ اور تمام قوانین اور ہر طرح کے نظام کو بنانے والا، صرف خدا وند متعال ہی ہے، شریعتوں کے قوانین اور احکام سب اسی کی لازوال اور عالم و حکیم ذات سے تعلق رکھتے ہیں اور لوگوں کو صرف احکام خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہئے اورخدا کے علاوہ کسی دوسرے کے احکام کے آگے یا غیر اسلامی قوانین کے سامنے سر جھکانے کا مطلب اسلام کے راستہ سے انحراف ،شرک کی طرف توجہ اور حقیقی توحیدتک نہ پہنچنا ہےاحکام خدا کے سامنے سر تسلیم خم کرنا در حقیقت خدا کے سامنے سر جھکانا اور اس کی عبادت کرنا ہے اور جن حکومتوں اور قوانین کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے ان کی پابندی کرنا غیر خدا کی عبادت اور ان کی غلامی کو قبول کرنا ہے ۔ جو شخص قانون اور احکام بنانے کو اپنا حق بھی سمجھتا ہو وہ خدا کے مخصوص افعال میں اپنے کو شریک قرار دیتا ہے اور جو شخص کسی دوسرے کے لئے ایسے حق کا اعتراف کرے تو اس نے اسکے خدا ہونے کا اقرارکیا ہے اور اس کی بندگی کو قبول کیا ہے ۔

الٰہی حکومت

اسلام یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کے اوپر صرف خدا اور احکام خدا کی حکومت رہے، اسی لئے اس نے اس دور میں شرک کی ان تمام قسموں کا مقابلہ کیا جو اُس وقت ایران،روم یا دوسرے علاقوں میں بادشاہوں کے احترام کے نام یا کسی اور دوسری شکل میں رائج تھیں ۔رہبران اسلام جیسے حضرت علیؑ نے ہر ایک کے لئے یہ واضح کر دیا کہ دور جاہلیت میں روم اور ایران کے اندر جس شاہی

ٹھاٹ باٹ کا چلن تھا وہ سب خدا پرستی کی روح کے سراسر مخالف اور مقام انسانیت کی توہین ہے ، حضرت علی علیہ السلام جیسا خلیفۂ مسلمین جنکی ذات اور شخصیت کا ہر پہلو انسانیت کی موجودہ دور کے ایک بڑے دانشمند نے اپنی کتاب میں قرآن مجید کی چند آیتیں ذکر کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ دین ،قوانین، حدود ،شریعت اور فکری و عملی نظام کا نام ہے ۔

لہٰذا اگر کسی شخص کے پاس قوانین و حدود کی پابندی کے وقت کوئی خدائی دلیل ہو تو وہ دین خدا کے دائرہ میں ہے لیکن اگر اسکے سامنے کسی شخص یا حاکم کا حکم معیار ہو تو اسے اسی کا پیرو کہا جائے گا اسی طرح اگر وہ کسی قبیلے کے سردار یا عوام الناس کی رائے کے ماتحت چلے تو اسے انہیں کے دین کا پابند قرار دیا جائے گا ۔ عظمت کی علامت ہے وہ بنفس نفیس بہت سارے کام خود کیا کرتے تھے غریبوں کے لئے آٹا، روٹی یا کھجور لے جاتے تھے اور اگر لوگ زمانۂ جاہلیت کی رسموں کے مطابق آپ کے احترام یا آپ کے اعزاز میں کوئی خاص اہتمام کرنا چاہتے تھے تو آپ ان کو سختی سے منع کر دیتے تھے پرانے اور پیوند لگے ہوئے کپڑوں میں ہر جگہ آتے جاتے تھے خود ہی بازار جاتے تھے اور وہاں سے گھر کا لازمی سامان خرید کر خود ہی اپنے گھر پہنچاتے تھے ۔ اولیائے خدا کا یہ اہتمام صرف اس لئے تھا تاکہ کوئی بھی اپنے کو کسی قوم کا حاکم اور لوگوں کی زندگی کا مالک و مختار نہ سمجھے بلکہ سب خدائی حکومت اور اسکے احکام کے دائرہ کے اندر رہیں اور تمام لوگوں کا حاکم اور ہادی صرف خدا ہی ہو ۔

آزادی بشر کا اعلان

یہ آیۂ کریمہ: (قل یا أھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً أرباباً من دون اللہ[۱]) ''اے پیغمبرؐ آپ کہہ دیں کہ اہل کتاب آؤ ایک منصفانہ کلمہ پر اتفاق کرلیں کہ خدا کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں کسی کو اسکا شریک نہ بنائیں اور خدا کے علاوہ آپس میں ایک دوسرے کو خدائی کا درجہ نہ دیں'' یہ ہر طرح کی آزادی اور حریت کا اعلان ہے کہ خدا کے علاوہ کسی کا کوئی مالک اور صاحب اختیار نہیں ہے، کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ پوری قوم کو اپنی ملکیت سمجھ

[۱] سورۂ آل عمران آیت۶۴

بیٹھے لہٰذا سب کو خدا کی حکومت کے دائرے میں داخل ہونا چاہئے کیونکہ وہی ہر ایک کا مالک و مختار ہے ۔ اس طرح پوری دنیا میں عدل و انصاف احسان ومساوات اور بھائی چارگی کا رواج پیدا ہو جائے اور ہر قسم کی اونچ نیچ اور دوریاں ختم ہو جائیں ۔

تیز رفتار ترقی

انہیں اصولوں کی وجہ سے اسلام نے ایک صدی سے کم مدت کے اندر برق رفتاری کے ساتھ ترقی کی، دل روشن و منور ہو گئے اور رومی و ایرانی قوموں نے اپنے حاکموں کے ظلم و بربریت کا جو تلخ مزہ چکھ رکھا تھا اوروہ ان کی کھو کھلی اور بے بنیاد عزت و احترام سے تنگ آچکے تھے، انسان پرستی کی وبا نے ان کو شقاوت و بد بختی کیبد ترین وادیوں میں ڈال رکھا تھا، وہ سب ان تعلیمات کے صدقہ میں جب بیدار ہوگئے[1] تو انہیں ہوش آیا اور انہوں نے اپنے کو پہچانا ،چنانچہ جب وہ لوگ عوام اور رعایا کے ساتھ یا فوجیوں کے ساتھ اسلامی حاکموں کا اچھا برتاؤ دیکھتے تھے تو انھیں بڑی خوشی ہوتی تھی، وہ اطمینان کی سانس لیتے تھے، انھوں نے آزادی کا ایسا مزہ چکھا کہ ایک دم اسلام کے دلدادہ اور عاشق ہو گئے،اگر خلافت اپنے راستے سے نہ بھٹکی ہوتی، خاص طور سے معاویہ جیسے لوگوں کی حکومت نے اگر قیصر وکسریٰ کے ٹھاٹ باٹ کو دوبارہ زندہ نہ کیا ہوتا، تو دنیا میں انسان پرستی کا کہیں نام و نشان بھی نہ ملتا ۔ مختصر یہ کہ اسلام اپنی ان تعلیمات کے ساتھ ایک نہ ایک دن پوری دنیا میں ایک عادلانہ حکومت قائم کرے گا کیونکہ اسکا پیغام دنیا کے ہر انسان کے لئے ہے اور اس کی نظر میں ہر کالا گورا خدا کے احکام کے سامنے برابر ہے ۔

اسلامی پرچم

دین حق تمام انسانوں کو صرف ایک پرچم تلے جمع کرتا ہے جسکا تعلق صرف خدا سے ہے اور کسی ملک ،حکومت ،قوم،قبیلے یا کسی شخص سے اس کی کوئی نسبت نہیں ہے اور اس طرح وہ پورے انسانی سماج کو ایک جسم کی طرح ایسا بنا دیتا ہے کہ:

---

[1] ہماری نظر میں انسان پرستی کا نقصان بت پرستی سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ انسان دوسروں کے ذریعہ احترام اورانکی تواضع و انکساری اور چاپلوسی کی وجہ سے مغرور ہو جاتا ہے اور اسکے اندر اس حد تک تکبر اور خود سری پیدا ہو جاتی ہے کہ دوسروں کی تنقیدوں یا مشوروں سے اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں اور وہ فرعونیت کا اظہار کرنے لگتا ہے اور اگر لوگ اس کی پوجا کریں یا اسکے سامنے سر تسلیم خم کئے رہیں تووہ اس سے لطف اندوز ہوتا ہے لیکن بت پرستی میں یہ نقصانات موجود نہیں ہیں یہ واقعاً بڑے ہی افسوس کا مقام ہے کہ موجودہ دور کی موڈرن کہی جانے والی دنیا میں بھی یہ انسان پرستی نئی یا پرانی شکلوں میں آج بھی باقی ہے۔

اذا اشتکیٰ منہ عضوتداعیٰ لہ سائرہ بالحمّیٰ والسھریعنی جب کسی عضو میں کوئی درد پیدا ہوتا ہے تو دوسرے تمام اعضاء بھی بخار یا بیداری کے ذریعہ اسکے درد میں شریک ہو جاتے ہیں ۔اسلام کے اس پرچم اور جھنڈے کی یہ خاصیت ہے کہ اسکے نیچے دنیا کے ہرملک اور ہر طرح کے لوگ ایک ساتھ جمع ہو سکتے ہیں اور کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اسے اپنی یا اپنی قوم اور قبیلے کی طرف نسبت دے سکے کہ جس کے نتیجے میں ایک دوسرے سے تعصب پیدا ہو جائے ۔اسلامی پرچم ایک ایسا پرچم ہے جس سے ہر پرانے اور نئے مسلمان کا رابطہ ہے، چاہے وہ کہیں رہتا ہواور اسکا تعلق کسی بھی سرزمین سے ہو، مختصر یہ کہ اسکے سائے میں ہر قسم کے قومی اور نسلی تعصب کا خاتمہ ہوتا ہے، لیکن دوسرے تمام پرچم چاہے وہ کسی نام سے ہوں ، اختلاف ،جدائی اور ذاتیات کی پہچان ہیں ۔اسلام کا ہر قانون سب کے لئے یکساں ہے، اگر اس کی ان تعلیمات پر عمل کیا جائے تو وہ خود بخود تمام قوموں کو ایک عالمی برادری کی طرف لے جائے گا اور تمام قوموں کو ایک اسلامی قوم کے اندر ضم کرکے انہیں دونوں جہان میں سعادت مند بنا دے گا ۔

عالمی متحدہ حکومت

مختصر یہ کہ اسلام دنیا کے تمام انسانوں اور ہر معاشرے کا قانون ہے لیکن اس معنی میں وہ عالمی حکومت نہیں کہ جو ''لاینس پالینک'' یا دوسرے مفکرین کا نظریہ ہے کہ وہ عالمی متحدہ حکومت کا نعرہ لگاتے ہیں اور عالمی متحدہ حکومت کا طرفدارر سالہ انکے افکار کو نشر کرتا رہتا ہے کیونکہ اگر بالفرض دنیا میں ایک دن ایسی حکومت قائم بھی ہو گئی تو وہ بھی ایسی ہی ہوگی جیسے پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد اقوام متحدہ(U.N.O) کے نام پر عالمی حکومت بنائی گئی اور جیسا کہ اس نظرئے کے مخالفین مثلاً ''اسٹراوس'' کا کہنا ہے کہ اس سے درد سری پیدا ہوگی اور لوگوں کی آزادی چھن جائے گی طاقتور کمزوروں پر مسلط ہو جائیں گے یا متحدہ عالمی حکومت کے مخالفین کے بقول اس دنیا میں موڈرن قسم کے مظالم کا راستہ کھل جائے گا کیونکہ انہوں نے جس متحدہ حکومت کا نظریہ پیش کیا ہے اسکا خدا اور توحید پر ایمان یا ایسے عقیدے سے کوئی تعلق نہیں ہے جو سب کے لئے یکساں طور پر قابل

قبول ہو اور اسکا دارو مدار ایک دوسرے کے حقوق یا تمام لوگوں کی آزادی کے اوپر نہیں ہے ۔ یہ لوگ جس حکومت کا نظریہ پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر پوری دنیا میں ایک متحدہ حکومت نہ ہو تو ایٹم بم جیسے مہلک اسلحوں کی دوڑ ایک نہ ایک دن پوری انسانیت کو نیست و نابود کر کے رکھ دے گی لہٰذا اس سے بچاؤ کے لئے ابھی سے دنیا کی تمام قوموں کو قانونی طور پر ایک عالمی سماج اور معاشرے کی بنیاد ڈالنا چاہئے ۔ایسی کوئی حکومت وجود میں نہیںآسکتی اور بالفرض وجود میں آبھی جائے تو اسکے نفاذ کی کوئی ضمانت نہیں لی جا سکتی اور نہ ہی وہ لوگوں کی خواہشات اور جذبات پر قابو پاکر ان کی رہنمائی کر سکتی ہے اور نہ ہی اس سے دنیا میں ایک ایمانی اور انسانی برادری قائم ہو سکتی ہے۔

ایمانی برادری

لیکن اسلام جو کچھ بھی کہتا ہے اس کے مطابق اسکے نفاذ کی یقینی ضمانت موجود ہے اور ایمان و عقیدے سے اس کی پشت پناہی ہوتی ہے اور وہ لوگوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیتا ہے نیزان کی خواہشات اور جذبات کو صحیح رخ پر لگاتا ہے ۔جیسا کہ صدر اسلام میں اسکا عملی نمونہ سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور آج بھی اسلامی ملکوں کی حد بندیوں کے باوجود کروڑوں مسلمان اپنے کو ایک ہی اسلامی معاشرے کا حصہ سمجھتے ہیں،انکے اندر ایک دوسرے کے بارے میں یکساں طور پر بھائی چارگی کا احساس پایا جاتا ہے اور وہ لوگ ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں شریک رہنا چاہتے ہیں ۔

دنیا کے موجودہ یا اسلام سے پہلے کے ہر چھوٹے بڑے سماج اور معاشرہ کے مقابلہ میں اسلامی سماج اور معاشرہ کا امتیاز یہی ہے کہ اس معاشرے میں ہر چیز کی بنیاد اور اس کا مرکز خدا کی ذات اور اسکے احکام و تعلیمات ہی ہیں اور اسلام کے تعلیمات اس عالمی معاشرے کا نظم و نسق چلانے کے لئے ہر لحاظ اور ہراعتبار سے کافی ہیں ۔

ایمان کا کردار

اس عقیدہ کا مرکزی نقطہ اور بنیادی قلعہ عقیدۂ توحید اور وحدہ لاشریک خدا پر ایمان رکھنا ہے، جو سب کا خالق اور رازق ہے اور جو شخص جتنا بڑا متقی ہوگا وہ اس سے اتنا ہی قریب ہوتا جائے گا، اس اسلامی معاشرے کا ایک حقیقی اور واقعی محور ہے جو کسی ایک شخص سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اس سے ہر ایک کا رابطہ ہے جبکہ ''لائنس پالینگ'' اور اس کے ساتھیوں کے عالمی معاشرے کی کوئی بنیاد اور مرکز نہیں ہے بلکہ انکے یہاں اس کی اصل وجہ سب کو جلا کر رکھ دینے والی عالمی جنگ کا خوف اور اس کی دہشت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے ۔

اسلام عقیدۂ توحید کے ذریعہ لوگوں کے انداز فکر کو تبدیل کرکے انکی فکروں کی سطح کو بلند کرتا ہے اور لوگوں کی سوجھ بوجھ اور وسعت نظر میں اضافہ کر دیتا ہے تاکہ وہ لوگ کسی جنگ یا مہلک اسلحوں کی وحشت اور خوف کے بغیر ایک دوسرے سے نزدیک ہو سکیں اور کسی بھی مسئلے کے بارے میں انکے درمیان بآسانی مفاہمت پیدا ہو سکے ۔ ہمیں اس بات کا مکمل یقین ہے کہ اسلام کی یہ عالمی حکومت ایک دن پوری دنیا کے نظم و نسق کو بخوبی چلائے گی اور تمام مذاہب ،تمام حکومتوں اور قوانین کی وحدت عملی شکل اختیار کرکے رہے گی اور جب تک دنیا میں یہ وحدت پیدا نہ ہوگی اسلام کے پیغام کا حق بخوبی ادا نہیں ہو سکتا ہے یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ دنیا میں اس اتحاد کے طرفدارو ں کی تعداد میں ہر دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ایک عالمی حکومت کے قیام کی فکر سامنے آنے کی وجہ سے ہی عالمی اداروں کی بنیاد پڑی اگر چہ ایسے ادارے لوگوں کو دھوکہ میں رکھکر ان سے سیاسی فائدہ اٹھانے کے لئے ہی بنائے گئے ہیں لیکن اسکے باوجود یہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ ایک بین الاقوامی دینی ،سیاسی اور سماجی اتحاد، انسانی فطرت اور اس کی روح کی آواز ہے اور یہی مجازی تحریکیں در حقیقت بشریت کی جانب سے اسلام کی عالمی حکومت کی تیاریوں کی علامت ہے۔

اتحاد کی زمین ہموار ہو رہی ہے گذشتہ دور میں ایک عالمی سماج اور معاشرے کے قیام کا نظریہ اس لئے بہت کم سامنے آتا تھا اور اس سے متعلق اسلامی تعلیمات پر توجہ نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ پہلے زمانے میں ارسال و ترسیل اور ایک دوسرے سے رابطہ پیدا کرنے کے وسائل موجود نہ ہونے کی وجہ سے لوگ ایسی عالمی حکومت قائم ہونے کو دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن سمجھتے تھے لیکن آج ٹیلیفون،ٹیلیویژن، ریڈیو،کمپیوٹر،انٹرنیٹ، جہاز اور دوسرے ترقی یافتہ وسائل نے جس طرح تمام دنیا والوں کو ایک گھر میں رہنے والوں کی طرح ایک دوسرے سے قریب کر دیا ہے اسی طرح اس سے اسلامی تعلیمات کے سائے میں ایک عالمی حکومت کے قیام کا راستہ صاف ہو گیا ہے چنانچہ صنعت اور ٹیکنالوجی جتنی بھی ترقی کرے گی اسلام کے بیش قیمت اور بلند و بالا احکامات کے لئے حالات اتنے ہی سازگار ہوتے چلے جائیں گے اور اولیائے الٰہی کی بشارتیں اپنی منزل سے اتنی ہی قریب ہوتی چلی جائیں گی آہستہ آہستہ انفرادی اور علاقائی قدریں کمزور پڑتی نظر آئیں گی اور دنیا کی تمام قومیں اپنے مقدر کے فیصلہ میں براہ راست یا بالواسطہ طور پر خود حصہ لے سکیں گی جسکے بعد تمام علاقائی نظاموں کا خاتمہ ہو جائے گا اور وہ تنہا نظام جو ان نظاموں کی جگہ پر آنے کے بعد پوری دنیا کے نظم و نسق کو عدل و انصاف کے ساتھ چلا سکے گا وہ اسلامی نظام ہی ہوگا ۔ مختصر یہ کہ دنیا خود بخود اسلامی مقاصد کی طرف آگے بڑھتی جا رہی ہے اور ایک دن وہ ان تمام خود ساختہ قوانین، نظاموں اور سیاسی یا سماجی امتیازات اور اونچ نیچ کو پیچھے چھوڑ دیگی،اسلامی مفاہمت کا ایک عام ماحول پیدا ہو جائے گا اور ظلم و ستم اور افراط و تفریط کا خاتمہ ہو گا مشہور اطالوی ادیب ''دانتے'' نے کہا : پوری زمین اور اس پر جتنے لوگ زندگی بسر کر رہے ہیں سب کو ایک حاکم کے ماتحت رہنا واجب ہے اور اسے ہر چیز کا اختیار ہوتا کہ جنگ کی آگ نہ بھڑک سکے اور امن و آشتی قائم رہے ۔ فرانسوی ''نولیتر'' نے یہ کہا ہے: کسی بھی شخص نے اس وقت تک اپنے شہروں کی سر بلندی کی آرزو نہیں کی جب تک اس نے دوسروں کی بدبختی اور انکے فنا ہونے کی آرزو نہیں کر لی ۔ دوسرے مفکرین جیسے صموئیل وغیرہ کے بھی ایسے ہی نظریات ہیں جن سے ''ایک عالمی حکومت کے قیام '' کے نظریہ کا پتہ چلتا ہے ۔اسلام نے شروع ہی

[1] امریکی فلاسفر ''ویلم لوکا ریسون'' کا کہنا ہے :" بشریت کے لئے ہمیں ایک ملک ،ایک قانون ،ایک قاضی اور ایک حاکم کا اعتراف ہے دنیا کے تمام شہر ہمارے شہر اور دنیا کی ہر قوم والے ہمارے شہری اور ہمارے ہیں ہمیں اپنے شہروں کی سر زمین سے اتنی ہی محبت ہے جتنی کہ دوسرے شہروں سے محبت ہے'' البتہ امریکی اپنے اس نظریہ میں کس حد تک سچے یا جھوٹے ہیں اسکا فیصلہ دنیا والے خود کرینگے۔

سے اس روشن مستقبل کے بارے میں پیشین گوئی کی تھی اورآیات و روایات میں اسکا صاف صاف وعدہ کیا گیاہے اور بشر کو ایسے دن کا منتظر رہنے کے لئے کہاگیاہے کہ جس دن سب لوگ اسلامی پرچم کے نیچے جمع ہوجائیں گے اور سب کا دین و مذہب قومیت اور حکومت ایک ہی ہوگی اور ان میں ایسے عالی مرتبہ ہادئ عالم کے ظہور کی بشارت دی گئی ہے جو پوری دنیا کا نظام چلا سکے اور اس کو عدل و انصاف سے بھر دے اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے سب کو اس کی شناخت بھی کرا دی ہے۔

قرآن مجید کی آیتیں

سورۂ توبہ آیت ۳۳ ،سورۂ فتح آیت ۲۸ اور سورۂ صف کی ۹ویں آیت میں خداوند عالم نے یہ ارشاد فرمایا ہے:(ھوالذی أرسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ)وہ خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب بنائے ۔تمام مذاہب پر اسلام کے غلبہ کے وعدہ سے متعلق ان آیتوں کی دلالت بالکل واضح ہے ۔ سورۂانبیاء کی ۱۰۵ ویں آیت میں خدا وند عالم کا ارشاد ہے: (ولقد کتبنا فیا لزبور من بعد الذکر ان الأرض یرثھا عبادي ا لصالحون) اور ہم نے ذکر کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہی ہونگے۔اس آیت میں بھی واضح اعلان ہے کہ زمین پر خدا کا اختیار ہے اور اسکے صالح بندے ہی اسکے مالک بنیں گے ۔

سورۂ نور کی ۵۵ویں آیت میں ارشاد فرمایا ہے:(وعد الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الأرض۔)اللہ نے تم میں سے صاحبان ایمان و عمل صالح سے یہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں روئے زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے والوں کو بنایا ہے۔ ان دونوں آیتوں میں واضح تاکیدوں کے بعد یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ اسلام طاقتور ہو جائے گا اور انکا خوف و ہراس امن میں بدل جائے گا ۔سورۂ قصص کی پانچویں آیت میں ارشاد ہے :(و نرید ان نمن علی الذین استضعفوافي الارض و نجعلھم ائمۃو نجعلھم الوارثین)اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیں احادیث اور تفسیروں کے مطابق یہ آیت بھی انہیں آیتوں میں سے ہے جن میں حضرت ولی عصرؑ کے ظہور اور ان کی عالمی حکومت

کی بشارت دی گئی ہے ۔نہج البلاغہ اور دیگر بہت سی معتبر کتابوں میں امیر المومنین کا یہ ارشاد نقل ہوا ہے:(لتعطفن الدنیا علینا بعد شماسھا عطف الضروس علی ولدھا ۔ وتلیٰ عقیب ذلک و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم ائمۃ و نجعلھم الوارثین[۱]) یہ دنیا منہ زوری دکھلانے کے بعد ایک دن ہماری طرف بہر حال جھکے گی جس طرح کاٹنے والی اونٹنی کو اپنے بچہ پر رحم آجاتا ہے اسکے بعد آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی ''اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان بندوں پر احسان کریں جنھیں روئے زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیں ''

احادیث

شیعہ اور سنی دونوں کے یہاں متواتر حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ اسلام پوری کائنات میں پھیل جائے گا اور کوئی گھر ایسا باقی نہیں رہے گا کہ جو اسلامی تعلیمات کے زیر اثر نہ آ جائے کوئی شہر اور دیہات ایسا نہ ہوگا جس میں ہر صبح و شام اذان اور توحید ورسالت کی گواہی کی آواز بلند نہ ہو جب ہر قوم انقلابی تحریکوں، فتنہ وفساد ،لوٹ مار، گھروں کو جلا کر راکھ کر دینے والی جنگوں ،قحط،مہنگائی اور بیماریوں سے تنگ آچکی ہوگی توخدا وند عالم دنیا کے حقیقی مصلح یعنی قائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کو بھیجے گا تاکہ وہ ظلم و جور سے دنیا کے بھر جانے کے بعد اسے عدل و انصاف سے بھر دیں،آپ کے ظہور کی برکت سے ہر ظلم اور بے چینی کا خاتمہ ہو جائے گا ،ہر جگہ امن وآشتی کا دور دورہ ہوگا ۔ پوری دنیا میں ایک حکومت قائم ہوگی اور خدا وند عالم مشرق ومغرب کو آپ کے حوالے کر دے گا اور انہیں آپ کے ہاتھوں فتح کر دے گا ۔

یہ روایات ان کلیدی اور معتبر کتابوں میں موجود ہیں جن پر اہلسنت اور شیعوں کا اعتماد ہے جن میں وہ کتابیں بھی شامل ہیں جو امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور سے بہت پہلے یعنی پہلی صدی ہجری میں لکھی گئی ہیں اور اہل نظر بخوبی واقف ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین،اور صحابہ و تابعین کی احادیث و روایات میں جس کثرت کے ساتھ اس مسئلہ کا تذکرہ ہوا ہے اس کے

---

[۱] نہج البلاغہ حکمت۲۰۹

مقابلے میں دوسرے مسائل کا تذکرہ بہت ہی کم ہے،کیونکہ اس مصلح عالم اور کائنات کے نجات دینے والے کے ظہور کا ایمان در حقیقت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور آپ کی نبوت کی تصدیق کا اٹوٹ حصہ ہے اور یہ ایک الٰہی وعدہ ہے جو ہر گز غلط نہیں ہو سکتا :ان اللہ لا یخلف المیعاد[1] اور اللہ کا وعدہ غلط نہیں ہوتا ۔یہ وعدۂ ظہور،الٰہی سنتوں اور بشریت نیز عالم ہستی کے ارتقائی سفر کے عین مطابق ہے اور خدا کے اسمائے حسنیٰ جیسے 'الحاکم' 'العادل' 'الظاہر' 'الغالب' کی تائید ہے ۔فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا[2] ۔اور خدا کا طریقۂ کار ہر گز بدلنے والا نہیں ہے اور نہ اس میں کسی طرح کا تغیر ہو سکتا ہے ۔

[1] سورۂ آل عمران آیت۹
[2] سورۂ فاطر آیت۴۳

فلسفہ واسرار غیبت

غیبت کا راز

حضرت امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی غیبت کے فائدو ں اور اس کی مصلحت کے بارے میں گفتگو کرنے سے پہلے ہمیں یہ دھیان رکھنا چاہئے کہ انسان نے عام طریقوں سے اب تک جو بھی معلومات حاصل کی ہیں ان کے باوجودوہ موجودات دنیا کے تمام رازوں کو نہیں سمجھ پایا اور اگر علم ہزاروں نہیں بلکہ کروڑوں سال اور ترقی کرلے تب بھی انسان کی معلومات کی تعداد اسکے مجہولات کے مقابلہ میں بہت ہی مختصر اور ناچیز ہوگی اور ایک بڑے دانشور کے بقول ''یہ ایک نا متناہی چیز کے مقابلہ میں بالکل نہ ہونے کے مثل ہے'' اور یہ بھی اُس صورت میں ہے کہ جب ہم تمام انسانوں کے علم کا حساب کریں لیکن اگر صرف ایک عالم اور دانشور کے علم پر نظر رکھیں تو پھر ابھی تک کشف اور واضح ہونے والے رازوں سے اسکا موازنہ کرنا کسی مضحکہ سے کم نہیں ہے اور اسے جہالت و نادانی کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔

جب حضرت علی کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہیں'' :سبحانک ما اعظم ما نری من خلقک وما اصغر عظیمہا فی جنب ما غاب عنا من قدرتک ''پاک و پاکیزہ ہے تو ،تیری وہ مخلوق کتنی عظیم ہے جو ہماری نگاہوں کے سامنے ہے اور اس کی عظمت کتنی چھوٹی ہے تیری اس قدرت کے مقابلہ میں جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔تو پھر دوسروں کا حال تو خود بخود معلوم ہے!لہٰذا کسی کے اندر یہ مجال نہیں ہے کہ وہ اس عظیم کائنات کی کسی بھی خلقت کا راز معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اسکے وجود کے بارے میں اعتراض شروع کردے یا اس کائنات کے بعض نظاموں اور اسکے قوانین کو فضول سمجھنے لگے ۔کوئی شخص بھی یقینی طور پر یہ دعویٰ نہیں کر سکتا ہے کہ دنیا کی چھوٹی سے چھوٹی چیز میں کوئی راز یا نکتہ پوشیدہ نہیں ہے جس طرح کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اسے دنیا کے تمام اسرار معلوم ہیں قدیم اور جدید علماء وفلاسفہ اوردانشوروں نے صرف اسی ادراک کو اپنے لئے باعث فخر قرار دیا ہے کہ:

ہر گز دل من ز علم محروم نشد

کم ماند ز اسرار کہ مفہوم نشد

میرا دل علم سے ہر گز محروم نہیں رہا وہ راز کم ہیں جو میرے لئے واضح نہ ہو گئے ہوں ہفتاد و دو سال جھد کردم شب و روز معلوم شد کہ ہیچ معلوم نشد ۷۲ سال تک میں نے دن رات محنت کی ہے اور صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ کچھ معلوم نہیں ہے

بہ جائی رسیدہ دانش من

کہ بدانم ہنوز نادانم

میرا یہ علم صرف وہاں تک پہونچ سکا کہ یہ جان سکوں کہ ابھی نادان ہوں عرب کا ایک دانش مند اور حکیم شاعر کہتا ہے :

ما للتراب و للعلوم و انما

یسعیٰ لیعلم انہ لایعلم

مٹی اور علوم کے درمیان کیا رابطہ بلکہ وہ تو یہ کوشش کرتا ہے کہ یہ جان لے کہ وہ جانتا نہیں ہے مشہور ہے کہ ایک عورت نے مشہور حکیم ''بزرگ مہر'' سے کوئی سوال پوچھا حکیم نے اسے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں ہے ۔ عورت نے کہا اے حکیم صاحب: بادشاہ سلامت تمہیں ہر مہینے صرف اس لئے تنخواہ دیتے ہیں تاکہ تم اپنے علم و حکمت کے ذریعہ لوگوں کی مشکلات کو حل کر سکو ؟ کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ میرے سوال کے جواب میں تم اپنی جہالت اور نادانی کا اقرار کر رہے ہو ؟ حکیم نے کہا : بادشاہ مجھے جو کچھ دیتا ہے وہ میری معلومات کے اعتبار سے دیتا ہے لیکن اگر وہ میرے مجہولات (جو چیزیں مجھے معلوم نہیں ہیں ان) کے اعتبار سے مجھے دینا چاہے تو وہ اپنا پورا خزانہ بھی خالی کر دے گا تب بھی میرے لئے کم رہے گا ۔ لہٰذا ہمیں مجہولات کو کشف کرنے اور اسرار کائنات کو جاننے کے لئے ہر دم کوشش کرتے رہنا چاہئے اور اگر کسی جگہ پر ہماری تحقیق اور جستجو کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو

سکا تو اسے اسکے موجود نہ ہونے کی دلیل قرار نہ دینا چاہئے ۔ مثلاً جب انسان کی آنکھیں طاقتور ٹیلسکوپ اور میکروسکوپ سے مسلح نہیں تھیں تو اسے یہ حق نہیں تھا کہ وہ ذرہ کے برابر موجودات یا ان لاکھوں کرات کا انکار کر دے جو اس سے پہلے کشف نہیں ہوئے تھے ۔ جس طرح وہ حیوانات جو ہر رنگ نہیں دیکھ پاتے یا انہیں صرف ایک رنگ دکھائی دیتا ہے وہ ان رنگوں کا انکار نہیں کر سکتے جو انسان کو مختلف انداز سے دکھائی دیتے ہیں ،جس طرح کوئی سنی جانے والی اور نہ سنی جانے والی آوازوں اور ان کی امواج کا انکار نہیں کر سکتا ہے ۔

یہ قاعدہ تکوینی دنیا اور شرعی دنیا دونوں ہی جگہ جاری ہے دنیائے شریعت میں بھی بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کے فلسفہ و حکمت تک ہماری عقل نہیں پہونچ پاتی ہے اور ایسے احکام شریعت کا حال بھی بالکل بقیہ کائنات (عالم تکوین)کی طرح ہے لہٰذا جس طرح ہمیں کائنات کے بارے میں اس قسم کے اعتراض کا حق نہیں ہے اسی طرح شرعی مسائل میں بھی اعتراض کا حق نہیں ہے ۔اگر ان دونوں مقامات (شریعت اور تکوین (کائنات))پر ہمیں کوئی ایسا مسئلہ دکھائی دے کہ صحیح عقل اور برہان اسکے خیر نہ ہونے یا شر (مضر)ہونے کا فیصلہ کر دیں تو ہمیں ناراض ہونے کا حق ہے ،لیکن آج تک شریعت اور کائنات میں ہمیں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی اور نہ کبھی آئندہ نظرآئے گی۔اس مقدمہ کے بعد ہم کہتے ہیں : کہ امام زمانہؑ کی غیبت پر ایمان رکھنے کے لئے اسکا فلسفہ جاننا ہر گز ضروری نہیں ہےاور اگر بالفرض ہمیں اسکا کوئی راز معلوم نہ ہو سکا تب بھی ہمیں اسکا پختہ یقین رہے گا ، ہمیں اجمالاً یہ معلوم ہے کہ اس غیبت میں بہت اہم فائدہ اور مصلحت پوشیدہ ہے ،لیکن ہمارے جاننے یا نہ جاننے سے اسکے ہونے یا نہ ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے جیسا کہ اگر ہم اصل مسئلہ غیبت کو ہی نہ جانتے ہوں تب بھی اس کا کوئی ضرر نہ ہوگا ۔ حضرتؑ کی غیبت ایک انجام یافتہ امر الٰہی ہے جسکی اطلاع معتبر احادیث سے ہم تک پہونچی ہے اور اس مدت میں بہت سے بزرگوں نے آپؑ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے ۔لہٰذااگر غیبت کے نہ جاننے اور اس کے واقع ہونے کے درمیان کسی قسم کا کوئی ربط نہیں ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ

ہمیں غیبت کا راز معلوم نہیں ہے اس کے باوجود ہمیں امام زمانہؑ کے وجود پر مکمل ایمان ہے بالکل اسی طرح جس طرح ہم بہت ساری چیزوں کا فائدہ نہیں جانتے ہیں مگر ان کے موجود ہونے کا ہمیں علم ہے۔

غیبت کے فوائد

واضح رہے کہ غیبت کے اسرار کے بارے میں سوالات کا آغاز ہمارے ہی زمانہ سے نہیں ہوا ہے اور انکا تعلق صرف اِسی دور سے نہیں ہے بلکہ جب آپ کی غیبت شروع نہیں ہوئی تھی حتیٰ کہ آپ کی ولادت سے بہت پہلے جب پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ نے حضرت مہدیؑ کے ظہور کی خبر دی تھی اسی وقت یہ سوالات سامنے آگئے تھے۔ آپ غیبت کیوں اختیار کرینگے ؟اس غیبت کا فائدہ کیا ہے ؟آپ کی غیبت کے دور میں آپؑ کے وجود سے کس طرح فائدہ اٹھایا جائے گا ؟معصومینؑ نے حضرت مہدیؑ کے ظہور کی بشارت دینے کے ساتھ ہمیں ان سوالات کے جوابات سے بھی آگاہ کر دیا ہے جن میں سے بعض جوابات کو مختصر طور سے اس مقام پر ذکر کیا جا رہا ہے ۔ ا۔آپ کے ظہور کا سب سے اہم راز اور سب سے بڑی وجہ آپ کے ظہور کے بعد ہی معلوم ہو سکے گی جیسا کہ جب جناب موسیٰ (علی نبینا و آلہ و علیہ السلام) جناب خضرؑ کے ساتھ گئے تھے تو ان کے کاموں کی حکمت اور راز اس وقت تک معلوم نہ ہو سکے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوگئے ۔یا بالکل اسی طرح جیسے ہر موجود کی خلقت کا فائدہ چاہے وہ جمادات ہوں یا نباتات اور یا انسان اور حیوان ہوں ان کا فائدہ کئی مہینے یا کئی سال گذرنے کے بعد ظاہر ہو پاتا ہے ۔

۲۔اس غیبت کے کچھ اسرار معلوم ہیں جیسے یہ بندوں کا امتحان ہے کیونکہ غیبت کی وجہ سے خاص طور سے جبکہ انکا راز معلوم نہ ہو تو لوگوں کے ایمان کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ تقدیر الٰہی کے بارے میں انکا ایمان کتنا قوی ہے ان کی زبان میں کتنی سچائی پائی جاتی ہے اس طرح غیبت کے زمانہ میں رونما ہونے والے حادثات میں تمام لوگ شدید ترین امتحانات میں مبتلا ہوتے ہیں جن کی تفصیل بیان کرنے کا فی الحال امکان نہیں ہے ۔انہیں اسرار میں سے ایک راز یہ ہے کہ غیبت کے زمانہ میں دنیا کی تمام قومیں آہستہ آہستہ علمی اخلاقی اور عملی طور پر اس مصلح حقیقی اور بشریت کے حالات کو سدھارنے والے کے ظہور کیلئے تیار ہو جائیں کیونکہ حضرتؑ کا ظہور دوسرے

تمام انبیاء کی طرح نہیں ہے جسکا دار و مدار ظاہری اور عام اسباب کے اوپر ہو بلکہ دنیا کی قیادت میں آپ کا طریقہ کار حقیقتوں پر مبنی ہوگا اور اصل حق کے مطابق حکم کریں گے اسکے علاوہ تقیہ سے پرہیز، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سختی، تمام کارندوں اور ذمہ داروں سے سخت مواخذہ (بازپرس) اور انکے کاموں کی کڑی نگرانی کرنا بھی آپ کی حکومت کا اہم حصہ ہے اور ان کاموں کی انجام دہی کے لئے علوم و معارف کے ارتقاء اور بشریت کی فکری اور اخلاقی ترقی بے حد ضروری ہے تاکہ اسلامی تعلیمات کے دنیا میں چھا جانے اور قرآنی احکامات کی عالمی حکومت کے لئے وسائل فراہم رہیں۔

آخر میں لازم ہے کہ اپنے قارئین محترم کی مزید واقفیت کے لئے مسئلہ غیبت سے متعلق کچھ اہم کتابوں کی طرف اشارہ کر دیا جائے جیسے ''غیبت نعانی''، غیبت شیخ طوسی اور ''کمال الدین وتمام النعمہ'' کیونکہ غیبت کے بعض اسرار کو سمجھنے کے لئے انکا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ امید ہے کہ خدا وند عالم اپنے فضل و کرم سے حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کے ظہور کو نزدیک فرمائے اور ہماری آنکھوں کو انکے بے مثال جمال کے نور سے روشن کرے، پوری دنیا میں ایک اسلامی حکومت قائم ہو اور دنیا کو جاہ طلب لوگوں کے ظلم و ستم اور متصادم سیاستوں کے نقصانات سے نجات عطا فرمائے۔

بحق محمد و آلہ الطاہرین علیہم السلام

غیبت کی حکمت اور اس کا فلسفہ

وقل رب زدنی علما اور آپ کہتے رہیں کہ پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما۔ اکثر لوگوں کا خیال یہ ہے کہ انہیں چیزوں کی حقیقت اور واقعیت معلوم ہے اور انھوں نے جو کچھ دیکھا یا سنا یا پہنا اور چکھا ہے یا اسے چھوا ہے اسکے ذریعہ انہیں اس کی حقیقت معلوم ہو گئی ہے اور شاید اپنی نادانی کی طرف ان کی تھوڑی توجہ بھی نہ ہو۔ جو کسان یا مالی (باغبان) کھیت اور باغ کے اندر کھیتی یا باغبانی میں مصروف ہے اسکا خیال یہ ہے کہ جن جن چیزوں سے اسکا سروکار (رابطہ) ہے جیسے زمین مٹی، گھاس پھوس، پانی، بیج، جڑیں، تنا،

[1] سورۂ طہ آیت۱۱۴۔

ڈالی، پتے، کلی، پھل، دانہ، پتھر اور درختوں کی بیماریوں سے وہ نا واقف نہیں ہے اور یہ سب اسکے لئے مجہول نہیں ہیں، ایک معدن کا مزدور بھیڑ، بکریوں اور گائے بھینس کا چرواہا سب کا یہی خیال ہے کہ انہوں نے کم ازکم اپنے ماتحت چیزوں کو پہچان لیا ہے ۔ جن لوگوں نے تھوڑی بہت تعلیم حاصل کی ہے وہ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں اسی لئے وہ اپنے کو عالم حقائق سمجھتے ہیں ۔ بجلی، معدنیات اور کھیتی باڑی کا ماہر، کھال، اعصاب، خون، ہڈی، دماغ وغیرہ کے اسپشلسٹ ڈاکٹر، ریاضیات، نجوم، نفسیات، ہستی شناس، علم کیمیا یا دوسرے علوم کے تمام ماہرین، اپنے علم و فن سے متعلق تمام چیزوں کو چاہے اچھی طرح پہچان لیں لیکن وہ ان کی حقیقت کو پہچاننے سے عاجز ہیں اور چاہے وہ جتنی مہارت حاصل کر لیں ان چیزوں کے بعض ظاہری آثار اور خاصیتوں کو پہچاننے کے علاوہ اس کی کوئی حقیقت بیان نہیں کر سکتے، نیز آئندہ بھی وہ جتنے زیادہ ماہر ہوتے چلے جائیں گے وہ اپنی بتائی ہوئی تعریفوں (اصطلاحوں) کے نقائص اور مشکلات سے اتنا ہی واقف ہوں گے۔ کیونکہ دنیا کے اندر پیچیدہ مسائل کا ایک اتنا طویل سلسلہ ہے کہ اس کی ابتداء و انتہا بشر سے بالکل پوشیدہ ہے اور اس سلسلہ کی ہر منزل اور ہر مرحلے پر اتنے راز اور معمے (گتھیاں) موجود ہیں جن کا صرف تصور ہی انسان کو حیرت میں ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ ''لیڈی اسٹور'' کا بیان ہے کہ اگر کوئی شخص صرف اس مقدار میں بولے جسکی حقیقت کو اس نے پہچان لیا ہے تو پوری کائنات کے اوپر ایک گہری خاموشی کی حکومت قائم ہو جائے گی[1] ادارہ روکفلر کے نائب صدر ''وارین ویفر'' نے کہا: کیا علم، جہل و نادانی سے جنگ جیت سکتا ہے؟ جبکہ علم جس سوال کا جواب بھی پیش کرتا ہے اسکے سامنے کئی نئے سوالات پیدا ہو جاتے ہیں اور مجہولات کوکشف کرنے کے راستے میں وہ جتنا آگے بڑھتا ہے اسے جہل کی تاریکیاں اتنی ہی زیادہ دکھائی دیتی ہیں، علم بشر کی مقدار میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے لیکن یہ احساس کہ اسمیں کوئی ترقی نہیں ہو رہی ہے اب بھی اپنی جگہ پر باقی ہے کیونکہ جن چیزوں کے بارے میں ہمیں معلومات حاصل ہوئی ہیں (انکی دریافت کرتے ہیں) اور ان کو نہیں سمجھ پاتے یا انکو نہیں پہچانتے ہیں ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے[2]۔

[1] رسالہ:المختار من ریدرزدایجست صفحہ ۳۷، نومبر۱۹۵۹

[2] رسالہ ''المختار من ریدر دائجست صفحہ ۱۱۳ ،اکتوبر۱۹۵۹

جی ہاں جس بشر نے اپنے تجربی اور حسی علوم کے ذریعہ بجلی، بھاپ، لوہا، پانی، مٹی ہوااور ایٹم کو مسخر کر لیا ہے اور آسمانی کرات بھی اس کی رسائی کے دائرے میں ہیں اور اس نے عناصر کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا ہے نئی نئی ایجادات جیسے فون، ریڈیو اور ٹیلیویژن یا کمپیوٹر، بڑے بڑے صنعتی کارخانے اس نے بنائے ہیں اسکے باوجود آج بھی وہ ان چیزوں کی حقیقت جاننے سے قاصر ہے جن سے اسے دن رات سروکار رہتا ہے ۔اس نے بجلی کی حقیقت ،پانی کی حقیقت ،عناصر کی حقیقت ،درختوں اور معدنوں ،جراثیم اور خلیوں، ایٹم ،الکٹرون...وغیرہ کی حقیقتوں کو نہیں پہچانا ہے اور انکے بعض خصوصیات یا چند ظاہری چیزوں کے علاوہ اسے کچھ معلوم نہیں ہو پایا اور یہ تمام چیزیں اسکے لئے آج بھی ایک پہیلی (معمہ) اورنہ سمجھ میںآنے والی گتھی بنی ہوئی ہیں ۔ ایک مفکر دانشور کے بقول جو لوگ انسان کی تعریف میں حیوان ناطق اور گھوڑے کی تعریف میں حیوان صاہل (ہنہنانے والا) کہتے ہیں یہ لوگ ان الفاظ سے اس کی اسی طرح شناخت کراتے ہیں اور علمی غرور نے انکے ذہن کے غبارے میں اتنی ہوا بھر دی ہے کہ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ انہوں نے انسانوں اور گھوڑوں کی حقیقت کو پہچان لیا ہے۔ لیکن اگر انکے اس غبارے کی ہوا نکل جائے تو ان کی سمجھ میں آجائے گا کہ اس تعریف کے ذریعہ نہ انہوں نے کسی انسان کوگھوڑے کی حقیقت سے واقف کیا ہے اور نہ خود ہی ان کی حقیقت کو سمجھ پائے ہیں لہٰذا بہتر یہی ہے کہ اشیاء کی حقیقت پہنچوانے کے لئے ان تعریفوں کو بیان نہ کیا جائے ۔

یہ انسان اپنے سے قریب ترین اشیاء کی حقیقت کو جاننے سے قاصر ہے کیونکہ اس کی روح سے زیادہ اور کوئی چیز اسکے نزدیک نہیں ہے تو کیا اس نے اپنی زندگی کو پہچان لیا ہے ؟اور کیا وہ روح اور حیات کی حقیقت کی وضاحت کر سکتا ہے ؟کیا اسے اپنے بہت سارے فطری امور کی معرفت ہے ؟کیا وہ عشق و محبت لذت وصل، ذوق اور شجاعت یا دوسری فطری چیزوں کو سمجھتا ہے ؟لیکن ان تمام دشواریوں اور جہالتوں کے باوجود کیا انسان صرف اس لئے ان حقیقتوں کا انکار کر سکتا ہے کہ اس کی عقل ان کو سمجھنے سے قاصر ہے یا اسکے اندر اتنی طاقت ہے کہ وہ ان کروڑوں، اربوں بلکہ ان سے بھی زیادہ مخلوقات اور عجیب وغریب اشیاء کا انکار کر دے جو اس کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور اسے معلوم نہیں ہیں؟ کیا وہ اس عالم ہستی کی ضخیم کتاب کے کلمات کے معانی ،اسرار و

خصوصیات اور اسکے فائدوں کا انکار کر سکتا ہے؟کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ کیونکہ ہم نے فلاں چیز نہیں دیکھی لہٰذا اسکا کوئی وجود نہیں پایا جاتا یا کسی چیز کا راز اور اسکا فائدہ میری سمجھ میں نہیں آیا لہٰذا وہ بے فائدہ ہے اور اسمیں کوئی راز پوشیدہ نہیں ہے؟ہر گز ہر گز ایسا نہیں ہو سکتا !اور چاہے انسان کا علم و فن کتنی ہی ترقی کرلے وہ کبھی بھی یہ دعویٰ نہیں کرے گا بلکہ علم جتنا آگے بڑھے گا وہ اس قسم کے دعووں سے اتنا ہی دور رہے گا ۔وہ آسمانی بجلی جس سے انسان ہزاروں سال تک ڈرتا رہا کیا اُس زمانہ میں کہ جب تک اسکے خصوصیات اور فائدوں تک سائنس کی رسائی نہیں ہوئی تھی اور خدا کی اس عظیم طاقت میں اس کی قدرت کا جو اعجاز اور نشانیاں موجود ہیں اور نباتات یا حیوانات کے اوپر اسکا کیا اثر ہوتا ہے وہ ان سے آگاہ نہیں ہوا تھا تو کیا اسکے اندر یہ منافع موجود نہیں تھے ؟اور کیا اس وقت وہ خداوند عالم کی ایک عظیم نعمت نہیں تھی؟اور وہ لوگ جو اسے صرف نعمت یا عذاب کا ایک مظہر سمجھتے ہیں کیا وہ نا سمجھی کا شکار نہیں تھے ؟ہر عالم اور دانشور دنیا کی عمارت کو منطق اور صحیح نظر کی بنیاد پر استوار سمجھتا ہے اور ان ظاہری بجلی کے عجیب و غریب اہم فوائد کی تفصیلات کے لئے ''الصواعق نعمۃ'' کے عنوان کا مقالہ ملاحظہ فرمائیے جو ماہنامہ رسالہ ''بو بیلڈرسائینس'' ''المختار من ریدرز ڈائجسٹ'' شمارہ اکتوبر ۱۹۵۹ء ص ۱۰۶ پر موجود ہے۔چیزوں کو حقائق کا خزانہ قرار دیتا ہے اور اسے یہ کائنات ایک ایسا مدرسہ دکھائی دیتی ہے جس میں وہ علم و حکمت حاصل کرے وہ اس کے خصوصیات لوازم اور اجزاء کے بارے میں گفتگو کرنے سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اسکے یہی معمے اور اسرار اس کے لئے پر لطف چیزیں ہیں نیز پوری زندگی تعلیم اور تحقیق (انکشافات) کے میدان میں بسر کرنے کے بعد اسکے اندر حیرت اور استعجاب کی جو کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ اس کی علمی زندگی کی سب سے (با لذت)لذیذ اور پر کیف چیز ہے جس لذت سے کسی چیز کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا ،وہ دنیا کو ریاضی اور علم ہندسہ کے اس پیچیدہ سوال کی طرح سمجھتا ہے جسکا حل کرنا بظاہر آسان ہے لیکن جب اسے حل کرنا چاہیں تو اسمیں جتنا آگے بڑھتے جائیں اس کی پیچیدگی اور گہرائی میں اتنا ہی اضافہ ہوتا جاتا ہے ۔ایک مفکر اور فلسفی کے لئے یہ لمحات بڑے حسین اور پر کیف ہوتے ہیں اور وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کی حیرت میں اور اضافہ ہوتا رہے اور وہ اس منزل تک پہونچ جائے کہ اسکو یہ دکھائی دینے لگے کہ اس

کی آنکھ ان تمام مجہولات (پوشیدہ چیزوں کو)دیکھنے والے آلات سے مسلح نہیں ہے اور پھر معرفت و بصیرت کے ساتھ قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت کرے:ولو ان ما فیالا رض من شجرۃ اقلام و البحر یمدّہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ[1]۔ ''اور اگر روئے زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر کا سہارا دینے کے لئے سات سمندر اور آجائیں تو بھی کلمات الٰہی تمام ہونے والے نہیں ہیں''۔اور وہ یہ کہتا ہوا دکھائی دے:

مجلس تمام گشت و بہ آخر رسید عمر

ما ہم چنان در اول وصف تو ماندہ ایم

مجلس ختم ہو گئی اور عمر تمام ہو گئی مگر ہم تیری توصیف کی شروعات میں ہی رکے رہ گئے ہیں۔ اسکے باوجود انسان ہر علمی میدان میں اپنی تمام تحقیقات نیز محنتوں اور مشقتوں سے اس دنیا کے پیدا کرنے والے کی حکمت ،منطق ،مقصد،ارادہ،قدرت اور اسکے علم سے واقف ہوتا ہے اور اسے بخوبی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی بے نظمی نہیں ہے اور دنیا کی کسی مخلوق کو فضول یا بے فائدہ قرار نہیں دیا جا سکتا ۔یہ انسانی عاجزی (ناتوانی)اور اس کی فہم و شناخت کے مختلف طریقوں کی ایک مختصر سی جھلک تھی، اور یہی اس کی عقل و خرد کی عجیب و غریب قدرت و طاقت کی دلیل بھی ہے ۔ان خصوصیات کے بعد اگر وہ عالم تشریع یا عالم تکوین میں (کشف)ظاہر ہونے والی کسی بھی چیز کا فلسفہ نہ سمجھ پائے اور اس کی تاویل یا تشریح نہ کر سکے یا اس کی تعریف و توصیف کرتے وقت اسے الفاظ کا دامن (دائرہ)تنگ دکھائی دے تو وہ اسکے فائدہ کا انکار نہیں کر سکتا ۔

دنیائے حقیقت و معانی اور بشری علوم اور معلومات کی مثال ایسی ہے جیسے الفاظ اور معانی کے درمیان رابطہ ہوتا ہے،الفاظ کی دنیا چاہے جتنی وسیع اور کشادہ کیوں نہ ہو جائے پھر بھی وہ اپنے اندر تمام معانی کو نہیں سمیٹ سکتی،کیونکہ زبانیں اور انکے الفاظ یا کلمات کی

---

[1] سورۂ لقمان آیت۲۷

تعداد محدود ہے جبکہ معانی اور اشیاء (چیزیں) نا محدود ہیں اور یہ طے ہے کہ محدود چیز، نا محدود چیز کا احاطہ نہیں کر سکتی جیسا کہ ایک عربی شاعر نے کہا ہے:

وان قمیصاً خیط من نسج تسعة

و عشرین حرفا عن معالیه قاصر

ایک قمیص اگرچہ ۹ دھاگوں سے بنائی گئی ہے مگر بیس حروف بھی اس کے فضائل بیان کرنے سے قاصر ہیں ۔ اس حقیقت کو سب سے بہترین اور اچھے طریقہ سے قرآن مجید نے اس آیت میں بیان کیا ہے: (قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربي لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربیولو جئنا بمثلہ مددا[1]) ''آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے پروردگار کے کلمات کے لئے سمندر بھی روشنائی بن جائیں تو کلمات رب کے ختم ہونے سے پہلے ہی سارے سمندر ختم ہو جائیں گے چاہے ان کی مدد کے لئے ہم ویسے ہی سمندر اور بھی لے آئیں'' قرآن مجید نے آج سے چودہ صدی پہلے اس آیت میں کائنات کی مخلوقات کی عظمت اور ان کی بے شمار تعداد کو نہایت حسین انداز میں بیان کر دیا ہے جس کا علمی استحکام اور اعجاز سامنے آتا رہتا ہے اسکے علاوہ معصومینؑ کی احادیث میں بھی اس حقیقت کو آشکار کیا گیا ہے مثلاً اس وقت جبکہ انسان صرف تھوڑے سے ستاروں کو ہی پہچانتا تھا تو اس وقت کسی چیز کی کثرت میں مبالغہ کرنے کے لئے بارش کے قطروں، ریت کے ذروں اور آسمان کے ستاروں کی مثال دیا کرتا تھا ۔

انسانی فہم و شعور اس دنیا کی حقیقتوں کو درک کرنے سے کتنا قاصر ہے اس سلسلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے: یا بن آدم لو اکل قلبک طائر لم یشبعه و بصرک لو وضع علیه خرت ابرة لغطاه ترید ان تعرف بها ملکوت السموات والارض[2]۔ اے فرزند آدمؑ! اگر تیرا دل ایک پرندہ کھالے تو اس سے اسکا پیٹ نہیں بھر سکتا اور اگر تیری آنکھ کے اوپر ایک سوئی کی نوک رکھ دی جائے تو وہ

---

[1] سورۂ لقمان آیت۲۷۔
[2] حق الیقین ج ۱ص ۴۶۔

اسے ڈھک لے گی اور پھر تو یہ چاہتا ہے کہ اسکے ذریعہ ملکوت آسمان و زمین کو پہچان لے ۔اس تمہید کے بعد جو لوگ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی غیبت کے راز اور آپ کے پوشیدہ رہنے کا فلسفہ معلوم کرنا چاہتے ہیں ہم ان سے یہ کہیں گے :آپ دریافت کیجئے اور غور و فکر سے کام لیجئے تحقیق اور جستجو فرمائیے ہمیں آپ کے تحقیق کرنےیا آپ کے دریافت کرنے پر کوئی اعتراض نہ ہو گا،پوچھیئے اور تلاش میں لگے رہئے کیونکہ اگر آپ اس غیبت کی اصل وجہ اور اسکے حقیقی اسرار تک نہ بھی پہنچ سکے توکم ازکم اس کی بعض حکمتوں اور دوسری متعلقہ چیزوں سے توآگاہ ہو جائیں گے،اور عین ممکن ہے کہ آپ اپنی اس جستجو کے ذریعہ کچھ نئی معلومات حاصل کر لیں،لیکن اگر ان سوالات اور اس جستجو سے آپ کا مقصد صرف اعتراض کرنا ہے اور آپ یہ چاہتے ہیں کہ غیبت کی وجہ معلوم نہ ہونے اور اسے سمجھنے سے اپنی عقل کے عاجز ہونے کوآپ اس کے نہ ہونے کی دلیل قرار دے دیں تو پھر آپ عقل و خرد سے بہت دور ہو چکے ہیں اور اس سے آپ کسی کے ایمان اور عقیدے کو کھوٹا ثابت نہیں کر سکتے ہیں ۔کسی چیز کو نہ پانا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا کیا آپ کی نظر میں صرف یہی ایک چیز پوشیدہ اور نا معلوم ہے ؟کیا آپ نے دنیا کی تمام موجودات کی خلقت کے راز کشف کر لئے ہیں ؟دنیا کے اجزاء اور اسکے ظاہر و باطن کے بارے میں انسان کے ذہن میں جو سوالات پیدا ہوتے ہیں کیا آپ نے ان سب کا جواب تلاش کر لیا ہے ؟ کیونکہ ان کا راز آپ کو معلوم نہیں ہے تو کیا آپ انہیں بے فائدہ سمجھتے ہیں؟

کیا انکے فائدہ مند یا نقصان دہ ہونے کا معیار ہماری اور آپ کی عقل یاشعور ہے ؟ یا ایسا نہیں ہے،بلکہ ان اسباب اور ان حکمتوں تک نہ پہنچ پانے کو آپ اپنی فکر و شعور اور استعداد کی نا توانی (کمزوری)کی دلیل قرار دیتے ہیں ؟ آپ کا یہ نظریہ ہے کہ اگر آپ کی عقل دوسرے آلات سے مسلح ہوتی اور ارسال و ترسیل (رابطے) کے موجودہ وسائل کے بجائے آپ کے پاس اس سے زیادہ پیش رفتہ وسائل (آلات)ہوتے تو دنیا کے اور بہت سارے اسرار معلوم ہو سکتے تھے ؟اگر ایک دانشور،ان سوالات کا جواب دینا چاہے تو وہ یقیناً اپنی کمزوری کا ہی اعلان کرے گا اور ہر روز جو پوشیدہ (نا معلوم)چیزیں سامنے آرہی ہیں ان ہی پر نظر رکھنے کے بعد کسی

چیز کے نہ جاننے کو اسکے موجود نہ ہونے کی دلیل نہ بنائے گا، اور اس دنیا کی ہر چیز میں بے شمار عجیب و غریب اسرار کا قائل ہونے کے بعد یہ کہتا دکھائی دے گا :

پشہ چون داند این باغ از کی است

کو بہاران زاد و مرگش دودی است

خود چو باشد پیش نور مستقر

کرو فرو اختیار بو البشر

پیہ پارہ آلت بینای او

گوشت پارہ آلت گویای او

مسمع او از دو قطعہ استخوان

مدرکش دو قطرہ خون یعنی جنان

کرمکی و از قذر آکندہ ای

طمطراقی در جہان افکندہ ای

اگر مچھر کو یہ پتہ چل جائے کہ یہ باغ کس کا ہے؟بہار میں پیدا ہوا اور دھواں اس کی موت ہے۔اس کیخود جب نور کے سامنے ابو البشر کا کرّ وفر اور اختیار آتا ہے۔چربی کا ایک ٹکڑا اس کے دیکھنے کا آلہ (آنکھ)ہے گوشت کا ایک لوتھڑا (زبان)بولنے کا آلہ

ہے،اس کا کان دو ہڈیوں سے بنا ہے،تیری ابتدا منی کے دو قطرے ہیں،ایک کیڑا وہ بھی گندگی سے لت پت اور تونے پوری دنیا میں ہنگامہ مچا رکھا ہے ۔لہٰذا غیبت کے فلسفہ کو جاننے کے اتنا پیچھے نہ پڑیں اور اس کے بارے میں سوال پر سوال نہ کریں غیبت ایک طے شدہ چیز (امر)ہے جو عالم وجود میں آ چکی ہے غیبت کا راز معلوم ہو سکے یا نہ معلوم ہو سکے غیبت شروع ہو چکی ہے اور آپ کا نہ جاننا ہرگز اس کی نفی اور اسکے باطل ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا ۔ہمیں قضا و قدر کا یقین ہے اور ہم قرآن و اہلبیتؑ کی ہدایت یا فلسفی معلومات اور براہین سے اسکے بارے میں کچھ نہ کچھ جانتے ہی ہیں،لیکن کیا کوئی ایسا ہے جو قضا و قدر کے بارے میں سب کچھ بتا سکے ؟اسی لئے اسکے بارے میں زیادہ سوچنے اور غور و فکر کرنے سے منع کیا گیا ہے ۔واد مظلم فلا تسلکوہ ۔ ''یہ ایک تاریک وادی ہے لہٰذا اس میں گھسنے (چلنے)کی کوشش نہ کرو اور اس میں طلب (علم و معرفت)کے گھوڑے نہ دوڑاؤ کہ تھک کر چور چور ہو جاؤ گے ۔

در این وادی مران زنھار زنھار

کہ در اول قدم گردی گرفتار

شکار کس نہ شد عنقا بدوران

چرا دام افکنی ای مرد نادان

اس وادی میں طائر فکر کو پرواز نہ کرنے دو کہ پہلے ہی قدم پر جال میں گرفتار ہو جاؤ ،عنقا (سیمرغ)پرندہ کو کوئی شکار نہ کر سکا ،اے نادان تو کیوں جال بچھا رہا ہے،یہ جگہ صرف تسلیم و رضا اور ایمان کا مقام ہے لیکن بالکل بے دلیل ایمان بھی نہیں اور نہ ہی ایسا ایمان جس میں سو فیصد تسلیم و رضا ہو،بلکہ یہ ایسا ایمان ہے جسکا سر چشمہ انسانی عقل اور اس کی فطرت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وحی کی

---

[1] یہ دونوں شعر مؤلف کے والد کے گنج دانش یا صد پندسے نقل کئے گئے ہیں۔

زبان ،قرآن مجید کی آیتوں ،متواتر حدیثوں ،معجزوں اور مخصوص لوگوں کی سیرت اور انکے مکاشفات نے بھی اس کی طرف ہماری رہنمائی کی ہے ۔ مختصر یہ کہ غیبت کے اسرار کے بارے میں جوکچھ کہا جائے اس میں اکثر وبیشتر کا تعلق اسکے فوائد و اثرات سے ہے اور اس کی اصل وجہ ہمارے لئے مجہول ہی ہے۔اُن حدیثوں کے یہی معنی ہیں جن میں یہ آیا ہے کہ غیبت کاراز ظہور کے بعد ہی آشکار ہوگا جس طرح درختوں کی خلقت کا راز پھل ظاہر ہونے سے پہلے معلوم نہیں ہو پاتا اور بارش کی حکمت اس وقت تک نہیں معلوم ہوتی جب تک زمین زندہ نہ ہو جائے ،سبزہ نہ لہلہانے لگے ،باغ و بوستان اور گل و گلشن پر تازگی نہ آجائے ۔شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب ''کمال الدین'' اور ''علل الشرائع'' میں اپنی سند کے ساتھ عبد اللہ بن فضل ہاشمی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ سنا ہے :آپ نے فرمایا '' صاحب الامر کے لئے یقیناایک غیبت ہو گی جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کہ اس دوران ہر اہل باطل شک وشبہہ میں مبتلا ہو جائے گا ''میں نے عرض کی : میری جان آپ پر قربان !ایسا کیوں ہے ؟

فرمایا : اُس وجہ سے ،جس کو ظاہر کرنے کی ہمیں اجازت نہیں ہے ۔ میں نے عرض کی : ان کی غیبت کی حکمت کیا ہے؟فرمایا : وہی حکمت ہے جو ان سے پہلے خدا کی حجتوں کے غائب ہونے کی حکمت تھی۔

یقیناً غیبت کی حکمت اسی وقت ظاہر ہوگی جب انکا ظہور ہو جائے گا بالکل اسی طرح جیسے حضرت خضرؑ کے کام یعنی کشتی میں سوراخ کرنے ،لڑکے کو جان سے مار دینے اور دیوار بنا دینے کا راز جناب موسیٰ علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام کو اسی وقت معلوم ہو پایا جب وہ ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے ۔اے فرزندِ فضل یہ غیبت، خدا کے امور میں سے ایک امر،اسرار الٰہیہ میں سے ایک راز اور خدا کے علم غیب کا ایک حصہ ہے ،اور ہمیں یہ معلوم ہے کہ خدا وند عالم حکیم ہے اور ہم نے یہ گواہی دی ہے کہ اسکا ہر قول و فعل حکمت کے مطابق ہے چاہے اسکا راز ہم سے پوشیدہ ہی کیوں نہ ہو اس کے با وجود ہم یہاں پر غیبت کے بعض فوائد اور منافع کی

[1] منتخب الاثر مؤلفہ:مصنف،باب۲۸فصل۲ حدیث ۱۔

وضاحت آئندہ چند صفحوں میں پیش کریں گے جو عقلی اور سماجی (عرفی) اعتبار سے بالکل صحیح اور معقول ہیں اور روایات نیز اسلامی دانشمندوں اور مفکروں کے اقوال اور تحریروں میں انکا تذکرہ موجود ہے۔

قتل ہونے کا خوف

(وأوحینا الیٰ أم موسیٰ ان ارضعیه فاذا خفت علیه فألقیه في الیمّ و لا تخافیولاتحزنیانا رادّوہ الیک و جاعلوہ من المرسلین[1])اور ہم نے مادر موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنے بچے کودودھ پلاؤ اوراس کے بعد اس کی زندگی کا خوف پیدا ہو تو اسے دریا میں ڈال دو اوربالکل ڈرو نہیں اورپریشان نہ ہو کہ ہم اسے تمہاری طرف پلٹا دینے والے اوراسے مرسلین میں سے قرار دینے والے ہیں ۔ (ففررت منکم لما خفتکم فوھب لی ربی حکما و جعلنی من المرسلین[2]) شیخ کلینیؒ اور شیخ طوسیؒ نے ''اصول کافی'' اور ''غیبت'' میں اپنی سند کے ذریعہ جناب زرارہ سے روایت نقل کی ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے : ''قائم کے لئے قیام کرنے سے پہلے ایک غیبت ہے''میں نے عرض کی: کس لئے ؟ فرمایا: اس لئے کہ انہیں جان کا خطرہ ہے۔

جیسا کہ اس حدیث اور دوسری حدیثوں سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیبت کی ایک وجہ قتل ہونے کا خوف بھی ہے اور جس طرح اس خوف کا رابطہ غیبت کے شروع ہونے سے ہے اسی طرح اس کے باقی رہنے سے بھی اسکا تعلق ہے (غیبت کی شروعات اور اس کی بقا دونوں سے ہی اسکا تعلق ہے) قتل کے خوف اور جان کی حفاظت ناممکن ہونے کی وجہ سے غیبت شروع ہوئی یہ ایک مسلم الثبوت بات ہے جسکی وضاحت تاریخ کی معتبر کتابوں کے اندر درج ہے،کیونکہ بنی عباس کے حکمرانوں نے یہ سن رکھا تھا اور انہیں یہ بخوبی معلوم تھا کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے خاندان میں امیر المومنینؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ کی نسل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے ذریعہ ظالموں اور جابروں کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا اور وہ بچہ امام حسن عسکریؑ کا فرزند ہوگا ،لہٰذا انہوں نے اسے

---

[1] سورۂ قصص آیت٧۔

[2] پھر میں نے تم لوگوں کے خوف سے گریز اختیار کیا تو میرے رب نے مجھے نبوت عطا فرمائی اورمجھے اپنے نمائندوں میں قراردیا۔سورۂ شعرا آیت٢١۔

قتل کرنے کی ٹھان لی اور فرعون نے جناب موسیٰ کو قتل کرنے کے لئے جو طریقۂ کار اپنایا تھا انھوں نے بھی بالکل وہی کام کیا، آپ کی ولادت کی اطلاع حاصل کرنے کے لئے جاسوس چھوڑ دئے اور پھر آپ کی پیدائش کے بعد بھی اس کوشش میں لگے رہے کہ کسی طرح آپ کو گرفتار کر لیں لیکن خداوند عالم نے آپ کی حفاظت فرمائی اور آپ کے دشمنوں کو مایوس کر دیا اسی دوران ملک کے اندر بڑے پیمانے پر خانہ جنگی اور ''صاحب زنج'' کے انقلاب یا دوسری شورشوں کی وجہ سے بنی عباس نے بظاہر اس مسئلے کو ترک کر دیا، جیسا کہ سرداب مقدس کے قدیم دروازہ سے معلوم ہوتا ہے۔ جو دروازہ بیش قیمت آثار قدیمہ میں شامل ہے اور بنی عباس کے عالم اور ایک بڑے شہنشاہ ''الناصر دین اللہ'' کے دور کی یادگار ہے، اس دروازے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ آپ کی ولادت اور غیبت کا ایمان رکھتا تھا اور اسماعیل ہرقلی کا واقعہ جو کشف الغمہ میں صحیح روایات میں نقل ہوا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغداد کے ''مدرسۂ مستنصریہ'' کا بانی خلیفہ ''المستنصر باللہ'' بھی حضرتؑ کے بارے میں ایمان رکھتا تھا چنانچہ اس نے اسماعیل کو ایک ہزار دینار پیش کر کے امام کی بارگاہ میں عقیدت کا اظہار کرنا چاہا مگر اسماعیل نے امام کے حکم کی بنا پر انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا تو اس بات پر شدید ملال اور افسوس ہونے کی وجہ سے خلیفہ رو دیا۔ مختصر یہ کہ غیبت کی شروعات میں آپ کی جان کو خطرہ لاحق تھا اور اسمیں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کے دور کے حکام آپ کی طرف سے مسلسل تشویش کا شکار تھے اور وہ آپ کے وجود کو اپنے لئے بہت بڑا خطرہ سمجھتے تھے اور اگر انکے بس کی بات ہوتی تو وہ آپ کو فوراً شہید کر دیتے اس لئے آپ کی ولادت ان سے اسی طرح مخفی رہی جس طرح جناب موسیٰ علی نبینا و آلہ علیہ السلام کی ولادت فرعونیوں پر ظاہر نہیں ہو پائی تھی اور ولادت کے بعد بھی آپ ان کی نظروں سے پوشیدہ رہے اور وہ تمام کوششوں کے باوجود آپ کو تلاش کرنے میں ناکام رہے۔

آپ کی غیبت کے جاری رہنے سے آپ کی جان کو لاحق خطرہ کا تعلق یہ ہے کہ اگرچہ خدا وند عالم اس بات پر ہر لحاظ سے قدرت رکھتا ہے کہ وہ جب کبھی چاہے اپنی قوت وطاقت کے سہارے آپ کو اس دنیا میں ظاہر کر دے اور اسباب و حالات فراہم ہونے سے پہلے ہی پوری دنیا کو آپ کے تسلط اور اختیار میں دے دے لیکن چونکہ خداوند عالم نے اس دنیا کا نظام اسباب

ومسببات کے قاعدہ و قانون کے تحت بنایا ہے لہٰذا جب تک آپ کے ظہور کے اسباب فراہم نہ ہو جائیں گے آپ کے ظہور میں تاخیر ہوتی رہے گی اور اگر بالفرض حالات سازگار ہونے سے پہلے ہی ظہور ہو جائے تو آپ کی جان کو بہر حال خطرہ لاحق رہے گا ۔ جیسا کہ اگر پیغمبر اکرم ﷺ اپنی بعثت کے آغاز میں ہی جہاد کا اعلان کر دیتے تو یہ جلدی کا اقدام ہوتا لیکن جب اس کا مناسب موقع آگیا تو آپ کے لئے دفاع اور جہاد کا حکم آگیا اور خدائی امداد بھی نازل ہونے لگی جسکی بنا پر اسلام نے کافی پیش رفت کی ۔

سوال :امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ اپنے آباء واجداد کی طرح کیوں ظاہر نہیں ہوتے تاکہ یا تو کامیاب و کامران ہوجائیں اور یا راہ خدا میں شہید کر دئے جائیں ۔

جواب:آپ کا ظہور خدا کے نور کو مکمل کرنے اورانبیاء و صالحین کی تبلیغ کو منزل مقصود تک پہونچانے اور پرچم اسلام و توحید کے زیر سایہ عدل و انصاف اور امن وآشتی اور قرآن مجید کے احکام کو نافذ کرنے کے لئے ہے۔واضح رہے کہ جس کی نظر اتنے مقاصد کے اوپر ہوا سکے لئے ضروری ہے کہ وہ ان حالات میں قیام کرے جب اس کی فتح اور کامیابی کا سو فیصد یقین ہو اور (جیسا کہ پہلے وضاحت کی جاچکی ہے) حکمت الٰہی کی بنا پر غیبی امداد اور نصرت الٰہی نازل ہونے کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہونے پائے لیکن اگر اسکے لئے کوئی ایسا طریقہ کار اپنایا جائے جس سے ظہور کا یہ مقصد حاصل نہ ہو سکے تو یہ ظہور کی حکمت کے خلاف ہے(اس سے نقض غرض لازم آتا ہے)اور اس صورت میں بشریت کو وعدۂ الٰہی پورا ہونے تک دوبارہ انتظار کرنا پڑے گا ۔

گردن پر کسی کی بیعت نہ ہونا

امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی ایک خصوصیت اور پہچان یہ ہے کہ آپ کی گردن پر کسی بھی ظالم و جابر اور ستمگر حاکم کی بیعت نہیں ہے اور آپ نے تقیہ میں بھی کسی کی بیعت نہیں کی آپ اس شان سے ظاہر ہونگے کہ کسی بھی طرح کے عادل یا فاسق و فاجر حاکم کے سامنے آپ کبھی بھی نہیں جھکے اور ظاہری طورپر بھی ان کی حکومتوں کی تائید نہیں کی،آپ خدا وند عالم کے ان اسماء ''العادل ''،''الغالب ''، ''الحاکم '' کے سب سے کامل مظہر ہیں ،روایات کے مطابق ایک ایسی شخصیت اسی لائق ہے کہ خداوندعالم

کے علاوہ کسی اور کے ما تحت نہ رہے اور فاسق و فاجر حاکموں کی تائید کرنے سے دور رہے (چاہے وہ تائید تقیہ کی حالت میں کیوں نہ ہو)جیسا کہ بکثرت روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ تقیہ پر عمل نہ کریں گے اور حق کو آشکار کرکے باطل کو صفحۂ ہستی سے محو کر دیں گے۔ مختصر یہ کہ غیبت کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ ظہور کا وقت آنے سے پہلے اور ظہور کرنے کے لئے مامور ہونے سے پہلے آپ اپنے اجداد طاہرین کی طرح (چاہے تقیہ ہی کی حالت میں سہی)اپنے دور کے حاکموں کی بیعت کرنے پر مجبور نہیں ہونگے اسی لئے جب آپ ظہور کرینگے تو آپ کی گردن پر کسی کی بیعت نہ ہوگی اور آپ نے خدا کے علاوہ کسی کی حکومت کو قبول نہ کیا ہوگا۔

یہ سبب ''کمال الدین ''باب ۴۸باب علت غیبت ''عیون'' اور ''علل الشرائع'' جیسی کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں کے اندر متعدد احادیث میں مذکور ہے ان میں سے ایک ہشام بن سالم کی روایت بھی ہے جسمیں امام جعفر صادق نے فرمایا ہے:

''یقوم القائم و لیس فی عنقہ بیعۃ لاحد''جب قائم (آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)قیام کریں گے تو ان کی گردن پر کسی کی بیعت نہ ہوگی۔

حسن بن فضال سے روایت ہے کہ جب امام نے یہ خبر دی کہ امام حسن عسکری کی وفات کے بعد غیبت ہوگی تو انھوں نے سوال کیا کس لئے ؟امام رضا نے فرمایا تاکہ جب وہ تلوار لیکر قیام کریں تو ان کی گردن پر کسی کی بیعت نہ ہو۔

امتحان

غیبت کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اس سے شیعوں کا ایمان خالص ہوگا اور اسکے ذریعہ ان کے عقیدے اور ان کی معرفت کا امتحان مقصود ہے ۔جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اور دین و شریعت نیز آیات و روایات اور اہل شریعت کی سیرت اس کی بہترین دلیل ہے کہ خداوند عالم کی ایک سنت جو ہمیشہ قائم ودائم ہے وہ بندگان خدا کا امتحان اور ان کی آزمائش بھی ہے تاکہ اسکے ذریعہ نیک،صالح اور لائق افراد کا انتخاب کیا جا سکے، موت و حیات ،غربت اور مالداری ،صحت اور بیماری، عہدہ اور مقام ،نعمت کا ہونا (وجود) اور نہ ہونا،(فقدان) حالات زمانہ کی گردش، پریشانیاں اور مشکلات،خوشیاں اور مسرتیں یہ سب مومنین کے ایمان میں

خلوص، ان کی تربیت،امتحان، ریاضت، ان کے کمالات کا اظہار، ان کی صلاحیتوں، ان کی شخصیت ایمان، صبر و استقامت اور خدائی احکام کے سامنے انکے درجۂ تسلیم و رضا کو پہچاننے کا ذریعہ ہیں ۔جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دو وجہوں کی بنا پر حضرت مهدی کی غیبت سب سے اہم امتحان الٰہی ہے پہلی وجہ: غیبت کیونکہ بہت طولانی ہوگی اس لئے اکثر لوگ شک و شبہہ کا شکار ہوجائیں گے جبکہ بعض لوگ آپ کی ولادت یا آپ کے زندہ رہنے کے بارے میں شک کریں گے اور صرف مخلص صاحبان معرفت اور تجربہ کار لوگوں کے علاوہ کوئی شخص بھی آپ کی امامت کے عقیدہ پر باقی نہ رہے گا جیسا کہ پیغمبر اکرم ﷺ کی ایک معروف روایت میں ہے جسے جناب جابر نے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: ذلک الذی یغیب عن شیعتہ و أولیاۂ لا یثبت فیھا علی القول بامامتہ الا مَن امتحن اللّٰہ قلبہ للایمان[2] وہ اپنے شیعوں اور چاہنے والوں کی نظروں سے غائب ہو جائے گا اور اُس شخص کے علاوہ اس کی امامت کا کوئی قائل نہ رہ جائے جسکے دل کا خداوند عالم نے ایمان کے لئے امتحان لے رکھا ہے۔

اور یہ واضح ہے کہ آپ کے موجود ہونے اور آپکی طولانی عمر اور غیبت نیز ظہور کا طولانی انتظار اور غیبت پر ایمان رکھنا یہ سب باتیں پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ طاہرین کی پیشین گوئیوں اور غیب سے متعلق خبروں پر حسن اعتماد ،قدرت الٰہی پر ایمان اور دینی نظام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی (مقدارکی) علامت ہے کیونکہ غیبی چیزوں کے بارے میں کامل اور سچا یقین صرف انہیں کو حاصل ہے جو متقی وپرہیزگار اور اہل یقین ہیں اور وسوسے کی تاریکیوں سے نکل کر اطمینان نفس اور عقیدہ میں استقامت اور ثبات قدم کی منزل تک پہونچ چکے ہیں اور ان کے دل ہدایت الٰہیہ سے روشن ومنور ہیں نیز وہ شکوک و شبہات کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور دینداری اور امامت کے راستے میں ان کے قدموں۸ میں کبھی لغزش پیدا نہیں ہوتی ۔

---

[1] ملاحظہ کریں مولف کی کتاب ''منتخب الاثر'' فصل ۲،باب ۲۸ اور ۴۷۔
[2] گذشتہ حوالہ فصل۱باب۸ح۴۔

دوسری وجہ: غیبت کے دور میں پیش آنے والی وہ مشکلات اور ناگوار حوادث اور حالات زمانہ کا الٹ پھیر ہے جو لوگوں کو اس طرح منقلب کر ڈالے گا کہ جسکے بعد ایمان کی حفاظت کرنا بہت مشکل مرحلہ ہے اور لوگوں کا ایمان بہت بڑے خطرات سے دو چار ہوگا جیسا کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے: جو شخص غیبت کے زمانہ میں اپنے دین کا پابند رہنا چاہے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے خاردار شاخ پر اسکے کانٹے صاف کرنے کے لئے ہاتھ مارے پھر امامؑ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے اس کی وضاحت کی اور یہ فرمایا: اس صاحب امر کی ایک غیبت ہے لہٰذا ہر بندۂ خدا پرہیز گاری سے کام لے (اور خدا سے ڈرے) اور اسکے دین سے متمسک (وابستہ) رہے۔ حدیث کی عربی عبارت یہ ہے: ان لصاحب ھذا الامر غیبۃ المتمسک فیھا بدینہ کالخارط للقتاد ثم قال: ھکذا بیدہ. ثم قال ان لصاحب ھذا الامر غیبۃ فلیتق اللہ عبدہ ولیتمسک بدینہ[1]۔

غیبت کے زمانے میں دنیا کی ظاہری آرائشیں اور چمک دمک جتنی زیادہ پر فریب ہونگی لوگوں کے لئے گناہوں، برائیوں اور حیوانی لذتوں کے امکانات اتنے ہی زیادہ فراہم ہوں گے ہر طرف لہو و لعب اور ناچ گانے کا دور دورہ ہوگا، نا محرم مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھیں گے، آمدنی کے حرام ذرائع عام بات اور قانونی سمجھے جائیں گے، اکثر لوگوں کی آمدنی ناجائز (حرام) راستوں سے ہوگی اور مومن کے لئے تلوار کا ایک وار سہنا ایک حلال درہم حاصل کرنے سے آسان ہوگا لوگوں پر مادیت اور دنیا پرستی کا تسلط ہوگا منصب اور عہدے ایسے لوگوں کے ہاتھ میں پہونچ جائیں گے جنہیں احکام خدا کی کوئی پرواہ نہ ہوگی کام کاج میں عورتوں کا عمل دخل ہوگا، سود، شراب کی خرید و فروخت اور شراب نوشی، جوا، بے حیائی (بدکاری) کا کھلا چلن ہوگا۔ دیندار اور مومن، ذلیل و خوار اور بدکار، بد معاش اور بے دین لوگ بظاہر صاحب عزت بن بیٹھیں گے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر متروک ہو جائے گا اور اسکے بر عکس نیکی کو برائی اور برائی کو نیکی کہ جائے گا گناہ و معصیت اور ظالموں کے کاموں میں شرکت فخر کی بات ہوگی، امانت کو مال غنیمت اور صدقہ کو گھاٹا سمجھا جائے گا۔ اسلامی آداب اور رسم و رواج کے بجائے کفار کی

[1] کمال الدین ج۲ص۱۶ ح ۳۴ ب ۳۴ اور مؤلف کی کتاب منتخب الاثر فصل۲ ب۲۷ج۱۰۔

رسموں کو قانونی حیثیت دی جائے گی اہل حق خانہ نشین ہونگے اور نالائق ایمان سے بے بہرہ لوگوں کو ہر چیز پر اختیار حاصل ہوگا عورتیں انتہائی بے حیائی کے ساتھ تمام اسلامی احکام کو بالائے طاق رکھکر دور جاہلیت کی صورتحال کی طرف پلٹ جائیں گی کفار کے تسلط ،اشرار کی غنڈہ گردی کی وجہ سے مومنین ایسے دباؤ کا شکار اور اس طرح آزادی سے محروم ہوجائیں گے کہ کسی کے اندر علی الاعلان خدا کا نام لینے کی طاقت نہ ہوگی اور ایمان کی حفاظت اتنا سخت مرحلہ ہوگا کہ ایک شخص صبح کو مومن اور مسلمان ہوگا اور رات تک اسلام سے خارج ہوکر کافر ہو چکا ہوگا ۔امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا : یہ امر (ظہور) تمہارے سامنے نہیں آئے گا مگر ناامیدی کے بعد ۔خدا کی قسم یہ اس وقت تک ظاہر نہ ہوگا جب تک تم (مومن اور منافق) ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جاؤ ۔خدا کی قسم یہ اس وقت تک ظاہر نہ ہوگا جب تک جسے بد قسمت (شقی)ہونا ہے وہ بد بخت اور شقی نہ ہو جائے اور جس کو سعید (خوش قسمت)ہونا ہے وہ خوش قسمت نہ ہو جائے ابن عباس سے روایت ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا : ان کی غیبت کے زمانہ میں ان کی امامت کے عقیدے پر ثابت قدم رہنے والے سرخ سونے سے بھی زیادہ نایاب ہونگے یہ سن کر جناب جابر کھڑے ہوگئے اور عرض کی :یارسول اللہ! ﷺ آپ کی اولاد میں سے قائمؑ کے لئے غیبت ہے ؟آپؐ نے فرمایا : ہاں میرے پروردگار کی قسم ایسی غیبت جو ایمان کو خالص کر دے اور کفار کو محو کر دے اے جابر! یہ خدا کے امور میں سے ایک امر (بڑا کام) اور خدا کے رازوں میں سے ایک ایسا راز ہے جو بندوں کے اوپر پوشیدہ ہے لہٰذا اسمیں شک کرنے سے ڈرتے رہنا کیونکہ خدا وند عالم کے کاموں میں شک کرنا یقیناً کفر ہے [1] عبد الرحمٰن بن سلیط کی روایت کے مطابق امام حسینؑ نے فرمایا ہے : ہمارے درمیان سے بارہ مہدیؑ (ہدایت یافتہ)ہونگے جن میں سب سے پہلے امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب اور آخری میرا نواں فرزند ہے وہ امام قائم (عج) ہے جو حق کے ساتھ قیام کرے گا جسکے ذریعہ خدا وند عالم مردہ زمین کو زندگی عطا کرے گا اور اس کے ذریعہ دین کو ظاہر کرے گا اور ہر دین پر فتح عطا کرے گا اگر چہ مشرکین کو یہ ناگوار ہی کیوں نہ ہو اس کے لئے

---

[1] کمال الدین ج۲ب۳۴ص۱۵ح۳۱
[2] کمال الدین ج۱ ب۲۶ ص۴۰۴ ح ۷۔

ایک ایسی غیبت ہے جسمیں کچھ لوگ دین سے منحرف ہو کر مرتد ہو جائیں گے اور کچھ لوگ اپنے دین پر باقی رہ کر مشکلات کا شکار ہونگے ان سے کہا جائے گا: کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ (قائم کا ظہور کب ہوگا) یاد رکھو! ان کی غیبت میں مشکلات اور دشمنوں کی تکذیب پر صبر کرنے والا پیغمبر اکرم ﷺ کی رکاب میں آپ کے سامنے جہاد کرنے والوں کی طرح ہے[1] واضح رہے کہ اس امتحان کی شدت کے بارے میں بہت زیادہ حدیثیں موجود ہیں ملاحظہ فرمائیے ''غیبت نعمانی''، ''غیبت''، شیخ طوسی اور شیخ صدوق کی کتاب ''کمال الدین'' اور اس حقیر کی کتاب ''منتخب الاثر''۔

حالات سازگار ہونے کا انتظار

غیبت کی ایک مصلحت انسانی صلاحیتوں (اور استعدادوں) کی تکمیل اور ان کو فکری اور ذہنی اعتبار سے آپ کے ظہور کے لئے تیار کرنا ہے کیونکہ آپ کا طریقۂ کار ظاہری باتوں کی رعایت یا ظاہر پر حکم کرنا نہیں ہے، بلکہ آپ کا دارومدار حق اور حقیقت کا خیال رکھنا اور اسی کے مطابق حکم کرنا اور اسمیں تقیہ سے پرہیز، دینی معاملات، دوسروں کے حقوق، ناحق لئے جانے والے اموال کی واپسی، حقیقی انصاف قائم کرنا اور تمام اسلامی احکام کو کسی رعایت اور چشم پوشی کے بغیر نافذ کرنا ہے۔ اسلام دشمن طاقتوں اور اصلاحات کے مخالفین اور عہدہ پرست اہل سیاست نے جتنے نظام بنا رکھے ہیں وہ ان سب کو ختم کر کے ان کی جگہ اسلام کے ان قوانین اور احکام کو زندہ اور نافذ کریں گے جنکو انہوں نے مٹا رکھا ہے اور آپ کے جد اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو دین لیکر آئے تھے اور دنیا کے جاہ طلب اور سر پھرے حاکموں کے ناحق دباؤ اور مظالم کی بنا پر جس کی کوئی قانونی یا سماجی حیثیت نہیں رہ گئی تھی وہ اسے پھر سے قانونی حیثیت عطا کرینگے اور پوری کائنات کو اسلام اور قرآن کے پیغامات کی طرف واپس پلٹائیں گے، صاحبان منصب اور لوگوں کے کاموں کے ذمہ دار افراد سے سختی کے ساتھ پوچھ گچھ ہوگی اور مجرموں نیز گناہگاروں کے لئے کسی قسم کی رعایت یا چھوٹ نہیں ہوگی اور ہر طرف اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی۔

---

[1] کمال الدین ج اب ۳۰ ص ۴۳۴ ح ۳۔

یہ طے ہے کہ ایسے ہمہ جہت انقلاب اور نظام کے لئے بشر کی علمی،فکری اوراخلاقی ترقی نیز لوگوں کے اندر اس تحریک کو قبول کرنے اور اسے ماننے کی آمادگی اور اس عظیم الشان ہادی کی رہبرانہ (قائدانہ) صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ اسکے علاوہ آپ کے مخصوص اصحاب جو آپ کی مدد میں ثابت قدم اور معرفت وبصیرت کے لحاظ سے کامل ہوں وہ بھی احادیث میں بیان شدہ تعداد کے برابر ہو جائیں، دنیا کی فضا ایسے ظہور کے لئے ہموار ہو جائے اور دنیا کی تمام قومیں اچھی طرح یہ سمجھ لیں کہ اس سے پہلے جتنے بھی نظام حکومت اور سیاسی یا اقتصادی مکاتب فکر سامنے آئے وہ کسی درد کی دوا نہیں ہیں اور حقوق بشر کے لئے قائم کئے جانے والے عالمی ادارے، بڑے بڑے بین الاقوامی اجتماعات اور کانفرنسیں کوئی کردار ادا نہیں کر سکتے،اب تک جو کچھ بھی اصلاحی اور تعمیری پروگرام بنے ہیں یا آئندہ بنائے جائیں گے ان کے بارے میں مایوسی سب کو اپنی گرفت میں لے لے جیسا کہ روایات میں ہے کہ بے حیائی اور فحاشی اتنی عام ہو جائے کہ جانوروں کی طرح سڑکوں پر کھلے عام مردوں اور عورتوں کو بدکاری میں کوئی شرم محسوس نہ ہو اور شرم وحیاء اور غیرت کا جنازہ نکل جائے۔جیسا کہ ہمیں دکھائی دے رہا ہے کہ جتنے منصوبے بھی بنائے جاتے ہیں اور جو لائحہ عمل بھی تیار ہوتا ہے وہ سب تہذیب و تمدن کے برخلاف ہے اور اس سے ظلم وستم یا برائیوں کو بڑھا وا ملتا ہے جس سے لوگوں کے اندر پریشانی واضطراب پیدا ہوتا ہے اور روحانی (نفسیاتی) گتھیاں اور الجھ جاتی ہیں ارتداد اور رجعت پسندی میں اضافہ ہوتا ہے اور زیادہ تر جسمانی اور مادی (حیوانی) پہلوؤں پر توجہ کی جاتی ہے اور انسانی اور روحانی اقدار کی کوئی پرواہ نہیں رہتی ہے۔

جب دنیا کا یہ حال ہو جائے اور (انسانیت سے عاری)موجودہ تہذیب و تمدن سے سب عاجز آجائیں اور دنیا پر تاریکی چھا جائے توغیبی عنایتوں کے سائے میں ایک مرد خدا کے بہترین استقلال کا نظارہ آنکھوں کے سامنے ہوگا اندھیرے چھٹ جائیں گے اور تشنگان حق وعدالت کو معرفت و سعادت کے شیریں جام سے سیراب کریں گے اور مردہ انسانوں کے دل میں نئی روح پھونک

دیکھئے:اعلموا ان اللہ یحیي الارض بعد موتھا[1]۔یا د رکھو کہ خدا مردہ زمینوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ایسے حالات میں اہل دنیا بے مثال طریقے سے آسمانی منادی کی روحانی آواز کو اپنے دل کی گہرائیوں سے قبول کریں گے کیونکہ اندھیرا جتنا زیادہ ہوتا ہے نور کی روشنی (چمک)اتنی ہی زیادہ عیاں ہوتی ہے اور اسکا اثر زیادہ دکھائی دیتا ہے ۔

لیکن اگر حالات سازگار نہ ہوں اور حکمت الٰہی کی بنا پر اسمیں جس حد تک تاخیر ہونا چاہئے وہ تاخیر نہ ہو تو پھر اس ظہور کے تمام فائدے کما حقہ حاصل نہیں ہو سکتے، لہٰذا ایک معین مدت تک اس ظہور میں تاخیر ضروری ہے اور جیسے ہی حالات سازگار ہوں اور حکمت الٰہی کے تحت غیبی آواز اسکا اعلان کر دے اس وقت ظہور ہو جائے گا جس کی خبر کسی کو نہیں ہے اور جو شخص بھی ظہور کا وقت معین کرے وہ جھوٹا ہے۔امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے : ظہور کا کوئی وقت معین نہیں ہے کیونکہ قیامت کی طرح اسکا علم بھی صرف خدا کو ہے یہاں تک کہ فرمایا : ہمارے مہدیؑ کے ظہور کے لئے کسی نے بھی وقت معین نہیں کیا مگر یہ کہ وہ اپنے کو خدا کے علم میں شریک سمجھے اور یہ دعویٰ کرے کہ خدا نے اسکو اپنے راز (اسرار) بتا دئے ہیں[2]۔

کفار کی نسل میں مومنین کی پیدائش

جیسا کہ متعدد روایات میں ذکر ہے کہ خدا وند عالم نے بہت سے مومنین کا نطفہ کفار کے صلبوں میں امانت کے طور پر رکھ دیا لہٰذا امانتوں کا ظاہر ہونا لازمی ہے اب اگر ان امانتوں کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی امامؑ قیام کر کے جزیہ کا قانون ختم کردیں اور کفار کو قتل کر ڈالیں تو یہ مقصد پورا نہیں ہو گا اور وہ امانتیں ظاہر نہ ہو پائیں گی۔کیا کوئی شخص یہ سوچ سکتا تھا کہ حجاج جیسے خونخوار اور جلاد (دشمنان اہلبیتؑ میں اس جیسے سفاک اور درندہ صفت بہت کم لوگ ملتے ہیں)کی نسل میں حسین بن احمد بن حجاج (جو ابن الحجاج کے نام سے مشہور ہیں) جیسا نامور شاعر، مشہور خطیب (سخنور)خاندان پیغمبرؐ کا چاہنے والا اور ان کا شیعہ پیدا ہو جائے گا اور اہلبیتؑ کی مدح میں ایسے لا جواب قصیدے اور ان کے دشمنوں کی مذمت میں ایسے اشعار کہے گا جس سے شیعہ مذہب کی ترویج ہوگی، ان کے

---

[1] سورۂ حدید آیت۱۷۔
[2] اثبات الہداۃ ج۷ فصل ۵۵ب۳۲ص۱۵۶ج۴۰۔

مشہور و معروف قصائد میں اسے ایک مشہور قصیدہ کا مطلع یہ ہے: یا صاحب القبۃ البیضاء علی النجف من زار قبرک و استشفیٰ لدیہ شفیٰ "اے بلند مقام پر درخشاں قبہ کے مالک جو شخص آپ کی قبر کی زیارت کرے اوراس سے شفا طلب کرے اس نے شفا حاصل کر لی"،کیا کوئی یہ سوچ سکتا تھا کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے قاتل "سندی بن شاہک" کی اولاد میں مشہور شاعر اور دنیائے ادب کے درخشاں ستارے "کشاجم" پیدا ہو سکتے ہیں جو حضرت علیؑ اور ان کے گھر والوں کی امامت کے حقیقی جلوہ کی تاثیر کی بنا پر اپنی پوری عمر انہیں کی مدح و ثنا میں گذار دیں گے ۔ مختصر یہ کہ کفار کی پشتوں (نسلوں)میں مومنین کی پیدائش یہ ایک ایسی اہم چیز ہے جسکے لئے ظہور کو رکاوٹ نہیں بننا چاہئے اور ایسے ہی موقع پر ظہور ہو جب کفار کے صلبوں میں کوئی امانت باقی نہ رہ جائے جیسا کہ قرآن مجید نے جناب نوحؑ کے قصہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی یہ دعا نقل کی ہے:ولا یلدوا الا فاجراً کفارا[1]۔ حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کا ظہور بھی ایسے ہی حالات میں ہوگا ،اور یہی آیۂ کریمہ : لوتزیلوا لعذبنا الذین کفروا منھم عذاباً الیما[2]۔ "اگر یہ لوگ الگ ہو جاتے تو ہم کفار کو دردناک عذاب میں مبتلا کر دیتے" کی تفسیر ہے جو متعدد روایات میں ذکر ہوئی ہے جس کو تفسیر برہان، صافی وغیرہ یا احادیث کی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے ان روایات کا مضمون یہ ہے": قائمؑ اس وقت تک ہرگز ظہور نہ کرینگے جب تک خدا کی امانتیں ظاہر نہ ہو جائیں اور جب وہ سب امانتیں سامنے آجائیں گی تو تمام دشمنان خدا کا پتہ چل جائے گا اور آپ ان کو قتل کرڈالیں گے"۔

محقق طوسیؒ کا قول

فیلسوف مشرق، اسلامی حکماء اور فلاسفہ کے لئے باعث افتخار خواجہ نصیر الدین طوسیؒ نے امامت کے بارے میں ایک فلسفیانہ اور محققانہ رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی غیبت اور اس کی طولانی مدت اور مسئلہ غیبت کے امکان کے بارے میں ایک پوری فصل تحریر کی ہے جسکے آخر میں آپ نے یہ لکھا ہے":و اما سبب غیبتہ فلا یجوز ان یکون من اللہ سبحانہ ولا منہ

[1] "اور فاجر و کافر کے علاوہ کوئی اولاد بھی پیدا نہ کریں"سورۂ نوح آیت ۲۷۔
[2] سورۂ فتح آیت۲۵۔

کما عرفت فیکون من المکلفین وھو الخوف الغالب و عدم التمکین والظھور یجب عند زوال السبب[۱]" لیکن یہ جائز نہیں ہے کہ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی غیبت خدا کی طرف سے، یا خود آپؑ کی طرف سے ہو جیسا کہ آپ جان چکے ہیں پس اس کی وجہ خود عوام (لوگ) ہیں کیوں کہ ان کے اوپر خوف کا غلبہ ہے اور ان کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرنا ہی اس کا سبب ہے اور جب بھی یہ رکاوٹیں ختم ہوجائیں گی تو ظھور واجب ہوجائے گا ''۔اگر غور و فکر اور دقت نظر سے کام لیا جائے تو اس عظیم عالم نے عقل و حکمت کی روشنی میں اس موضوع کی جو وضاحت اور تحلیل کی ہے یہ سب باتیں ان بعض اسباب کی تائید کرتی ہیں جن پر ہم نے اس مقالہ میں روشنی ڈالی ہے یعنی ''جان کا خطرہ اور عوام کا آپ کی اطاعت نہ کرنا '' اگر یہ اسباب بر طرف ہو جائیں تو آپ کا ظھور یقینی ہے ۔لہٰذا یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ لوگ خود غیبت کا سبب بننے کے باوجود اس بارے میں اعتراض کریں اور بالفرض اگر لوگ ان رکاوٹوں کو ختم نہ کریں گے تو آپ خدا وند عالم کی مصلحت اور اس کے ارادہ کے تحت مناسب وقت پر ہر ایک کے اوپر غلبہ حاصل کریں گے اور قرآن مجید کی اس آیۂ کریمہ: وعداللہ الذین آمنوا منکم و عملواالصالحات لیستخلفنھم في الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیمکنن لھم دینھم الذي ارتضیٰ لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا[۲]..... ''اللہ نے تم میں سے صاحبان ایمان و عمل صالح سے وعدہ کیا ہے کہ انھیں روئے زمین پر اسی طرح اپنا خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے والوں کو بنایا ہے اور ان کے لئے اس دین کو غالب بنائے گا جسے ان کے لئے پسندیدہ قرار دیا ہے اور ان کے خوف کو امن سے تبدیل کردے گا' ...میں مومنین سے جو وعدہ کیا گیا ہے اسے پورا کردے اور آپ ظاہر ہوجائیں اور اگر دنیا کی عمر میں ایک دن سے زیادہ مدت باقی نہ رہ جائے تب بھی اسے اتنا طولانی کردے کہ مہدیؑ کا ظھور ہوجائے اور وہ زمین کو اسی طرح عدل وانصاف سے بھردیں جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

---

[۱] یہ رسالہ ۱۳۳۵ھ ؁ شمسی میں تہران میں طبع ہوا تھا جسمیں یہ جملہ تیسری فصل کے اندر صفحہ ۲۵ پر نقل ہوا ہے۔

[۲] سورۂ نورآیت۵۷۔

ظہور سے صدیوں قبل ولادت کا سبب اور امامؑ غائب کا فائدہ

سوال: ظہور سے صدیوں قبل امام علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہو چکی ہے اور آپ طویل عمر کے بعد ظہور فرمائیں گے آخر اس کی مصلحت کیا ہے؟کیا خداوندعالم میں اتنی قدرت نہیں ہے کہ وہ ظہور سے چالیس سال قبل ایسے باصلاحیت اور ایسی اہم ذمہ داری کے لئے شائستہ فرد کو خلق فرمادے؟آخر ظہور اور قیام سے سینکڑوں سال قبل آپؑ کی پیدائش کا کیا فائدہ ہے اور ان تمام باتوں سے قطع نظر، غائب اور مخفی امامؑ سے کیا حاصل ہے؟کیا ایسے امامؑ کا وجود وعدم مساوی نہیں ہے؟

جواب: یہ سوال درحقیقت ''فلسفۂ غیبت'' کے بارے میں ہی ہے اس سے الگ کوئی جدید سوال نہیں ہے ہرچند گزشتہ مقالات میں اس سوال کا تفصیلی جواب دیا جا چکا ہے پھر بھی یہاں اس سوال کے مختلف جوابات پیش کئے جارہے ہیں۔

پہلاجواب: وجود امامؑ کے فائدہ کو صرف ظہور، آخرزمانہ میں قیام اور ظاہر بہ ظاہر امور تک محدود نہیں کیا جاسکتا بلکہ وجود امامؑ کا ایک فائدہ مخلوق کی تباہی سے حفاظت، دین وشریعت کی فضا اور خدا کی حجت کا اہتمام بھی ہے،جیسا کہ اس سلسلہ میں معتبر روایات پائی جاتی ہیں یہ روایات ہماری کتب میں بھی مذکور ہیں اور برادران اہل سنت نے بھی انھیں نقل کیا ہے مثلا بارہ اماموں سے متعلق روایات سے بھی اس بات کا استفادہ ہوتا ہے، متعدد روایات کے مطابق زمین کبھی بھی حجت خدا سے خالی نہیں ہوسکتی چنانچہ روایات کے مطابق امیرالمومنین حضرت علیؑ نے فرمایا '':اللھم بلیٰ لا تخلو الارض من قائمٍ للّٰہ بحجۃ اما ظاہراً مشہوراً اوخائفا مغمورا لئلا تبطل حجج اللّٰہ وبیناتہ[1]'' ''خدایا! بے شک زمین حجت الٰہی اور قیام کرنے والے سے خالی نہیں ہوسکتی چاہے وہ ظاہر وآشکار ہو یا خائف و مخفی تاکہ خدا کی حجتیں اور براہین تمام نہ ہونے پائیں۔'' اس عالم ہستی میں امامؑ کی وہی حیثیت ہے جو کہ بدن انسانی میں قلب یاروح کی ہوتی ہے کہ حکم الٰہی سے یہی روح تمام اعضاء وجوارح کے باہمی رابطہ کی ذمہ دار ہے اور اسی کے تعلق وتصرف سے جسم کی بقا وابستہ ہے۔ ''انسان کامل'' اور ''ولی'' یعنی امامؑ بھی باذن الٰہی تمام مخلوقات کے لئے اسی مقام و منزلت کا حامل ہوتا

[1] نہج البلاغہ صبحی صالح، ص۴۹۷ کلام ۱۴۷۔

ہے،اسی طرح وجود امامؑ کاایک فائدہ یہ بھی ہے کہ روایات کے بموجب لوگوں کے درمیان مومن کا وجود خیروبرکت اور نزول رحمت کا سبب ہوتا ہے اور اس کے باعث پروردگار کی خصوصی عنایات عطا ہوتی ہیں اور بے شمار بلائیں دفع ہوتی ہیں...اگر ایک عام مومن کے وجود کے اتنے برکات وفوائد ہیں تو ''امام'' اور ''ولی اللہ الاعظمؑ'' کے وجود اقدس کے فوائد وبرکات کتنے زیادہ ہوں گے!

باالفاظ دیگر امامؑ اور حجت خدا واسطۂ فیض الٰہی ہے،خدا اور بندگان خدا کے درمیان واسطہ ہے، جن برکات وفیوض الٰہیہ کو براہ راست حاصل کرنے کی صلاحیت لوگوں میں نہیں پائی جاتی ہے امام ان فیوض وبرکات کو خدا سے لے کر بندوں تک پہنچانے کا ذریعہ و وسیلہ ہے، لہٰذا حضرتؑ کی طولانی عمراور ظہور سے صدیوں قبل آپ کی ولادت کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اس طویل مدت میں بھی بندگان خدا الطاف الٰہیہ سے محروم نہ رہیں اور وجود امام کے جو برکات ہیں وہ مسلسل لوگوں تک پہنچتے رہیں۔

دوسرا جواب: امور میں ظاہر بہ ظاہر مداخلت اور تصرف نہ کرنے کے ذمہ دار امام علیہ السلام نہیں بلکہ خود عوام ہیں جوآپ کی رہبری قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہیں اور مخالفت پر کمربستہ ہیں جیسا کہ آپؑ کے آباء واجداد طاہرینؑ کی اطاعت کے بجائے مخالفت کی گئی اگر لوگ اطاعت پر آمادہ ہوتے تو حضرتؑ ظاہر ہی رہتے، محقق طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''تجرید الاعتقاد'' میں یہی جواب تحریر فرمایاہے'':وجودہ لطف وتصرفہ لطف آخر وعدمہ منا[1]'' ''امامؑ کا وجود بھی لطف (اطاعت ومصالح سے نزدیک اور معاصی ومفاسد سے دور کرنے والا) ہے اور امامؑ کاتصرف ایک الگ لطف ہے اور ان کا ظاہر نہ ہونا ہماری وجہ سے ہے۔''

خلاصۂ کلام یہ کہ امامؑ کا وجود لطف اور بندگان خدا پر اتمام حجت کا سبب ہے اور اگر اس طویل مدت میں ولایت وہدایت کا سلسلہ منقطع ہوجائے تو لوگوں کو خدا کے خلاف دلیل حاصل ہوجائے گی، اپنے دیگر صفات کمالیہ مثلا رحمانیت، رحیمیت، ربوبیت کے مانند امامؑ کی خلقت اور ہدایت کے لئے آپ کی تعیین کے ذریعہ خداوندعالم نے تربیت وہدایت کی نعمت کو بھی منزل کمال تک پہنچا دیا

[1] تجرید الاعتقاد، بحث امامت۔

ہے کہ ارشاد خداوندی ہے ''الیوم اکملت لکم دینکم''[1] اب اگر لوگ اس عظیم نعمت سے بہرہ مند نہ ہوں اور آفتاب ہدایت کی شعاعوں کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں تو اس سے امام کے وجود پر اعتراض نہیں ہوسکتا جیسا کہ اگر لوگ دوسری نعمتوں سے استفادہ نہ کریں اور ان نعمتوں کے فوائد ہی ظاہر نہ ہونے دیں یا مزید برآں ان کا غلط استعمال کریں تو اس رویہ کے باعث ان نعمتوں کی خلقت پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ انھیں خلق کیوں کیا گیا؟ کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ جب لوگ ان نعمتوں سے استفادہ نہیں کررہے ہیں تو ان کا فائدہ کیا ہے؟ ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ بلکہ ایسے موقع پر تو یہ کہا جانا چاہئے کہ جب فیاض خدا نے اپنے بے پایاں فیض کے باعث ان نعمتوں کو خلق فرماکر لوگوں کے حوالہ کردیا تو لوگ کیوں ان نعمتوں سے استفادہ نہیں کرتے اور کیوں کفران نعمت کررہے ہیں؟

تیسرا جواب: ہم یہ بات قطعی طور سے نہیں کہہ سکتے ہیں کہ حضرتؑ مکمل طریقہ سے اپنے تمام دوستوں اور برگزیدہ اشخاص سے بھی پوشیدہ ہیں اور جہاں مصلحت ہوتی ہے وہاں انھیں برگزیدہ افراد کے واسطہ سے تائید وحمایت کے ذریعہ امور میں مدد نہیں فرماتے۔

چوتھا جواب: یہ طے شدہ ہے کہ زمانہ غیبت میں حضرت لوگوں کی نگاہوں سے پنہاں ہیں لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگ بھی آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہیں بلکہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ حج کے لئے تشریف لے جاتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ حج بجالاتے ہیں اپنے اجداد کی زیارت کرتے ہیں زائرین وحجاج کے درمیان تشریف فرما ہوتے ہیں، مظلوموں کی فریاد رسی کرتے ہیں بیماروں کی عیادت فرماتے ہیں اور بسا اوقات بہ نفس نفیس لوگوں کی مشکلات برطرف فرماتے ہیں۔

پانچواں جواب: امامؑ کے لئے یہ لازم وضروری نہیں ہے کہ براہ راست اور بلاواسطہ امور میں دخیل ہو بلکہ وہ دوسروں کو بطور خاص یا عام طور پر اپنا نائب مقرر کرسکتا ہے جیسا کہ امیرالمومنینؑ اور دیگر ائمہ دوسرے شہروں کے لئے اپنے نمائندہ معین فرماتے تھے اسی طرح غیبت صغریٰ کے زمانہ میں امام علیہ السلام نے نائب خاص معین فرمائے تھے اور غیبت کبریٰ کے لئے بھی آپؑ نے

---

[1] ''آج میں نے آپ کے ئے آپ کے دین کو کا مل کر دیا''سورۂ مائدہ آیت ۳۔

معاملات اور اختلافات کے حل، اجرائے سیاست اور مصالح اسلامی کے تحفظ ونظارت کے لئے احکام کی باریکیوں سے واقف، عادل علماء وفقہاء کو بطور عام منصوب ومعین فرمایا ہے جو آپ کے بعد زمانۂ غیبت میں ظاہری طور پر حفاظت شریعت کے ذمہ دار اور لوگوں کے لئے مرجع ہیں اور فقہ کی کتب میں مذکور تفصیلات کے مطابق فقہا کو آپ کی نیابت میں ولایت بھی حاصل ہے۔

چھٹا جواب: امامؑ کا محض موجود ہونا ہی بندگان خدا اور سالکان راہ ہدایت کی تقویت قلب وروح کا باعث ہے بہ الفاظ دیگر سالکان راہ خدا کے لئے ایک مرکز اور تکیہ گاہ ہے، یہ صحیح ہے کہ سب کے لئے مرکز اعتماد خدا کی ذات ہے اور ہر ایک اسی کی ذات پر اعتماد کرتا ہے لیکن جنگوں میں پیغمبر اسلام ﷺ کی موجودگی مجاہدوں کی تقویت قلب کا ذریعہ تھی اور آپ کی موجودگی کے تصور سے ہی سپاہیوں کے حوصلے بلند رہتے تھے اور آپکی عدم موجودگی سے بہت فرق پڑتا تھا اس چیز کو امیر المومنینؑ جیسی شخصیت کے قول کی روشنی میں بہتر طریقہ سے محسوس کیا جاسکتا ہے۔ امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے ''کنا اذا احمرّ البأس اتقینا برسول اللہ فلم یکن احدٌ منا اقرب الی العدو منہ[1]'' ''جب شدید جنگ ہوتی تھی تو ہم لوگ رسول خدا ﷺ کی پناہ میں چلے جاتے تھے کہ آپ سب سے آگے ہوتے تھے اور ہم میں سے کوئی بھی پیغمبر سے زیادہ دشمن سے نزدیک نہیں ہوتا تھا۔''

ہم زندہ امامؑ کے ماننے والے ہیں، امامؑ ہی ہمارا ملجا وماویٰ اور محافظ شریعت ہے یہی تصور قوت قلب اور استحکام روح کا باعث ہے اور سالکین ومجاہدین راہ خدا پر کسی طرح کی مایوسی یا ناامیدی طاری نہیں ہونے پاتی، بلکہ قدم، قدم پر آپؑ کی ذات بابرکت سے استمداد کرتے رہتے ہیں اور ہمت وحوصلہ کی درخواست کرتے ہیں، یہ چیز نفسیاتی لحاظ سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔

مثل مشہور ہے (مثل برائے مثل ہوتی ہے اس پر اعتراض نہیں کیا جاتا) کہ نادر شاہ افشار نے مورچہ خوار کی جنگ میں ایک فوجی کو پوری شجاعت کے ساتھ جنگ کرتے دیکھا کہ تنہا فوجی دشمنوں کی فوج کو تہہ وبالا کررہا ہے اسے بہت تعجب ہوا، نادرشاہ نے فوجی سے پوچھا: افغانیوں کے حملہ کے وقت تم کہاں تھے؟ (کہ اس وقت ایسی جنگ نہ کی) بہادر فوجی نے جواب دیا میں تو وہیں تھا

[1] نہج البلاغہ، ص۲۱۴، حیرت انگیز کلمات ۹۔

(جنگ میں مصروف تھا) مگر آپ نہیں تھے۔لہٰذا نفسیاتی لحاظ سے بھی تقویت قلب وروح کی خاطر مومنین کے لئے وجود امامؑ جیسی معتبر پناہ گاہ ضروری ہے یہ بھی ایک اہم فائدہ ہے اور ایسے فائدہ کے لئے بھی امامؑ کی تعیین عقلاً و شرعاً حتمی و قطعی طور پر لازم ہے۔

غیبت صغریٰ کا سلسلہ کیوں باقی نہ رہا؟بعض اذہان میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آخر غیبت صغری کا خاتمہ کیوں ہوگیا؟اگر غیبت صغری کا سلسلہ چلتا رہتا اور امامؑ پوری غیبت کے دوران امور کی نگرانی اور عوام الناس کی ہدایت کے لئے نائب خاص مقرر فرماتے رہتے تو کیا حرج تھا؟اس سوال کا جواب یہ ہے کہ امامؑ کی غیبت سے متعلق طریقہ کار کا تعین خداوندعالم نے فرمایا ہے اور امامؑ کی ذمہ داری اسی معینہ طریقۂ کار کو اختیار کرنا ہے۔،جب دلائل کے ذریعہ امامت کا اثبات ہوچکا ہے تو اس کے بعد نظام اور طریقۂ کار کے بارے میں کسی اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی، امامؑ بھی حکم الٰہی اور روش خدواندی کا مطیع ہوتا ہے، کسی شئے کی علت یا سبب دریافت کرنا درحقیقت تسلیم وبندگی اور عبودیت کے منافی ہے،گذشتہ مقالات سے یہ بات بخوبی واضح ہوچکی ہے کہ غیبت سے متعلق تمام سوالات واعتراضات ایک ہی طرح کے ہیں اور ان میں کوئی سوال ایسا نہیں ہے کہ اگر اس کا جواب معلوم نہ ہوسکے تو کوئی بہت بڑی خرابی لازم آئے گی۔بہرحال اگر مزید معرفت اور حصول بصیرت کے لئے ایسا سوال کیا جاتا ہے تو اس کے جواب کے لئے ہمیں اس سوال کو دو سوالوں میں تقسیم کرنا ہوگا:ا۔کیوں امامؑ کیلئے دو غیبتیں رکھی گئیں اور ابتدا ہی سے غیبت کبری کا سلسلہ کیوں شروع نہ ہوا؟

۲۔غیبت صغریٰ کے آغاز اور نواب خاص کی تعیین کے بعد یہ سلسلہ کیوں ختم ہوگیا؟اگر غیبت صغری کا سلسلہ ہی جاری رہتا تو کیا قباحت تھی؟

پہلے سوال کا جواب ا۔غیبت صغریٰ، غیبت کبری کا مقدمہ تھی اور غیبت صغریٰ کے ذریعہ ہی غیبت کبریٰ کے مقدمات فراہم کئے گئے ابتداء میں لوگوں کے لئے غیبت نامانوس چیز تھی ان کے ذہن غیبت کے تصور سے ناواقف تھے، اگرچہ امام علی نقیؑ

وامام حسن عسکریؑ کے دور میں کبھی کبھی ایسے نمونے نظر آتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگوار ذہنوں کو غیبت سے مانوس کرنے کے لئے کچھ وقت کے لئے نظروں سے اوجھل ہوجاتے تھے لیکن مکمل غیبت کبھی سامنے نہ آسکی ایسے میں اگر اچانک پہلی ہی منزل میں غیبت کبریٰ اختیار کرلی جاتی تو لوگوں کی حیرت واستعجاب بلکہ وحشت وانکار کا باعث اور انحراف و گمراہی کے اسباب کی موجب ہوتی، امامؑ سے اچانک مکمل رابطہ قطع ہوجانا (جیسا کہ غیبت کبریٰ میں ہوا ہے) اکثر افراد کے لئے سخت دشوار اور تکلیف دہ ہوتا۔ اسی لئے تقریبا ۷۰ سال تک نواب خاص کے ذریعہ لوگوں کا رابطہ امامؑ کے ساتھ قائم رہا اور مومنین نوابین خاص کے ذریعہ اپنے مسائل ومشکلات امام زمانہؑ کی خدمت میں پیش کرکے ان کا جواب حاصل کرتے تھے، امامؑ کی جانب سے توقیعات لوگوں تک پہنچتی تھیں،بہت سے خوش نصیب افراد کو آپ کی خدمت میں شرفیابی کا موقع ملا اور اس طرح دھیرے دھیرے لوگ غیبت سے مانوس ہوتے رہے۔

۲۔ابتدا میں نواب خاص کے ذریعہ رابطہ اور بہت سے افراد کا آپ کی زیارت سے شرفیاب ہونا آپ کی ولادت اور حیات طیبہ کے اثبات کے لئے مفید بلکہ لازم اور ضروری تھا،اگر آپ کے معاملات مکمل طور پر پوشیدہ رکھے جاتے کہ کسی کو بھی آپ کی ولادت تک کا علم نہ ہوتا تو اس سے فائدہ پہنچنے کے بجائے نقصان پہنچتا لوگ آپ کے وجود اقدس کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہوجاتے اسی لئے امام حسن عسکریؑ کی حیات طیبہ میں اور غیبت صغریٰ کے دوران بھی بہت سے مخصوص افراد کو آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور حضرتؑ کے دست مبارک سے معجزات ظاہر ہونے کے باعث ایسے خوش نصیب افراد کا ایمان اور مستحکم ہو گیا۔

دوسرے سوال کا جواب ا۔غیبت صغریٰ کا سلسلہ منقطع ہونے کی وجہ یہی ہے کہ اصل طریقۂ کار غیبت کبریٰ ہی تھا اور غیبت صغریٰ تو صرف مقدمہ کے طور پر اختیار کی گئی تھی تاکہ ذہن مانوس ہوجائیں اور غیبت کبریٰ کے مقدمات فراہم ہوجائیں۔

۲۔اگر یہ مسلم ہو کہ نائب خاص کا حکم نافذ نہ ہوگا اسے قدرت ظاہری حاصل نہ ہوگی اور وہ مکمل طریقہ سے امور میں مداخلت نہ کر سکے گا بلکہ دیگر طاقتیں اور حکام وقت اپنی تمام تر توجہات اسی کی طرف مرکوز کرکے اس کے کام میں رکاوٹ ڈالتے رہیں گے اس کے ساتھ ٹکراؤ جاری رہے گا تو ایسی صورت میں اقتدار کی ہوس رکھنے والے موقع پرست افراد بھی نیابت خاصہ کا دعویٰ کرکے گمراہی کے اسباب فراہم کردیں گے جیسا کہ غیبت صغریٰ کی مختصر مدت میں ہی دیکھنے میں آیا کہ نہ معلوم کتنے افراد نیابت خاصہ کے دعوے دار ہوگئے، یہ چیز بذات خود ایک مفسدہ ہے جس کا دور کرنا ضروری ہے کہ اس مفسدہ کو دور کرنے کی مصلحت، نائب خاص کی تعیین سے اگر زیادہ نہ بھی ہو تو کم بھی نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ غیبت کے ابتدائی دور کے مصالح سے قطع نظر، نیابت خاصہ کا تسلسل اور ایسے نائبین خاص جن کے اختیارات محدود ہوں، اور نفاذ حکم کی کوئی صورت نہ ہو اور حکام وقت کے زیر اثر تقیہ کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوں تو ایسے نائبین خاص کی تعیین میں عقلی طور پر کوئی لازمی مصلحت نہیں ہے، بلکہ اس میں مفسدہ کے امکانات زیادہ ہیں۔ ''واللہ اعلم بمصالح الأمور وَلا یُسئلُ عمّا یَفعلُ وَھُم یُسئلون وَلا یَفعلُ وَلاۃُ اَمرہ الاّ بِما اَمرَھُمُ اللہ تعالیٰ بِہٖ فَاَنّھُم عِبادُہٗ المُکرمُون لاَ یَسبِقُونَہٗ بِالقَول وَھم بِاَمرہٖ یَعملون۔''اور اللہ تمام امور کی مصلحتوں کو بہتر جانتا ہے اور اس سے باز پرس کرنے والا کوئی نہیں ہے اور وہ ہر ایک کا حساب لینے والا ہے اور اس کے والیان امر صرف وہی کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں حکم دیا ہے بیشک وہ اس کے محترم بندے ہیں جو کسی بات میں اس پر سبقت نہیں کرتے ہیں اور اس کے احکام پر برابر عمل کرتے رہتے ہیں۔

سامرہ کا مقدس سرداب

مغرض دشمنان اہل بیت اور مخالفین شیعہ کی جانب سے شیعوں پر لگائے جانے والی ناروا تہمتوں میں یہ افتراء بھی شامل ہے کہ شیعہ اس بات کے معتقد ہیں کہ امام علیہ السلام نے سامرہ کے سرداب (تہہ خانہ) سے غیبت اختیار کی ہے آپ اسی سرداب میں ہیں اور اسی سرداب میں ظاہر ہوں گے!! ہر رات شیعہ اس تہہ خانہ کے دروازہ پر جمع ہوتے ہیں اور جب ستارے خوب چمکنے لگتے ہیں تو

اپنے اپنے گھر چلے جاتے ہیں اور پھر اگلے روز جمع ہوجاتے ہیں!!!! ایسے بے بنیاد اور جھوٹے اتہامات کی تکذیب کے لئے کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے، جو چیز عیاں ہے اسے بیان کرنے سے کیا حاصل، ہر شخص واقف ہے کہ ایسی تہمتیں ابن خلدون اور ابن حجر جیسے افراد کے ذہن کی ایجاد ہیں جنھوں نے شیعہ دشمنی، اہل بیتؑ سے انحراف، بنی امیہ اور دشمنان خاندان رسالت سے قلبی رجحان کے باعث ایسی خرافات جعل کی ہیں ایسے مصنفین بلکہ ان کے بعد آج تک پیدا ہونے والے افراد شیعہ کتب ومنابع سے شیعہ عقائد ونظریات حاصل کرنے کے بجائے اپنی طرف سے جھوٹی باتیں گڑھ لیتے ہیں یا سابقین کے افترا اور جعلی باتوں کو نقل کرتے ہیں اور انھیں جھوٹی و فرضی باتوں کو شیعہ عقائد کے بارے میں تحقیقی کارنامہ سمجھ کر بخیال خود، شیعی عقائد کے بارے میں معرفت حاصل کر لیتے ہیں اس طرح خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے رہتے ہیں۔

کتنی تعجب خیز بات ہے کہ جس قوم کے ہزاروں عظیم الشان مصنفین نے اپنے عقائد ونظریات مکمل صراحت ووضاحت کے ساتھ اپنی تالیفات میں تحریر کئے ہوں اس قوم کی طرف ایسی چیز کی نسبت دی جائے جس کا احتمال بھی کسی مصنف نے نہ دیا ہو۔ امامت اور دیگر عقائد کے بارے میں علم کلام واعتقادات کی کتب میں شیعی نظریات محفوظ وموجود ہیں اور غیبت کے سلسلہ میں ائمہ ہدیٰ کے دور سے آج تک جتنی کتب بھی تحریر کی گئی ہیں ان میں غیبت سے متعلق تمام جزئیات مرقوم ہیں اور کسی معمولی سے معمولی کتاب میں بھی اس ناروا تہمت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ''امامؑ سامرہ کے سرداب میں مخفی ہیں'' اس کا کوئی قائل نہیں ہے بلکہ شیعہ کتب میں موجود روایات اور غیبت صغریٰ وکبریٰ کے دور میں حضرتؑ سے منسوب معجزات وکرامات اور شرف زیارت حاصل کرنے والے افراد کے واقعات اس جھوٹے الزام کی تردید وتکذیب کرتے ہیں۔

بے شک سامرہ میں ایک سرداب ہے شیعہ حضرات وہاں زیارت کے لئے جاتے ہیں، خدا کی عبادت کرتے ہیں دعائیں مانگتے ہیں لیکن اس بنا پر نہیں کہ وہاں امامؑ پوشیدہ ہیں یا آپ اسی مقام پر قیام فرما ہیں، بلکہ اس عبادت اور زیارت واحترام کی وجہ یہ ہے کہ یہ سرداب مقدس بلکہ اس کے اطراف کے مقامات، اور اس کے قرب وجوار کی جگہ دراصل ائمہ معصومین کے بیت الشرف اور امام

علیہ السلام کی جائے ولادت ہے اس سرزمین پر بے شمار معجزات رونما ہوئے ہیں۔انسان جب اس مقدس سرزمین پر قدم رکھتا ہے تو اس عہد کی یاد تازہ ہوجاتی ہے اور مومن تصورات کی دنیا میں ان مقامات سے امام زمانہ(عج)آپ کے پدر بزرگوار اور جد امجد کے ارتباط میں کھوجاتا ہے کہ یہی وہ مقامات ہیں جہاں ان ذوات مقدسہ کی رفت وآمد رہتی تھی اور یہ حضرات وہاں خدا کی عبادت میں مشغول رہتے تھے انھیں مقامات میں وہ سرداب بھی شامل ہے، یہ مقامات دور ائمہؑ میں بھی محبان اہلبیت کا مرکز تھے اور آج بھی۔ شیعیان اہلبیتؑ کی نگاہ میں ایسے مقامات اور گھرانے محترم ہیں اور اس میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے کیونکہ مقدس گھروں کے لئے خداوندعالم قرآن مجید میں فرماتا ہے ''فی بیوت أذن اللہ ان تُرفع ویذکر فیہا اسمہ یسبح لہ فیہا بالغد و والآصال ''ان گھروں میں ،جن کے بارے میں خدا کا حکم ہے کہ ان کی بلندی کا اعتراف کیا جائے اور ان میں اسکے نام کا ذکر کیا جائے کہ ان گھروں میں صبح وشام اس کی تسبیح کرنے والے ہیں[1]۔

صرف سرداب ہی نہیں بلکہ وہ دیگر مقامات کہ جن پر حضرتؑ کے مبارک قدم پہنچے تھے وہ بھی محبان اہلبیتؑ کی نگاہ میں لائق احترام ہیں۔ (جیسے مسجد جمکران[2])

---

[1] سورۂ نور آیت۳۶

[2] ہم نے اپنی کتاب ''منتخب الاثر'' ص۳۷۱ تا ص۳۷۳ میں اس موضوع کو تحریر کیا ہے اسی طرح محدث نوری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''کشف الاستار'' میں اوردیگر مولفین نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت ولی عصر (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ) کی طویل عمر

طولانی عمر

انسانیت ہمیشہ سے جن چیزوں کی متلاشی ہے ان میں سے ایک مسئلہ طویل عمر کا بھی ہے، صحت وتندرستی کے ساتھ طویل عمر ایسی بیش بہا نعمت ہے جس کی کوئی قیمت معین نہیں کی جاسکتی۔ انسانی وجود میں حب ذات، حب بقا ودوام اور فطری خواہشات ہمیشہ سے انسان کو طویل عمر کا عاشق وشیدا بنائے ہوئے ہیں اور یہی چیزیں انسان کو اس راہ میں سعی پیہم اور جہد مسلسل پر آمادہ کرتی ہیں کہ بہت کم مدت کے لئے ہی سہی مگر سلسلۂ عمر کچھ اور دراز ہوجائے۔ اس موضوع سے متعلق مطالعہ وجستجو سے یہ بات تو صاف طور پر عیاں ہوتی ہے کہ ''بہت طویل عمر کا امکان'' تو ہمیشہ سے مسلم رہا ہے اورآج تک کسی نے بھی طول عمر کے ممکن نہ ہونے یا محال ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔

ہم پہلے عصری علوم جیسے علم طب، زولوجی اور دیگر مخلوقات کے بارے میں موجودہ معلومات کی روشنی میں انسان کی صورت حال کا موازنہ کریں گے اس کے بعد آسمانی مذاہب میں تلاش کریں گے کہ آسمانی مذاہب کی روسے طول عمر کا نظریہ ممکن اور قابل قبول ہے یا نہیں؟

طول عمر سائنٹفک نقطۂ نظر سے

آج سائنسی نقطۂ نظر طول عمر کی مکمل تائید کرتا ہے اور سائنس کے اعتبار سے طول عمر کے لئے کی جانے والی انسانی کوششیں نتیجہ خیز ہیں اوراس میں کامیابی کے امکانات بہت زیادہ ہیں ان کوششوں کو جاری رہنا چاہئے اور سائنس کے لحاظ سے طول عمر کی کوئی حد معین نہیں کی جاسکتی۔ سائنس کے مطابق آج شرح اموات میں کمی اور عمر کو طولانی کرنے کی بات تھیوری کے مرحلہ سے نکل کر عملی منزل میں داخل ہوچکی ہے اور بہت تیزی کے ساتھ ترقی کے مراحل طے کررہی ہے اور ایک صدی سے کچھ زیادہ عرصہ میں عمر کا اوسط

۴۷ سے بڑھ کر ۷۴ ہو چکا ہے۔ڈاکٹر الکسیس کارل نے ۱۹۱۲ء میں ایک مرغ کو تیس سال تک زندہ رکھا جب کہ مرغ کی زندگی دس سال سے زیادہ نہیں ہوتی ہے[1]

آٹھ سو سال زندگی

ڈاکٹر ہنری جیس کہتا ہے کہ عمومی شرح اموات کو دس سال سے کم عمر کے بچوں کی شرح اموات کے برابر پہنچانا چاہئے اور جس دن ایسا کرنا عملاً میسر ہو جائے گا مستقبل کا انسان آٹھ سو سال زندگی بسر کرے گا[2] دنیا کے دانشور حضرات انسان کی طبیعی عمر کے لئے آج تک کوئی حتمی سرحد معین نہیں کر سکے ہیں اور ان دانشوروں نے اپنے اپنے لحاظ سے الگ الگ حد معین کی ہے ''پاولوف'' کا خیال ہے کہ انسان کی طبیعی عمر ۱۰۰ سال ہے جبکہ ''مچنیکوف'' کے خیال میں اوسط عمر ۱۵۰ سے ۱۶۰ سال کے درمیان ہونا چاہئے۔

جرمنی کے مشہور و معروف ڈاکٹر ''گوفلاند'' کا نظریہ ہے کہ عموماً انسان کی اوسط عمر ۲۰۰ سال ہے۔انیسویں صدی کے معروف فزیشین ''فلوگر'' کے مطابق طبیعی عمر ۶۰۰ سال اور انگلینڈ کے '' روجر بیکن'' نے ۱۰۰۰ سال بیان کی ہے[3] لیکن ان میں سے کسی نے بھی ایسی کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ اس کی بیان کردہ عمر حرف آخر ہے اور اس سے زیادہ عمر کا امکان ہی نہیں ہے۔روس کے معروف ماہر طب اور فزیالوجسٹ ''ایلیا مچنیکوف'' کا نظریہ ہے کہ ''انسان کے بدن کے خلیوں (Cells) کی تعداد تقریباً ۶۰ کھرب (ٹرلین) ہے جو آنتوں خصوصاً بڑی آنت کے بیکٹریا سے مترشح ہونے والے مادہ کی وجہ سے مسموم ہوتے رہتے ہیں، آنتوں سے روزانہ تقریباً ۱۳۰ کھرب بیکٹریا پیدا ہوتے ہیں، بہت سے بیکٹریا بدن کے لئے نقصان دہ نہیں ہوتے لیکن بعض بیکٹیریا زہریلے اور نقصان دہ ہوتے ہیں، ایسے بیکٹیریا بدن کو اندر سے اپنے زہر کے ذریعہ مسموم کرتے رہتے ہیں

---

[1] روزنامہ اطلاعات شمارہ ۱۱۸۰۵۔
[2] روزنامہ اطلاعات شمارہ ۱۱۸۰۵۔
[3] مجلہ دانشمند شمارہ ۶۱۔

جس کے نتیجہ میں انسانی بدن کو صحیح وسالم رکھنے والے اجزاء اور خلیے قبل از وقت ضعیفی میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور ضعیف ہونے کے بعد حیات کی ضرورتوں کو پورا کرنا ان کے لئے مشکل ہوجاتا ہے اور یہ خلیے مردہ ہوجاتے ہیں[1] کولمبیا یونیورسٹی کے پروفیسر ''اسمیس'' کا کہنا ہے کہ ''سن اور عمر کی حد بھی صوتی دیوار کی طرح ہے اور جس طرح آج صوتی دیوار ٹوٹی ہے اسی طرح ایک نہ ایک دن عمر کو محدود کرنے والی دیوار بھی ٹوٹ جائے گی[2]۔''

ستر ہزار سال عمر

پانی کے بعض چھوٹے جانوروں پر کی گئی تحقیقات کے نتیجہ میں سائنس داں کافی حد تک پر امید ہیں، دوران زندگی میں تبدیلی کا امکان بہر حال ہے، اسی طرح محققین نے پھلوں پر پائی جانے والی مکھیوں پر جو تجربات کئے ہیں اس کے نتیجہ میں ان کی طبیعی عمر میں ۹۰۰ گنا کا اضافہ ہوگیا ہے[3] اسی طرح اگر ایسا تجربہ انسان پر بھی کیا جائے اور وہ تجربہ کامیاب رہے اور انسان کی طبیعی عمر ۸۰ سال فرض کی جائے تو اس بات کا امکان ہے کہ انسان کی عمر ۷۲ ہزار سال ہوجائے۔

اسی طرح حیوانات پر دوسرے تجربات بھی کئے جارہے ہیں جس کے نتائج انسان کے لئے امید افزا ہیں اور توقع کی جاتی ہے کہ مستقبل میں طول عمر اور جوانی کی واپسی ،ہر ایک کے اختیار میں ہوگی۔ بہت سے محققین کے نزدیک اصل مسألہ، جوانی کے برقرار رہنے یا اس کی واپسی کا ہے نہ کہ طول عمر کا.........ان کے خیال میں طول عمر اور مخصوص حالات وشرائط میں زندگی کی بقا تو مسلّم ہے گویا یہ معمہ تو حل شدہ ہے بس ضعیفی کے لئے کوئی راہ حل تلاش کرنا چاہئے۔ کوئی ایسا انجکشن تلاش کرنا چاہئے جو ضعیفی کو روک دے اس لئے کہ اگر عمر طولانی ہوجائے مگر اس کے ساتھ بڑھاپے کی زحمتیں ہوں تو ایسی عمر لذت بخش نہ ہوگی۔ میڈیکل سائنس کے بعض

---

[1] مجلہ دانشمند شمارہ ۶۱۔
[2] اطلاعات ۱۱۸۰۵۔ جیٹ اور سپر سونیک طیاروں سے پہلے یہ تصور عام تھا کہ آواز کی رفتار سے تیز سفر کرنا ممکن نہیں ہے گویا آواز کی رفتار سرعت کی راہ میں حائل ہے لیکن سوپر سونیک طیاروں کے وجود میں آنے سے یہ حائل ختم ہوگیا۔ (مترجم)
[3] الہلال، شمارہ ۵ ص۶۰۷، منتخب الاثر، ص۲۷۸۔

ماہرین نے اس سے بڑھ کر مبالغہ سے کام لیا ہے اور کہتے ہیں کہ ''موت دنیا کے حتمی اصولوں میں سے نہیں ہے[1]''ان کے خیال میں موت نہ طول عمر کا نتیجہ ہے اور نہ بڑھاپے کا...... بلکہ بیماری اور حفظان صحت اور مزاج کی سلامتی کے اصولوں کی رعایت نہ کرنے کا نتیجہ ہے اگر انسان ان عوامل پر غلبہ حاصل کرلے جو مزاج کو متاثر کرتے ہیں تو موت کا اختیار انسان کے ہاتھ میں ہوگا۔ ان عوامل سے مراد ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کے مزاج کی صحت، انھیں تولید مثل اور حفظان صحت کے طبی اصولوں کا علم، آداب نکاح، دوران حمل ماں کے مزاج کا اعتدال، حمل اور رضاعت کے دوران حفظان صحت کے اصولوں کی رعایت، حسن تربیت، مناسب آب و ہوا، آرام دہ مشاغل، معاشرت اور لباس وغیرہ میں اعتدال، نیک باایمان، پاک باز، پاک طینت، خرافات اور باطل عقائد سے منزہ افراد کی صحبت، صحیح اور مناسب غذا، نشہ آور چیزوں سے پرہیز وغیرہ ہیں اور چوں کہ ان میں سے اکثر انسان کے اختیار میں نہیں ہیں اس لئے انسان مغلوب ہوکر موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے، بیمہ کمپنیوں کی جانب سے اموات کے بارے میں اعداد وشمار شائع ہوتے ہیں ان کے مطابق مختلف مشغلوں، ماحول اور سکونت سے تعلق رکھنے والے افراد کی موت کی شرح مختلف ہوتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوسط عمر کا تعلق بیرونی عوامل سے ہے اور جس حد تک یہ عوامل کم ہوتے جائیں گے عمر طولانی ہوتی جائے گی، بارہا ایسے افراد دیکھنے کو ملتے ہیں جن کی عمر ۱۵۰، ۱۶۰، ۱۷۰، یا دو سو سال سے بھی زیادہ ہے، ہمارے دور میں بھی ایسے افراد موجود ہیں جن کی عمر ۱۵۰سال سے زیادہ ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ موت کے عوامل ان کے قریب نہ آسکے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ طویل عمر کا امکان علم وسائنس کے نقطۂ نظر سے سوفیصدی قابل قبول اور ناقابل تردید ہے۔ اکثر وبیشتر ہم زیادہ طولانی عمر پر اظہار تعجب کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم مختصر عمر سے مانوس اور اسی کے عادی ہیں اس سلسلہ میں انگلینڈ کے ایک ڈاکٹر کی رائے پر غور فرمائیں، یہ ڈاکٹر کہتا ہے کہ اگر پناما نہر کے علاقہ کو جہاں بہت بیماریاں پائی جاتی ہیں دنیا کے دوسرے حصوں سے جدا کردیا جائے اور ہم پناما نہر کے علاقہ میں زندگی بسر کریں اور ہمیں دنیا کے دوسرے حصوں کی شرح موت وحیات

[1] البتہ قرآن مجید کی صریحی آیات کے مطابق ہر جاندار کے لئے موت ایک حتمی مرحلہ ہے اوران سائنس دانوں کا یہ نظریہ مبالغہ آمیز ہے۔

کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ہو تو اس علاقہ میں اموات کی کثرت اور عمر کی قلت کو دیکھ کر ہم یہی فیصلہ کریں گے کہ طبیعی طور پر ہر انسان کی عمر اتنی ہی ہے اوراس میں کوئی تبدیلی علم وسائنس کے دائرہ اختیار سے باہر ہے جس سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ چوں کہ بعض بیماریاں ابھی لاعلاج ہیں لہذا شرح اموات میں کمی اور عمر کو طولانی بنانا مشکل نظر آتا ہے اگر کوئی مجھ سے اس بارے میں بحث کرے اور کہے کہ شرح اموات یہی ہے اور عمر کا اوسط بہر حال معین ہے تو اس سے سوال کروں گا کہ کون سی اوسط عمر معین ہے؟ ہندوستان کی اوسط عمر یا نیوزی لینڈ یا امریکہ یا پناما نہر کی؟وہ کون سے پیشے یا مشاغل ہیں جن کی اوسط عمر مقرر ہے؟

کیا آپ علم افلاک اور علم نجوم کے پیشہ کی عمر کو مقررہ حد مانتے ہیں جس کی شرح اموات اوسط سے ۱۵ سے ۲۰فیصدی کم ہے؟ یا وکالت کے پیشہ کو جس کی شرح اموات حد متوسط سے ۵ سے ۱۵فیصدی زیادہ ہے؟نالوں وغیرہ کی صفائی کا پیشہ جس کی شرح اموات اوسطاً ۴۰ سے ۶۰ فیصد زیادہ ہے؟ پیشہ ومشغلہ کی لحاظ سے اوسط عمر کے درمیان اختلاف کی یہ چند مثالیں تھیں ان کے علاوہ بھی ہمارے پاس اور بہت سی دلیلیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنوعی وسائل کے ذریعہ دوران حیات میں تبدیلی ممکن ہے کیوں کہ اب تک بعض جانوروں پر جو تجربات کئے گئے ہیں وہ سب کامیاب رہے ہیں[1]۔

طول عمر اور دین

تمام ادیان میں متفق علیہ طور پر کچھ لوگوں کی بہت طویل عمر کے بارے میں بیان کیا گیا ہے: تحریف شدہ موجودہ توریت جس پر یہود ونصاریٰ ایمان رکھتے ہیں سفر تکوین اصحاح ۵ آیت ۵، ۸، ۱۱، ۱۴، ۱۷، ۲۰، ۲۷، ۳۱، اصحاح ۹ آیت ۲۹، اصحاح ۱۱ آیت ۱۰ تا ۱۷۔ اور دیگر مقامات پر صراحت کے ساتھ متعدد انبیائے کرام اور دیگر افراد کے اسماء کا تذکرہ ہے جن کی عمریں چار سو، چھ سو، سات سو، آٹھ سو یا نو سو سال تھیں[2]۔اس کے علاوہ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ ''ایلیا'' کو زندہ ہی آسمان پر اُٹھا لیا گیا ہے تاکہ انھیں موت کی

---

[1] الہلال، شمارہ ۵ طبع ۱۹۳۰،منتخب الاثر ۲۷۷و۲۷۸۔
[2] عبرانی، کلدانی اور یونانی زبان سے عربی میں ترجمہ شدہ توریت مطبوعہ بیروت ، ۱۸۷۰ء ؁ کی طرف رجوع فرمائیں۔

اذیت برداشت نہ کرنا پڑے، ایک یہودی مفسر ''آدم کلارک''کہتا ہے کہ : ''اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ایلیا کو زندہ ہی آسمان پر اُٹھا لیا گیا[1]۔

دین مبین اسلام

دین اسلام کی رو سے طولانی عمر کا مسئلہ قطعی طور پر متفق علیہ ہے، قرآن کریم سورۂ عنکبوت آیت ۱۴ میں حضرت نوحؑ کی طولانی عمر کے بارے میں صراحت کے ساتھ اعلان کرتا ہے '': فلبث فیھم ألف سنۃ الا خمسین عاماً ''اس آیت کریمہ کے مطابق حضرت نوح علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام اپنی قوم کے درمیان طوفان سے قبل نو سو پچاس سال تبلیغ کرتے رہے، تبلیغ سے قبل اور تبلیغکے بعد آپ کتنی مدت تک زندہ رہے اسے خدا ہی جانتا ہے۔تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ جناب عیسیٰؑ بلکہ جناب خضرؑ، جناب الیاسؑ وادریسؑ اب بھی زندہ ہیں،اور حضرت عیسیٰؑ آخری زمانہ میں زمین پر تشریف لائیں گے اور حضرت مہدی (عج) کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔تاریخی لحاظ سے بھی طویل عمر کا مسئلہ مسلّم ہے جو تاریخ ہماری دست رس میں ہے اس کے مطابق بے شمار افراد نے طویل عمر پائی ہے۔

طویل عمر بسر کرنے والوں کے بارے میں کتابیں بھی لکھی گئی ہیں جن میں ابوحاتم سجستانی (متوفی ۳۵۰) کی کتاب ''المعمّرون'' بہت مشہور ومعروف ہے،افراد کے حالات زندگی اور علم رجال کے لئے یہ کتاب ماخذ ومنبع کی حیثیت رکھتی ہے کچھ عرصہ قبل جدید فہرست اور نفیس اسلوب کے ساتھ شائع ہوئی ہے اس کتاب میں تاریخی حوالوں کے ساتھ طول عمر کے مسئلہ کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

[1] اظہار حق، ج۲ص۱۲۴۔

نتیجہ

گذشتہ باتوں کی روشنی میں جس چیز کو بھی معیار قرار دیا جائے طویل عمر بہر حال ممکن ہے چاہے عہد قدیم کی تاریخ ملاحظہ کی جائے یا علم قدیم اور فلسفۂ یونان کو معتبر تسلیم کیا جائے یا جدید علوم پر اعتماد کیا جائے یا انبیاء و مرسلین کی خبروں کو بنیاد بنایا جائے یہ تمام چیزیں طویل عمر کے نہ صرف امکان بلکہ اس کے وقوع کو بھی ثابت کرتی ہیں اور ان تمام منابع کے مطابق طولانی عمر کوئی خارق العادات یا معجزاتی چیز نہیں ہے بلکہ عالم طبیعت کے تمام قوانین میں شامل ہے۔

البتہ اتنا ضرور ہے کہ چونکہ طولانی عمر کے افراد بہت کم ہوتے ہیں لہٰذا ہمارا ذہن اتنی طویل عمر سے ذرا نامانوس ہوتا ہے اور ہمیں عجیب سا محسوس ہوتا ہے جب کہ علم وسائنس کے مطابق مختصر اور کم عمر، خلقت اور عالم طبیعت پر حکمراں قوانین کے خلاف ہے اور اگر سابق الذکر رکاوٹیں دور ہوجاتیں تو مختصر عمر بھی غیر عادی شمار کی جاتی۔

حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی طویل عمر

آپؑ کی عمر مبارک اگر مزید ہزار برس یا اس سے بھی زیادہ طولانی ہو تو اس میں بھی کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ طویل عمر کا امکان اور وقوع دونوں مسلم الثبوت ہیں، چاہے ہم طبیعی طور پر طولانی عمر کو ممکن تسلیم کریں (جیسا کہ یہی صحیح نظریہ ہے) اور چاہے اس امکان کو تسلیم نہ کرتے ہوئے طویل عمر کو خلاف عادت اور معجزہ تسلیم کریں، بہر صورت اگر ہم خدا اور اس کی قدرت پر ایمان رکھتے ہیں اور انبیاء کی صداقت کا کلمہ پڑھتے ہیں تو حضرت ولی عصرؑ کی طولانی عمر کے بارے میں ذرہ برابر تردد نہیں ہونا چاہئے۔ حضرتؑ کی عمر مبارک کے بارے میں سینکڑوں روایات پائی جاتی ہیں اور مشیت الٰہی بھی یہی ہے، جو شخص بھی خدا کو قادر مطلق مانتا ہے وہ اس مسئلہ کا بھی معتقد ہوگا اور جو العیاذ باللہ خدا کو عاجز مانتا ہوگا اور عاجزی کو نقص وعیب اور خدا کے صفات سلبیہ میں شمار نہیں کرتا وہ کچھ بھی کہہ سکتا ہے لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ عجز نقص ہے اور ناقص محتاج ہوتا ہے اور محتاج خدا نہیں ہوسکتا۔ اس طویل عمر کے دوران صاحبان ایمان وتقویٰ اور صالحین نے بارہا آپ کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل کیا ہے اور

پاکیزہ قلب ونظر کے مالک افراد کی آنکھیں آپ کے جمال پر نور کی زیارت سے منور ہوئی ہیں۔آپ کی حیات مبارک کے بارے میں طویل عمر کے ممکن ہونے یا نہ ہونے کی بحث بے محل ہے اور ہمارے خیال سے آپؑ کی طول عمر کے مسئلہ میں اس سوال کو بلاوجہ داخل کردیا گیا ہے۔جو لوگ طول عمر کو عقلی طور پر محال جانتے ہیں اور قائل ہیں کہ عقلا طویل عمر ناممکن ہے یا طبیعی طورپر محال ہے انھیں دلیل پیش کرنا چاہئے نہ کہ ہمیں۔۔۔اس کے باوجود ہم نے ثابت کیا کہ بہت طویل عمر نہ تو عقلی طور پر محال ہے اور نہ ہی ذاتی طور پر محال ہے اور نہ ہی اس کے واقع ہونے سے کوئی محال لازم آتا ہے یعنی فلسفیانہ اصطلاح کے مطابق طول عمر نہ محال عقلی ہے نہ محال ذاتی اور نہ محال وقوعی۔۔۔

ہم پھر یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے مختلف دانشوروں اور مفکروں کے نظریات اور مغربی سائنسدانوں کی تحقیقات و تجربات کے جو نتائج پیش کئے ہیں ان کا مقصد سطحی ذہن رکھنے والے کم علم افراد کو مطمئن کرنا ہے کہ ان باتوں سے انھیں بھی یہ اطمینان حاصل ہوجائے کہ طبیعی طور پر طویل عمر کا امکان، مشرق ومغرب کے تمام دانشوروں اور سائنسدانوں کے درمیان متفق علیہ ہے۔ لیکن جہاں تک امام زمانہ ارواحنا فداہ کی طولانی عمر کا مسئلہ ہے ہم ان چیزوں کے بجائے قدرت خدا اور ارادۂ الٰہی کو دلیل مانتے ہیں کہ اگر بالفرض طبیعی طور پر طویل عمر ممکن نہ ہو یا خارق العادۃ ثابت ہو تب بھی آپ کی طویل عمر پر کوئی اعتراض اور شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے کہ نبوتِ انبیاؑء کی تصدیق خارق العادہ امور اور معجزات کو تسلیم کرنے کے بعد ہی ممکن ہے۔ تمام انبیاءؑ کے معجزات خارق العادہ امور ہیں جو حضرات بلاچوں وچرا انبیاء کے معجزات کو تسلیم کرتے ہیں انھیں آپؑ کی طویل عمر پر کیوں تعجب ہوتا ہے؟آخر زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرنے، عصا کے اژدہے میں تبدیل ہونے، پہاڑ سے اونٹ کے برآمد ہونے، آسمان سے مائدہ نازل ہونے، گہوارہ میں بچے کے گفتگو کرنے، بغیر باپ کے عیسیٰؑ کی پیدائش اور طویل عمر میں کیا فرق ہے؟ علم وسائنس طویل عمر کے امکان کی تائید کرتی ہے لیکن یہی سائنس بہت سے معجزات کو ناممکن قرار دے کر ان کی تکذیب کرتی ہے تو آخر کیسے ممکن ہے کہ ہم تمام معجزات کو تسلیم کرلیں مگر طویل عمر کا انکار کردیں۔ہم قائل ہیں کہ چاہے جس چیز کو بنیاد قرار دیا جائے

حضرت قائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی طولانی عمر پر تعجب یا اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور تمام عقلا مل کر بھی حضرتؑ کی طولانی عمر پرا عتراض کے سلسلہ میں کوئی معقول اور قابل قبول دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ خدا نے فرمایا ہے، پیغمبر اکرم ﷺ نے خبر دی ہے، ائمہ معصومینؑ نے بشارتیں دی ہیں کہ حجت عصرؑ، ''امام حسن عسکریؑ کا نور نظر جس کی ولادت باسعادت نیمۂ شعبان ۲۵۵ھ کی نورانی صبح میں ہو چکی ہے اور جس کے نور جمال سے پوری کائنات منور ہے'' ایک ایسی طویل غیبت کے بعد جس میں لوگ حیرت و تردد میں مبتلا ہو جائیں گے بلکہ اکثر لوگ شک و تردد میں گرفتار رہوں گے، ظلم و جور، آلام و مصائب اور گونا گوں مشکلات سے بھری ہوئی دنیا کو اپنے ظہور کے ذریعہ عدل و انصاف سے بھر دے گا اور پوری دنیا پر اس کی حکومت ہوگی اور ہر جگہ اسلام کے قانون کی بالادستی ہوگی اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں قرآنی تعلیمات کے مطابق عادلانہ نظام قائم ہوگا۔

جب یہ بشارتیں اور خبریں قطعی، مسلم الثبوت اور متواتر ہیں اور خداوند عالم بھی قادر مطلق ہے تو آخر شک و شبہ کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟ آپ کی طویل عمر اور غیبت کے اسباب کے بارے میں شکوک و شبہات شیطانی وسوسے ہیں، ہم واضح کر چکے ہیں کہ چاہے جس معیار سے دیکھا جائے حضرت صاحب الزمانؑ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی طویل عمر کے بارے میں تعجب کا کوئی مقام نہیں ہے، علم و سائنس، عقل و نقل، قرآن و حدیث، دیگر آسمانی کتب اور قدیم و جدید دانش مندوں کے نظریات سب کے سب ہمارے عقیدہ کی تائید کرتے نظر آتے ہیں۔

انسان اور دیگر مخلوقات کی عمر اور استثنائی موارد

عالم خلقت میں مجردات و مادیات کے مختلف انواع و افراد کے درمیان کبھی کبھی ایسے استثنائی افراد نظر آتے ہیں کہ جو اپنے ہم جنس یا اپنے خاندان کے افراد سے بہت زیادہ مختلف ہوتے ہیں چوں کہ ہم عموماً ایک ہی طرح کی چیزوں کو دیکھنے کے عادی ہیں لہٰذا ان استثنائی چیزوں کا فرق خاص طور سے جبکہ وہ بہت زیادہ ہو ہمیں بہت حیرت انگیز لگتا ہے۔ چاہے یہ فرق اور فاصلہ طول یا عرض یا حجم و وزن کے لحاظ سے ہو یا معنوی خصوصیات کے اعتبار سے یا کسی اور جہت یا قانون کے تحت پہچان لیں یا اسکا

سبب ہمیں معلوم نہ ہو، بہر حال اس طرح کے اسثنائی افراد کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا ۔آسمانوں، ستاروں اور کرۂ افلاک سے لے کر ایٹم کے ذرہ تک جہاں دیکھئے اسثنائی کیفیات نظر آتے ہیں یعنی ایسے موجودات دکھائی دیتے ہیں کہ جن میں اپنے ہم نوع افراد کی بہ نسبت کوئی اسثنائی خصوصیت ہے جس کی بنا پر وہ توجہ کو اپنی طرف مبذول کر لیتے ہیں۔

یہاں اسثنائی موارد سے مراد یہ نہیں ہے کہ ایسے اسثنائی افراد کسی قاعدہ وقانون کے تحت نہیں آتے کہ جیسے عوام الناس بغیر کسی سبب یا مصلحت کے کسی بھی فرق وامتیاز کو اسثناء کہہ دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسثنائی افراد بھی اپنے مخصوص قوانین اور سنن الٰہیہ کے تحت ظاہر ہوتے ہیں اور انھیں اسثنائی اس لحاظ سے کہا جاتا ہے کہ وہ شاذ ونادر ہی دکھائی دیتے ہیں اوران سے بہت کم سابقہ پڑتا ہے۔ ہمارے لحاظ سے کسی ستارہ کا طلوع یا فضا کی تبدیلی ایک اسثنائی اور عدیم النظیر چیز ہوسکتی ہے لیکن جو افراد علم افلاک کے ماہر ہیں اور ستاروں اور کہکشاؤں کی حرکت پر نظر رکھتے ہیں ان کے لئے یہ کوئی عجوبی چیز نہیں ہے بلکہ ان کے خیال میں ایسا ہوتا رہتا ہے اور دنیا کی لاکھوں سال عمر کے دوران بارہا ایسا ہو چکا ہے۔

کرات میں اسثناء

آپ کبھی علم افلاک کے ماہرین علمائے علم ہیئت(Astronomy) کہ جو اربوں ستاروں، شمسی نظاموں، کہکشاؤں، ستاروں کے درمیان فاصلوں، ان کی مسافت وحجم اور قطر کے بارے میں وسیع معلومات کے مالک ہیں ان سے دریافت کیجئے کہ کواکب وسیارات، افلاک وکرات کے بارے میں آپ حضرات کو جن حتمی نظریات کا علم ہے کیا ان میں بھی کوئی اسثناء نظر آتا ہے؟کیا کبھی آپ ایسی صورت حال سے دوچار ہوئے ہیں جو آپ کے خزانۂ علم میں موجود نظریات کے تحت نہیں آتی، ان حضرات سے ضرور دریافت کیجئے تاکہ آپ کو ''اثبات'' میں جواب ملے اور ایسے حضرات یہ اعتراف کرتے نظر آئیں کہ ہاں یہاں بھی اسثنائی مواقع اور افراد پائے جاتے ہیں۔خدا وند عالم کی ان عظیم ترین مخلوقات کے درمیان حجم وقطر اور وزن کے لحاظ سے جو فرق پایا جاتا ہے کیا اس کی حد معین ہے؟یقینی طور پر جواب ملے گا کہ کوئی حد معین نہیں ہے، مثلا ہماری زمین اور ''سدیم المراۃ المسلسلہ'' کے درمیان حجم وقطر

اور وزن کا کتنا فرق ہے اس کا حساب خدا کے علاوہ کوئی نہیں لگا سکتا، اس فرق اور فاصلہ کو کسی حد تک سمجھنے کے لئے پہلے سورج اور ''سدیم المراۃ المسلسلہ'' کا فرق محسوس کرنے کی کوشش کیجئے، علماء ہیئت کے مطابق ''سدیم المراۃ المسلسلہ'' کے حجم کے مقابل سورج کے حجم کی ایسی ہی ہیئت ہے کہ جیسے دریچہ کے ذریعہ کمرہ میں پہنچنے والی کرن کی ہوتی ہے، یعنی آفتاب کے مقابل جو حیثیت ذرہ کی ہوتی ہے،اپنی تمام تر عظمت کے باوجود وہی حیثیت ''سدیم المراۃ المسلسلہ'' کے مقابل آفتاب کی ہے، اب ذرا زمین کا حساب لگائیے کہ زمین سدیم المراۃ المسلسلہ سے کتنی چھوٹی ہوگی کیوں کہ سورج زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے جب سورج کا قطر تیرہ لاکھ نوے ہزار کلومیٹر ہے تو سدیم المراۃ المسلسلہ کا قطر کیا ہوگا؟ اور اتنے عظیم قطر کے ساتھ بھلا اس کا زمین سے موازنہ ہوسکتا ہے؟ ہماری زمین اور سدیم المراۃ جیسے بلکہ اس سے بھی بڑے کروں (کرات) کے درمیان اختلاف کس بنیاد پر ہے؟ یا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم دو کروں کے درمیان اتنے زیادہ فرق کو تسلیم نہیں کرتے؟

آخر کیا وجہ ہے کہ اس نظام شمسی میں استثنائی طور پر صرف ہماری زمین یا شائد مریخ پر ہی زندگی پائی جاتی ہے؟ دیگر سیارات پر زندگی کا امکان نہیں ہے،شائد مفقود الحیات سیاروں کی تعداد لاکھوں کروڑوں سے بھی زیادہ ہو۔ایٹم کی دنیا اور اختلاف عمر کہا جاتا ہے کہ ایٹم کے مرکز سے کچھ میزن(Meson) جدا ہوتے ہیں انہیں میں سے کچھ ایسے ہیں جن کی عمر سکنڈ کا ہزارواں حصہ ہوتی ہے جب کہ کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی عمر سکنڈ کے دس کروڑ حصوں میں سے ایک حصہ ہوتی ہے یعنی بہت ہی زیادہ کم اور مختصر .... کل جب اہل دنیا ایٹم کی حقیقت سے بے خبر تھے اگر ان کے سامنے یہ فرق بیان کیا جاتا تو کیا وہ لوگ اسے قبول کر لیتے؟ ہرگز نہیں..... لیکن آج یہ فزکس کا مسلمہ ہے[1]

[1] رسالہ نور دانش،شمارہ۶،سال ۵۔

علم نباتات کی دنیا میں اختلاف اور استثناء

عالم نباتات میں بھی بے شمار عجیب وغریب استثناآت دکھائی دیتے ہیں،درختوں میں ایسے بہت سے درخت ہیں جو اپنی لمبائی، چوڑائی، سن یا قطر کے باعث لوگوں کی توجہ کا مرکز ہیں مثلا لبنان کا ''ارز'' اور امریکا کے ''ام الاجمہ'' (جنگلات کی ماں) نامی درخت، ''ام الاجمہ[۱]''امریکا کے سب سے بڑے درختوں میں شمار ہوتا ہے اس کی لمبائی ۳۰۰سے ۴۰۰فٹ کے قریب ہوتی ہے اورزمین کے نزدیک اس کے تنے کا قطر تین سو فٹ اور اس کی چھال اٹھارہ انگل موٹی ہے۔

اسکاٹ لینڈ میں پائے جانے والے بعض درختوں کی عمر ایک اندازہ کے مطابق تین سو سال سے زیادہ ہے،ماحولیات کے ایک محقق نے ایک درخت کی عمر کا اندازہ تقریباً پانچ ہزار سال بیان کیا ہے جب کہ یہ درخت اپنی طرح کے درختوں میں سب سے چھوٹا ہے۔ کیلی فورنیا میں ''کاج'' (چیڑ)کا ایک درخت ہے جس کی لمبائی تین سو فٹ اور قطر تقریباً تیس فٹ ہے اس کی عمر چھ ہزار سال ہے۔ ان سب سے زیادہ تعجب خیز (بحر اوقیانوس) دریائے اٹلانٹک کے جزیرہ ''تنزیف'' میں واقع شہر ''اورتاوا''کا ''عندم'' نامی درخت ہے،[۲]اس درخت کا قطر اتنا ہے کہ اگر دس افراد ہاتھ پھیلا کر انگلیوں سے انگلیاں ملاکر کھڑے ہوجائیں تب بھی اس کے تنے کا مکمل احاطہ نہیں کر سکتے ہیں، ''الآیات البینات'' کے مصنف فرماتے ہیں کہ مذکورہ جزیرہ کے انکشاف کو آج (۱۸۸۲ء میں) ۴۸۲ سال گزر چکے ہیں اور عندم کا یہ عظیم تناور درخت اس وقت بھی ایسا ہی تھا اور اس میں کوئی قابل ذکر تبدیلی نہیں آئی، عندم کی قسم کے دوسرے چھوٹے درختوں کو دیکھ کر صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی نشوء نما کی رفتار بہت سست ہوتی ہے لہٰذا صرف خدا کو ہی معلوم ہے کہ یہ درخت کتنی صدیوں پرانا ہے۔ علم نباتات کا ایک ماہر اس درخت کی عمر کے بارے میں عاجزی کا اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: ''فکر بشری اس راز کو سمجھنے سے قاصر ہے اور اس درخت کی عمر کے بارے میں اندازہ بھی نہیں لگا سکتی میرے خیال میں اتنا طے شدہ اور مسلّم ہے کہ خلقت بشر کے پہلے سے اس درخت کی نشوء نما کا سلسلہ

---

[۱] ''ام الاجمہ'' اس درخت کا عربی نام ہے۔
[۲] عندم کے درخت کو''دم الاخوین''اور''دم الثعبان''اور فارسی میں ''خون سیاوش'' یا ''خون شیاوشان'' بھی کہا جاتا ہے۔ بظاہر عربی میں صحیح تلفظ ''عُندُم'' ہے۔

جاری تھا اور طویل عمر گزارنے کے بعد آج یہ درخت اس تن وتوش اور قد وقامت کا ہوا ہے۔ ‘‘ ’’الآیات البینات’’ کے مصنف فرماتے ہیں: ’’اس سے زیادہ عجیب وغریب بات یہ ہے کہ علم نباتات کے ماہرین عندم کو درختوں میں شمار نہیں کرتے بلکہ اس کا شمار ایسے پودوں (گھاس پھوس) میں ہوتا ہے جن کی جڑ پیاز کی طرح ہوتی ہے جیسے کہ سنبل ونرگس کی جڑیں....... اب ذرا ان حقائق کے پیش نظر اس درخت کے خالق علیم وقدیر کی قدرت کا اندازہ لگائیے کہ ہر اگنے والی شئے کے اندر اس کے اسرار حکمت کا خزانہ پوشیدہ ہے[1]۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ بعض درخت ’’گوشت خور ہوتے ہیں، جو پرندوں، حیوانوں اور بسا اوقات انسان کو شکار کر لیتے ہیں؟ نباتات کی دنیا میں دریاؤں میں پائے جانے والے ان ’’ژلاتین’’ جیئن کا شمار بھی گھاس میں ہوتا ہے جو ’’کلوروفل ’’ (Chlorophyll) کو جذب کرتے ہیں اور جن کی عمر ایک سکینڈ سے بھی کم ہوتی ہے۔ استوائی علاقہ میں ایسے درخت بھی پائے جاتے ہیں جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر انھیں پانی میسر ہوتا رہے تو قیامت تک سرسبز وشاداب رہیں گے اور ان میں برگ و بار او رشاخیں نکلتی رہیں گی[2]۔

’’لامباردیا’’ میں ایک درخت ہے جس کی اونچائی ۱۲۰ فٹ اور قطر ۲۳ فٹ ہے اور اس کی عمر دوہزار سال سے زیادہ ہے، ’’بریبورن کینٹ’’ میں ایک درخت ہے جس کی عمر کا اندازہ تقریباً تین ہزار سال لگایا جاتا ہے اسی طرح ’’تکودیم’’ اور ’’شیشوم’’ نامی قسم کے درخت بھی ہیں جن کی عمر کا اندازہ چھ ہزار سال ہے[3]۔ گیہوں کے ایک دانہ سے سات سو دانوں سے زیادہ کبھی نہیں سنا گیا لیکن اِدھر اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ’’بوشہر’’ کے گاؤں ’’کرہ بند’’ کے ایک کھیت میں ایک دانہ

---

[1] پیک ایران شمارہ ۱۱۵۲۔
[2] نوردانش، شمارہ۶، سال۵ ۔
[3] االلہوالعلم الحدیث، ص۹۶۔

سے چار ہزار سے زائد دانوں کی پیداوار ہوئی جس کے باعث ماہرین زراعت بھی حیرت میں پڑگئے،جب کہ ایک دانہ سے اوسط پیداوار چالیس دانے ہے۔

حیوانات کی دنیا میں اختلاف

مختلف انواع کے حیوانات کی اوسط عمر کے بارے میں علم الحیوان کے ماہرین کی جانب سے جو اعداد وشمار پیش کئے جاتے ہیں ان سے حیوانات کی اوسط عمر کا علم بخوبی ہوجاتا ہے لیکن ان کے درمیان بھی کم و زیادہ فاصلہ کی صورت حال عجیب وغریب ہے، فرق اور اختلاف کے ساتھ ساتھ ہر نوع کے افراد کے درمیان استثنائی افراد بھی بہت نظر آتے ہیں،ایسی خبریں اکثر وبیشتر اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں اگر ان خبروں کو جمع کیا جائے تو ایک مفصل اور قابل توجہ کتاب تیار ہوجائے۔روس کی جمہوریہ ''یا کوتسک'' میں قطب شمال کے نزدیک دانشوروں کو ایک گھونگا،ملا ہے جو کئی ہزار سال یعنی ما قبل تاریخ سے اب تک زندہ ہے[1]۔

شمالی یورپ کے بحر اعظم اطلس میں ایسی مچھلیاں دیکھی گئی ہیں جن کی عمر کے بارے میں تیس لاکھ سال کا اندازہ لگایا گیا ہے، اسی طرح سانپوں کی عمر کئی ہزار سال بتائی جاتی ہے جب کہ بعض ایسے رینگنے والے جانور بھی ہیں جن کی عمر چند لمحات سے زیادہ نہیں ہوتی[2]کیا آپ کو معلوم ہے کہ رانی مکھی کی عمر شہد کی مکھیوں کے مقابلہ میں چار سو گنا زیادہ ہوتی ہے؟

عالم انسان میں استثناء

انسانوں کے درمیان بھی فرق، امتیاز اور اختلاف کا قانون حاکم ہے، اگر یہ قانون نہ ہوتا تو افراد کا پہچاننا ممکن نہ ہوتا، خداوندعالم نے اس اختلاف کو اپنی نشانیوں میں سے قرار دیا ہے اعلان ہوتا ہے'' :ومن آیاتہ.........اختلاف السنتکم والوانکم[3]''اللہ کی نشانیوں میں سے.... تمہارے رنگوں اور زبانوں کا اختلاف بھی ہے۔لوگوں کے درمیان اتنا زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ اپنی کثرت کے باعث یہ

---

[1] روزنامہ اطلاعات، شمارہ ۹۷۷۔
[2] نوردانش، شمارہ۶ سال۵۔
[3] سورۂ روم، آیت۲۲۔

اختلاف اکثر افراد کی نگاہوں سے اوجھل ہے، عموماً لوگ شکل وقیافہ کے ذریعہ ہی افراد کو پہچانتے ہیں لیکن آج انسان نے ترقی کے باعث جو وسائل ایجاد کئے ہیں ان کے سہارے انسانوں کو خون، ہڈیوں،اور انگلیوں کے نشانات کے ذریعہ بھی پہچانا جاسکتا ہے[۱] عمر، قد، رنگ، بدن کی ساخت، قوت عقل وفکر، احساسات وغیرہ کے لحاظ سے نادرالوجود افراد مل جاتے ہیں مثلا ایک شخص کا دل داہنی طرف تھا، کوئی شخص اپنے قدوقامت یا وزن کے لحاظ سے اربوں انسانوں کے درمیان اپنی مثال آپ ہوتا ہے۔اگر روحانی واخلاقی عادات واطوار اور صفات کے لحاظ سے دیکھیں تو کوئی سخاوت میں حاتم طائی نظر آتا ہے تو کوئی کنجوسی میں ضرب المثل بن جاتا ہے، فکر ودماغ کے لحاظ سے بھی کوئی نابغۂ عصر ہوتا ہے تو کوئی اتنا ذہین کہ مشکل سے مشکل فلسفی وریاضی مسائل کا حل کرنا اس کے لئے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہوتا، اور کوئی اتنا کند ذہن اور غبی ہوتا ہے کہ سامنے کی بات بھی اس کی سمجھ میں نہیں آتی اور دو، دو چار جیسے جوڑ بھی اس کے لئے مشکل ہوتے ہیں، تاریخ میں جتنے بھی نابغہ اور نامور ہستیاں گزری ہیں وہ کوئی الگ مخلوق نہیں تھیں بلکہ ایسی فاتح عالم ہستیاں بھی انسان ہی تھے مگر عام انسانوں سے ان کا مرتبہ ذرا بلند تھا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ عالم خلقت میں استثنائی صورت حال کا ہر جگہ مشاہدہ کیا جاسکتا ہے ہاں کبھی اس کا سبب ہمیں معلوم ہوجاتا ہے اور کبھی معلوم نہیں ہوپاتااور کبھی یہ صورت اچانک رونما ہوتی ہے۔اب ہم ان لوگوں سے جو امام زمانہؑ کی طویل عمر کو بعید تصور کرتے ہیں، یا سرے سے اس کے منکر ہیںیہ دریافت کرتے ہیں:آخر آپ انکار کیوں کررہے ہیں کیا مخلوقات کے درمیان آپ کو استثناآت نظر نہیں آتے؟ کیا طویل عمر انھیں استثناآت کا حصہ نہیں ہے؟آخر کیوں ہم کروڑوں، ایٹم، نباتات وحیوانات کی دنیا میں عمر یا دیگر کسی اور لحاظ سے استثنائی صورت حال کوتو تسلیم کر لیتے ہیں لیکن امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کہ جو لئخدا بھی ہیں ان کے بارے میں طولانی عمر کے استثناء کو تسلیم نہیں کرتے؟اگر کوئی شخص مومن وموحد نہ بھی ہو تب بھی اسے عالم طبیعت میں بکھرے ہوئے بے شمار نمونوں کو دیکھ کر کسی شخص کی طویل عمر کے انکار کا حق نہیں ہے، اور اگرہم معرفت خدا رکھتے ہیں اس کی قدرت اور انبیاء کرام

[۱] آج کل .D.N.A بھی قطعی شناخت کا ذریعہ بن گیا ہے۔ (مترجم)

کی خبروں پر ایمان لاتے ہیں تو پھر حضرت کے طول عمر کے انکار کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟۔کیا خدا اس بات پر قادر نہیں ہے؟ کیا خدا کسی انسان کو ہزاروں سال تک زندہ نہیں رکھ سکتا؟آپ تو طویل عمر سے بھی زیادہ عجیب وغریب اور استثنائی باتوں کو تسلیم کرتے ہیں مثلا عصا کا اژدھے میں تبدیل ہونا، بغیر باپ کے جناب عیسیٰؑ کی ولادت تو آخر فرزند پیغمبرؐ کی طویل عمر کو تسلیم کیوں نہیں کرتے؟ کیا کرات، ایٹم، نباتات، حیوانات کا خدا یا جناب عیسیٰؑ کو بغیر باپ کے پیدا کرنے والا خدا کوئی اور ہے اور امام زمانہؑ کا خدا کوئی اور ہے؟ ہرگز نہیں......... آپ ہی نہیں کوئی بھی شخص اس سوال کا منفی جواب نہیں دے سکتا ہے کہ اس سے خدا کی قدرت پر حرف آتا ہے۔

دائمی عمر

حیات ابدی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی طرف بشریت کی توجہ ہمیشہ سے مبذول رہی ہے اور اس سلسلہ میں زمانہ قدیم سے ہی تحقیق و جستجو اور تجربات کا سلسلہ جاری رہا ہے۔جہاں تک دائمی عمر اور حیات ابدی کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ سبھی عقلی طور پر اسے ممکن گردانتے ہیں اور شائد ہی کوئی انسان ہو جو حیات ابدی کو ممکن سمجھنے کے بجائے محال جانتا ہو۔

تحقیقات کا تعلق اس کے علمی امکان سے ہے یعنی علم حیات اور مفکرین اپنے تجربات اورآزمائشوں کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کے درپے ہیں کہ حیات ابدی کبھی انسانی اختیار میں آسکتی ہے یا نہیں کہ اگر کوئی انسان اسے حاصل کرنا چاہے تو حاصل کرلے۔ اس سلسلہ میں اب تک جو تحقیقات اور تجربات ہوئے ہیں وہ کامیاب رہے ہیں؟اس میدان کی تحقیقات ،ماہرین فن کے لئے امید افزا ہیں یا مایوس کرنے والی؟کیا اس میدان میں تحقیق و جستجو کا سلسلہ جاری رہنا چاہئے؟جس طرح انسان نے چیچک، ملیریا، تپ دق اور دیگر بیماریوں کے جراثیم تلاش کرکے ان سے مقابلہ کیا ہے، کیا کسی دن عمر کے منقطع ہونے کا سلسلہ بھی ختم ہوجائے گا؟ علمی لحاظ سے ان سوالات کا جواب مثبت ہے یا منفی؟انسانیت کے لئے سب سے اہم مسئلہ آج یہی ہے اور مادی زندگی میں اس سے بڑھ کر کوئی اور مسئلہ نہیں ہے۔بیماری سے لڑنا، خطرناک کینسر جیسی مہلک بیماریوں کی دوا تلاش کرنا یہ سب اسی اصل مسئلہ کی

فروعات ہیں یعنی ان سب کوششوں کا راز یہ ہے کہ انسان ہمیشہ ہمیشہ نہ سہی تو زیادہ سے زیادہ زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق علم الحیات، میڈیکل سائنس اور متعلقہ موضوعات کے ماہرین نے ان سوالات کا جواب مثبت انداز میں دیا ہے اور ان کی تحقیقات امیدافزا ہیں اسی لئے تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے، اگرچہ بعض حضرات ابھی احتیاط کے لہجہ میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عمر کو مزید طویل بنانا ممکن ہے، یہ محتاط حضرات ابدی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں کہتے لیکن اتنا ضرور مانتے ہیں کہ عمر کو طولانی بنانے کا مطلب ہے کہ ہم زندگی سے ایک قدم نزدیک ہورہے ہیں، بنیادی طور پر میڈیکل سائنس جتنے شعبوں پر کام کررہی ہے اور بیماریوں کا علاج جیسے جیسے میسر ہوتا جارہا ہے یہ چیز بذات خود ہمیں اس ہدف سے قریب تر کررہی ہے اس لئے کہ بیماری کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ بیماری کے باعث عمروزندگی کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اور بیماری ابدی زندگی کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہے، جب یکے بعد دیگرے بیماریوں کا علاج فراہم ہوتا جائے گا توبتدریج حیات ابدی کا حصول بھی ممکن ہوتا جائے گا۔ اگرچہ محققین الگ الگ یونیورسٹیوں اور لیبورٹریز میں مختلف شعبوں پر کام کررہے ہیں او رہر ایک الگ بیماری کے بارے میں معلومات اور اس کا علاج تلاش کررہا ہے لیکن ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تحقیقات اور تجربات کتنے ہی کامیاب کیوں نہ ہوں جب تک انسانیت کے سرپر موت کی تلوار لٹکی ہوئی ہے ان کا سلسلہ رکنے والا نہیں ہے، لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ ایسی تمام کوششیں اسی ہدف ومقصد اور اسی نتیجہ تک رسائی کے لئے ہیں اور جیسے جیسے مثبت نتائج سامنے آرہے ہیں قافلۂ بشریت اس ہدف سے نزدیک تر ہوتا جارہا ہے یہ کوئی مبالغہ آمیز بات نہیں ہے۔ حیات ابدی کے امکانی حصول کے لئے بظاہر دو راستوں سے مطالعات وتحقیقات وتجربات کا سلسلہ جاری ہے۔ ۱۔ ایسے لوگوں کے حالات زندگی اوران کی جسمانی، ذہنی، اخلاقی، دینی اور اقتصادی صورت حال کے بارے میں معلومات فراہم کی جائیں جنھوں نے طویل زندگی بسر کی ہے۔

۲۔ بعض حیوانات، جینس(Genes)، خلیوں یا اعضا کے اوپر تحقیقات کی جائیں۔ دونوں مرحلوں میں اب تک تحقیقات مثبت اور امیدافزا رہی ہیں اور ان سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رشتۂ حیات کا منقطع ہونا کسی جاندار کا طبیعی لازمہ نہیں ہے بلکہ بعض عوارض یا

حوادث کے باعث ایسا ہوتا ہے۔ غیر معمولی معمر حضرات کے حالات زندگی سے بھی یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ عمر کی کوئی حد معین نہیں ہے اور حیات وزندگی جیسی عظیم نعمت انسان کے حصہ میں اتنی محدود و مختصر بھی نہیں ہے جسکے ہم عادی ہوگئے ہیں، اوراگر کسی کو خصوصی شرائط اور حالات اتفاقاً میسر ہوجائیں تو انسان اوسط سے کئی گنا زیادہ زندہ رہ سکتا ہے۔

علمی اورسائنسی تحقیقات

ڈاکٹر ''ہنری اطیس'' کہتے ہیں کہ ''ابدی زندگی ممکن ہے اوریہ انسانی اعضائے بدن کی مصنوعی ساخت اور انسانی بدن میں ان کی پیوند کاری کے ذریعہ عملاً ممکن ہوجائے گا[1]۔''ایک اور مفکر کا قول ہے ''موت بیماری کے باعث آتی ہے نہ کہ ضعیفی کے باعث ......اور بیماری کے بہت سے اسباب ہیں جن میں سے بعض انسان کے اختیار سے باہر ہیں جیسے والدین کا جاہل ہونا یا ان کی جانب سے اپنے رشتہ کے انتخاب سے لے کر حمل ورضاعت کے مختلف مراحل پر حفظان صحت کے اصول وقواعد کی رعایت نہ کرنا، بچوں کی غلط تربیت، خراب ماحول وغیرہ ،کچھ اسباب ایسے ہیں جو انسان کے اختیار میں ہیں او رانسان انھیں دور کرسکتا ہے جیسے زیادہ کھانا، زیادہ سونا، غیر منظم زندگی، غلط عادات،بداخلاقی اور باطل افکار ونظریات جن کے باعث انسان اضطراب و بے چینی میں مبتلا رہتا ہے اورآخر کار نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہوکر مایوسی وافسردگی کا شکار ہوجاتا ہے، اور انسانی زندگی سے سکون واطمینان ختم ہوجاتا ہے۔ اس طرح اگر انسان ان اسباب سے دوری اختیار کرکے لباس، غذا، مشاغل اور دیگر امور میں اعتدال سے کام لے تو اس کی عمر کی کوئی حد نہ ہوگی اورسائنٹفک اصولوں کے تحت اس کے لئے ابدی زندگی محال نہ ہوگی۔لیکن آیات قرآنی اور انبیائے کرام کی زبانی موصولہ خبروں سے یہ ثابت ہے کہ ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ ''کل مَن علیہا فان''جو بھی روئے زمین پر ہے وہ فنا ہونے والا ہے۔ ''اینما تکونوا یدرکم الموت''تم جہاں بھی رہوگے موت تمہیں پالے گی۔ البتہ یہی ذرائع ہزار سال یا اس سے زیادہ عمر کی نفی نہیں کرتے[2]۔ اور نہ ہی یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس دنیا کی بقاء تک عام افراد کی زندگی محال ہے۔عربی زبان کے مشہور

[1] اطلاعات،شمارہ١١٨٠٥۔
[2] منتخب الاثر،ص٢٨٠

ومعروف علمی وسائنسی رسالہ ''المقتطف'' نے ۱۳۵۹ھ ش کے تیسرے شمارہ میں ایک مقالہ شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے ''ہل یخلد الانسان فی الدنیا'' ''کیا انسان ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں زندہ رہے گا؟''اس مقالہ میں موت و حیات، موت کی حقیقت اور کیا ہر جاندار کے لئے موت ضروری ہے؟ جیسے موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے۔اس مقالہ میں علمی تحقیقات اور تشریحات کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ جن جراثیم اور Cells کے باعث نسل آگے چلتی ہے اور انسان، حیوانات، مچھلیاں، پرندے، درندے، گھوڑے، گائے، بکریاں اور جاندار بلکہ نباتات اور درخت انھیں جراثیم اور سیل کے ذریعہ باقی ہیں یہ جراثیم ہزاروں بلکہ لاکھوں برس پہلے سے زندہ تھے۔

آگے چل کر مزید تحریر کرتے ہیں کہ ''قابل اعتماد علم کے حامل افراد یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حیوان کے جسم کے تمام اعضائے رئیسہ میں لامحدود اور دائمی بقا کی صلاحیت پائی جاتی ہے اور اگر رشتہ حیات کو منقطع کرنے والے اسباب وحوادث رونما نہ ہوں تو انسان بھی ہزاروں سال زندگی گزار سکتا ہے، ان حضرات کا نظریہ محض اندازہ اور خیال نہیں ہے بلکہ تجربات کے ذریعہ ثابت ہوچکا ہے۔ نیویارک کی روکفلر لیبوریٹری کے ممبر ڈاکٹر ''الیکس کارل (Alex Carl)'' نے حیوان کے بدن کے ایک جدا شدہ حصہ کو اس حیوان کی طبیعی عمر سے کہیں زیادہ عرصہ تک زندہ رکھنے میں کامیابی حاصل کی یعنی جدا شدہ حصہ تک اس کی مطلوبہ اور معینہ غذا پہنچتی رہی اور وہ زندہ رہا جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اگر ہمیشہ مطلوبہ غذا پہنچتی رہے تو ہمیشہ زندہ رہ سکتا ہے۔یہی تجربہ انہوں نے گھریلو مرغی کے جنین پر بھی کیا وہ جنین آٹھ سال تک زندہ رہا، اسی طرح خود انھوں نے اور دیگر محققین نے انسانی بدن کے بعض اعضاء، پٹھوں، دل، کھال، گردوں پر بھی یہ تجربہ کیا جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جب تک اعضاء کو غذا ملتی رہے گی وہ زندہ رہیں گے اور ان میں نشوء نما بھی ہوتی رہے گی۔ جانس ہنکش یونیورسٹی کے پروفیسر ڈائمنڈ وبرل تو یہاں تک دعویٰ کرتے ہیں کہ جسم انسانی کے تمام اعضائے رئیسہ کے سیل کی ابدی زندگی یا تو تجربات کے ذریعہ ثابت ہوچکی ہے یا ان کی ابدی حیات کا احتمال قطعا رجحان کا حامل ہے۔بظاہر سب سے پہلے حیوانات کے اعضاء پر کامیاب تجربہ کرنے والے روکفلر لیبوریٹری کے ممبر ڈاکٹر جاک لوب تھے،

ان کے بعد ڈاکٹر ورن لوٹس اور ان کی زوجہ نے یہ ثابت کیا کہ مرغ کے جنین کے سیل (Cells) کو ایک نمکین مایع میں زندہ رکھا جا سکتا ہے اور اگر اس میں غذائی اجزا کا اضافہ کر دیا جائے تو ان Cells میں نشوء نما ہو سکتی ہے۔ تجربات کا سلسلہ یوں ہی چلتا رہا اور آخرکار یہ ثابت ہو گیا کہ حیوانی بدن کے سیل کو ایسے مایع میں زندہ رکھا جا سکتا ہے جس میں ان سیلز کے لئے ضروری غذائی مواد موجود ہوں لیکن ان تجربات سے یہ ثابت نہ ہو سکا کہ ان اجزاء کو ضعیفی (Fluids) کے باعث موت نہ آئے گی، یہاں تک کہ ڈاکٹر کارل کی تحقیقات سامنے آئیں جن میں انھوں نے ثابت کیا کہ سیلز حیوانات کے بڑھاپے کا سبب نہیں ہیں بلکہ یہ تو معمول سے بہت زیادہ عرصہ تک زندہ رہ سکتے ہیں، ڈاکٹر کارل اور ان کے ساتھیوں نے ہمت نہ ہاری اور سخت جدوجہد کے ساتھ تحقیقات کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ انھوں نے یہ ثابت کیا کہ:۱۔ جسم کے خلیوں (Cells) کے اجزاء زندہ رہتے ہیں انھیں صرف اسی صورت میں موت آتی ہے جب غذا نہ ملے یا کوئی بیکٹریا ان کو ختم کر دے۔

۲۔ اجزاء نہ صرف یہ کہ زندہ رہتے ہیں بلکہ ان میں نشوء نما کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور ان کی تعداد میں ایسے ہی اضافہ ہوتا رہتا ہے جیسے زندہ جسم کا حصہ ہونے کی صورت میں ہوتا رہتا تھا۔

۳۔ ان کی نشوء نما اور تعداد میں اضافہ کا تعلق ان کی غذا سے ہے۔

۴۔ زمانہ ان کی ضعیفی یا بڑھاپے پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتا اور طول عمر سے ان کی ضعیفی پر معمولی سا بھی اثر نمایاں نہیں ہوتا بلکہ نشوء نما اور توالد وتناسل کا سلسلہ ہر سال گزشتہ برسوں کی مانند جاری رہتا ہے او ربظاہر آثار یہ نظر آتے ہیں کہ جب تک تجربہ کرنے والوں کے ذریعہ ان تک مطلوبہ غذا پہنچتی رہے گی وہ زندہ ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضعیفی خود سبب نہیں ہے بلکہ نتیجہ ہے۔ پھر وہ خود بھی یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ واقعاً اگر ایسا ہے تو آخر انسان کو موت کیوں آتی ہے؟ انسان کی عمر محدود کیوں ہوتی ہے؟ اور آخر کیوں صرف معدودے چند افراد ہی سو سال سے زیادہ عمر گزارتے ہیں؟

وہ جواب دیتے ہیں کہ حیوانات کے جسمانی اعضاء بہت زیادہ ہیں اور مختلف ہونے کے باوجود ان کے اندر اتنا زیادہ تعلق وارتباط بھی ہوتا ہے کہ ایک عضو کی زندگی دوسرے پر موقوف ہوتی ہے۔ لہٰذا جب کوئی عضو کمزور پڑ جاتا ہے یا کسی سبب سے اس کی موت واقع ہوجاتی ہے تودوسرے اعضاء کو بھی موت آجاتی ہے،جیسا کہ مائکروب((Microbeکی بیماری میں یہ بات صاف طور پر نظر آتی ہے اس لئے اوسط عمر ستر،اسی سال سے کم ہوتی ہے۔اب تک کے تجربات اور تحقیقات کا ماحصل یہ ہے کہ انسان کو اس لئے موت نہیں آتی کہ وہ ساٹھ یا ستر یا اسی یا سویا اس سے زیادہ سال کا ہوگیا ہے،بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جسم کے کچھ اجزا بعض عوارض کی بنا پر ختم ہوجاتے ہیں اور اس کے بعد آپسی ارتباط کے باعث ان اجزاء سے تعلق رکھنے والے اجزا بھی مرجاتے ہیں لہٰذا جب علم وسائنس ان عوارض کو برطرف کرنے یا ان کی تاثیر ختم کرنے کے قابل ہوجائے گا تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ انسان سینکڑوں سال زندگی نہ گزار سکے،جب کہ بعض درخت ہزاروں سال تک زندہ رہتے ہیں![1]

کچھ عرصہ قبل غیر ملکی جرائد سے ایک مقالہ کا ترجمہ روزنامہ ''اطلاعات'' میں شائع ہوا تھا جس میں ضعیفی کے علاج او ردائمی زندگی کے بارے میں چند عالمی شہرت یافتہ ڈاکٹروں کی آخری تحقیقات پیش کی گئی تھیں۔مذکورہ مقالہ میں صراحت کے ساتھ یہ بات ثابت کی گئی تھی کہ اگر مرنے والے انسان کے بدن سے کوئی حصہ اس کی زندگی میں جدا کرلیا جائے اور پھر اسے مناسب ماحول میں رکھا جائے تو وہ حصہ زندہ رہے گا معلوم ہوا کہ حیات ابدی کا راز مناسب اور سازگار ماحول ہے[2]امریکہ میں ایسی کمپنیاں وجود میں آچکی ہیں جو مردوں کو مومیائی کرنے کے بعد منجمد کرکے دیتی ہیں تاکہ انھیں دوبارہ زندہ کیا جا سکے،ان کمپنیوں کا اعلان ہے کہ حیات ابدی کا تصور ناقابل قبول نہیں ہے البتہ حیات ابدی کا مطلب لامحدود زندگی نہیں ہے یہ زندگی بھی محدود ہوگی اور تقریباً ایک لاکھ برس سے زیادہ نہ ہو سکے گی!یہ بھی ضروری ہے کہ حیات ابدی تک رسائی کے لئے ہمیں نفسیاتی موانع کو بھی راہ سے ہٹانا پڑے گا اس وقت ہم موت اور محدود و مختصر زندگی کے اتنا زیادہ عادی ہوچکے ہیں کہ ابدی زندگی کے بارے میں سوچتے ہی نہیں ہیں،اس طرز فکر کو

[1] رسالۂ المقتطف شمارہ ۳ سال ۵۹سے ماخوذ ، اصل مقالہ منتخب الاثر ص ۲۸۰تا ۲۸۳ پر نقل ہوا ہے۔
[2] اطلاعات شمارہ ،۱۱۸۰۵۔

تبدیل کرنا ہوگا[1]۔ اگر ہم طول عمر اور ابدی زندگی کے بارے میں محققین ومفکرین کی تمام آرا ونظریات جمع کریں تو متعدد تفصیلی مقالات کے بعد بھی ہم محققین کے نظریات وتحقیقات بیان نہ کرسکیں گے، البتہ مکمل وثوق کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جو حضرات بھی علمی دنیا کے ایسے جرائد ومجلات سے تھوڑا بہت سروکار رکھتے ہیں جن میں دانشوروں کے تازہ ترین نظریات اور جدید ترین تحقیقات اور علم وصنعت کی دنیا میں ہرروز نئی تبدیلیوں اور ارتقاء کے بارے میں رپورٹیں شائع ہوتی ہیں ایسے افراد کو جدید علمی نظریات اور تجربات کے نتائج نیز معمر حضرات کے بارے میں کہیں زیادہ اطلاعات ومعلومات فراہم ہوتی رہتی ہیں۔

ایک اور چیز کہ جس سے طول عمر اور ابدی زندگی کے امکان کو تقویت حاصل ہوتی ہے وہ اعضا کی پیوند کاری ہے یہ کارنامہ اس سال ڈاکٹر برنارڈ نے انجام دیا ہے جس کا چرچا ہر طرف سنائی دیتا ہے[2] دوسرے انسان کے بدن میں ایک انسان کے کسی عضو کی پیوند کاری کا مطلب ہے کہ خراب اور بے کار عضو نکال کر اس کی جگہ دوسرا صحیح عضو لگا دیا جائے اور اگر متعدد مرتبہ اس کا امکان ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ موت کو ٹالا جاسکتا ہے، عین ممکن ہے کہ مستقبل میں مزید بہتر اور آسان امکانات فراہم ہوجائیں۔

(مترجم) علمی میدان سے اتنی وضاحتیں اور شہادتیں پیش کرنے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ''امام زمانہ حضرت ولی عصر ارواحنافداہ ''کی طول عمر اور غیبت کے تسلسل سے متعلق شیعوں کا عقیدہ وایمان، عقل، علم وسائنس اور عالم خلقت وطبیعت پر حکم فرما قوانین کے عین مطابق ہے۔ جب حیات ابدی انسان کے اختیار میں ہوسکتی ہے تو کیا خداوندعالم کے لئے اپنے ولی خاص کو بہت طولانی عمر عطا کرنا مشکل ہے؟ جو کام انسان کے دائرہ قدرت میں ہے کیا وہ کام خالق انسان کے دائرۂ قدرت میں نہ ہوگا؟ کیا طویل عمر کے حالات وشرائط حضرت ولی عصرؑ کے لئے فراہم کئے نہیں جاسکتے ہیں؟

---

[1] اطلاعات، شمارہ۱۲۱۴۳، مجلہ دانشمند، شمارہ۶۴٫۶۵۔

[2] یہ اس وقت کی بات ہے جب فاضل مصنف نے یہ مقالہ تحریر فرمایا تھا آج کل تو اعضا کی پیوندکاری میڈیکل سائنس کے روزمرہ کے معمولات کا حصہ ہے۔

پائیدار جوانی

امام زمانہؑ کے اوصاف و خصوصیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ کے وجود مبارک پر بڑھتی عمر کا کوئی اثر نہ ہوگا، اور ایسا ہونا بھی چاہئے اس لئے کہ اگر طولانی عمر کے باعث پیری و ضعیفی کے آثار آپ کے وجود میں پائے جائیں تو آپ وہ تمام اصلاحات اور عظیم انقلاب کیسے برپا کر سکیں گے جو آپ کے ذمہ ہیں۔ لہٰذا جس طرح حکم خداوندی سے آپ کو طویل عمر حاصل ہے اسی طرح اس عالمی رہبر کی جوانی، نشاط اور توانائیاں بھی حکم خدا سے باقی رہیں گی اور اس میں کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے اس لئے کہ ہم طول عمر سے متعلق گفتگو میں یہ باتیں ثابت کر چکے ہیں کہ:۱۔ یہ چیز خدا کے دائرۂ قدرت میں شامل ہے، جو انسان خدا کے وجود اور اس کی خالقیت پر ایمان رکھتا ہے اور یہ تسلیم کرتا ہے کہ خدا نے ہی مادہ کو پیدا کیا ہے مختلف مادوں کو آپس میں جوڑ کر اتنے مستحکم نظام کے ساتھ یہ کائنات خلق کی ہے صرف یہی عالم نہیں بلکہ وہ عالمین کا خالق ہے کیا وہ خدا کسی انسان کی جوانی، نشاط اور توانائی کو باقی رکھنے پر قادر نہیں ہے؟

۲۔ بقائے جوانی کے امکان کا مسئلہ طولانی عمر کے امکان کے ضمن میں حل ہو چکا ہے اور سائنسی تجربات سے اس کی تصدیق و تائید ہوتی ہے، تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے اور بہت سے محققین ضعیفی، کمزوری کے خاتمہ اور جوانی کے بقاء بلکہ واپسی اور بڑھاپے کی تاخیر کو ممکن قرار دیتے ہیں بلکہ اسے اب عملاً مسلّم جانتے ہیں۔ ضعیفی سے مقابلہ اور نشاط و نوجوانی کی واپسی اگرچہ عہد قدیم سے ہی توجہ کا مرکز رہی ہے اور تاریخ خصوصاً مذہبی تاریخ میں جن معمر حضرات کا تذکرہ ملتا ہے ان میں بہت سے جوانی کی نعمت سے مالا مال تھے لیکن جدید علوم کے اعتبار سے اس سلسلہ میں تحقیقات کا سلسلہ اٹھارویں اور انیسویں صدی سے شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔ سب سے پہلے ''براؤن اکار'' نامی دانش مند نے ۱۸۶۹ء میں ضعیفی کے عالم میں جوانی حاصل کرنے کی کوشش کی اس کے بعد دیگر محققین ''ورونوف'' نے ۱۹۱۸ء میں براؤن کے تجربات کی روشنی میں مزید تحقیقات کیں، تجربہ کے لحاظ سے سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ''اشیناش'' کے تجربات ہیں جس نے بعض جانوروں کے تناسلی نظام میں آپریشن کے ذریعہ جوانی واپس لانے

کا کارنامہ انجام دیا لیکن ایسے تجربات یاآپریشن سے ہارمون میں نقص وغیرہ جیسے خطرات کافی پائے جاتے تھے[1]۔بعض محققین نے ضعیفی کے اصل اسباب کے لئے راہ علاج تلاش کرنا شروع کردیا کہ ان کے خیال میں بڑھاپے کا اصل سبب سیلز کا کمزور یا پرانا ہوجانا تھا۔عمر کو طولانی بنانے اور جانوروں پر تجربات کے ذریعہ جوانی کی واپسی کی کوشش کرنے والوں میں ایک مشہور ومعروف ''ڈاکٹر فوردنوف'' کا کہنا ہے: کہ اب تک چھ سو کامیاب تجربہ کرچکا ہوں اوروہ بڑے اعتماد کے ساتھ بھروسہ دلاتے ہیں کہ مستقبل قریب میں معمر افراد کی ازکاررفتہ قوتوں کی تجدید اور ان سے بڑھاپے کے گرد وغبار کا زائل کرنا اور جھکی ہوئی کمر کو دوبارہ سیدھا کرنا ممکن ہوگا......اور اس طرح بڑھاپے میں تاخیر اور آخر عمر تک قلب ودماغ کی صحت کے ساتھ عمر کو طویل بنانا بلکہ انسان کے عادات واطوار اور شخصیت میں بھی تبدیلی ممکن ہوگی[2]۔

آج میڈیکل سائنس کے محققین کے ذریعہ ضعیفی کا سبب تلاش کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔اقوام متحدہ کی جانب سے جاری دنیا کی آبادی کے اعداد وشمار اور عمر میں فرق سے متعلق اعداد وشمار کی مناسبت سے ''الشورہ'' اخبار نے مشہور ومعروف ڈاکٹروں کی آراء پر مشتمل ایک مقالہ شائع کیا ہے اس مقالہ کا بیشتر حصہ ضعیفی کے اسباب اور اصل سبب کی شناخت سے متعلق بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں کی جانے والی تحقیقات سے تعلق رکھتا ہے۔

مذکورہ مقالہ میں زور دے کر یہ بات کہی گئی ہے کہ بڑھاپے کا عمر کی زیادتی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ کثرت سن کے بجائے جب انسان اپنے کو بے کار اور بے اہمیت سمجھنے لگتا ہے تو اس پر بڑھاپا طاری ہوجاتا ہے، میڈیکل سائنس کے لحاظ سے بڑھاپے کا مطلب یہ ہے کہ جسم کے حیاتی خلیے معمول کے مطابق اپنی ذمہ داری ادا نہیں کرپار ہے ہیںیعنی بقدر ضرورت زندہ سیل بنانے کی صلاحیت ان میں ختم ہوگئی ہے اور اس احساس یا صورت حال کا تعلق سن کی زیادتی سے نہیں ہے،بلکہ کبھی بعض عوارض کے باعث انسان کو چالیس سال کی عمر میں ہی یہ احساس ہونے لگتا ہے اور بسااوقات سو سال کی عمر میں بھی اس

[1] اطلاعات، شمارہ ٨٩٣٠۔
[2] مجلہ کل شئی، تفسیر طنطاوی، ج١٧ص٢٢۴۔

کے آثار نہیں دکھائی دیتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی بنا پر جسم کے ایک حصہ میں ضعیفی کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں جب کہ دیگر اعضاء میں جوانی اور نشاط کی وہی کیفیت پائی جاتی ہے۔اس مقالہ کے مطابق جدید میڈیکل سائنس کی نگاہ میں ضعیفی کے تین اسباب ہیں:ا۔ پرانی اور مزمن(Chronie)بیماریاں : جیسے معدہ کی بیماریاں یا غذا کی قلت کے باعث پیدا ہونے والی بیماریاں وغیرہ۔

۲۔ نفسیاتی اور اعصابی حالات: یہ حالات بھی ضعیفی کا باعث یا نشاط کے خاتمہ اور حیاتی سیلز کی قلت کا سبب ہوتے ہیں۔

۳۔ بیرونی عوامل: جیسے ماحول، آب و ہوا، سردی،گرمی یا رطوبت (ا)ضعیفی کا علاج تلاش کرنے والوں میں ایک تاریخی نام ''بوکوماتھس'' کا بھی ہے، ماتھس کا عقیدہ تھا کہ انجکشن کے ذریعہ بدن کی ساخت میں پہلی جیسی نرمی واپس لائی جا سکتی ہے ،ماتھس گھوڑے کو مخصوص انجکشن لگاکر اس گھوڑے سے ایسے انجکشن تیار کرتا تھا جنہیں وہ عرصۂ دراز تک مغربی ممالک میں اعلیٰ قیمتوں پر بلیک مارکیٹ میں فروخت کرتا تھا۔

مغربی ممالک میں بھی ماتھس کے نقش قدم پر چلنے والوں میں ''ڈاکٹر پنھانس'' کا شمار ہوتا ہے جو سوئٹ لینڈ کا باشندہ تھا۔ڈاکٹر پنھانس کا طریقہ یہ تھا کہ ازکار رفتہ نسوں کے اندر کسی دوسرے حیوان یا انسان کی جوان نس لے کر منتقل کردیا کرتا تھا لیکن اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ ایک بدن سے نس نکالنے اور دوسرے جسم میں منتقل کرنے کے درمیان ساٹھ منٹ سے زیادہ کا وقفہ نہ ہو۔ ڈاکٹر پنھانس کہتے ہیں کہ اب تک بیس ہزار ایسے تجربات کرچکا ہوں اور کسی میں بھی ناکامی نہیں ہوئی۔کچھ عرصہ قبل رومانیہ کے ڈاکٹر ''اصلان'' نے ضعیفی سے مقابلہ کے لئے ایک نیا مادہ بنام H-۳پیش کیا ہے جو اس وقت تقریباً پوری دنیا میں استعمال ہورہا ہے اسے استعمال کرنے والوں میں مشہور ڈاکٹر ''شرمن'' کہتے ہیں کہ اس مادہ سے جلد ملائم ہوجاتی ہے اور بدن کی تکان بھی دور ہوتی ہے یہ حافظہ کو قوی کرتا ہے اور اس سے نیند بھی خوب اچھی طرح آتی ہے۔ڈاکٹر شرمن کہتے ہیں کہ اس دوا سے جو نتائج

حاصل ہوتے ہیں ان میں ۴۰ فیصد میں مکمل کامیابی ۳۵ فیصد میں مناسب کامیابی اور ۲۵ فیصد موارد میں ناکامی ہوئی فرانس کے مشہور ومعروف ماہر حیاتیات ''بلوفر'' شہد کی مکھیوں سے متعلق اپنی مشہور تحقیقات کے دوران حیرت انگیز مسئلہ سے دو چار ہوئے اور آخر کار اسے حل کرنے کے لئے انھوں نے انتھک کوشش کی اور وہ ''رانی مکھی'' کی بھرپور جوانی اور نشاط کے ساتھ اس کی طویل زندگی'' کا مسئلہ تھا۔اپنی تحقیقات کے دوران انھوں نے پایا کہ رانی مکھی زندگی بھر وہ مخصوص غذا استعمال کرتی ہے کہ جو دوسری کام کرنے والی مکھیاں تیار کرتی ہیں جب کہ عام مکھیاں زندگی کے صرف ابتدائی تین ایام میں ہی اس پراسرار دستر خوان سے غذا استعمال کرتی ہیں، آخر یہ حیرت انگیز غذا کیا ہے؟ کیا واقعا اسی پر اسرار غذا میں رانی مکھی کی جوانی، رعنائی اور طویل عمر کا راز پوشیدہ ہے کہ رانی مکھی عام مکھیوں کی بہ نسبت چار سو گنا زیادہ زندہ رہتی ہے؟

فرانس کے اس محقق نے ۱۹۳۸ء میں شب وروز اسی مشکل مسئلہ کو حل کرنے کے لئے مسلسل تگ ودو کی اور آخر کار بڑی گراں قدر کامیابیاں حاصل کیں۔اس دسترخوان ''شاہانہ شہد (Royal Jelly)'' کی ترکیبات واقعا اسرار آمیز ہیں اور اس کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہوسکا ہے کہ اس میں کاربن، ہائڈروجن،نائٹروجن-Azote، آرگیسٹرول، وٹامن بی اور بالخصوص ایسڈ بانتونشیک کافی مقدار میں پایا جاتاہے۔بلوفر نے اپنی ۱۴سالہ تحقیقات کے ذریعہ ثابت کیا کہ شہد کی مکھیوں کی جنین کی تبدیلی وتکامل اور رانی مکھی کی جوانی سے بھرپور طویل عمر میں ''شاہانہ شہد (Royal Jelly)'' حیرت انگیز حد تک موثر ہے اسی طرح اس نے اس مادہ سے ایک دوا تیار کی جو ''اے پی سرم'' کے نام سے مشہور ہوئی، یہ دوا اس نے جب بوڑھے افراد کے لئے تجویز کی تو اس سے حیرت انگیز نتائج حاصل ہوئے،بلوفر نے اپنے تجربات کی بنیا دپر یہ اعلان کیا کہ شاہانہ شہد کے ذریعہ انسان کی ضعیفی کو مکمل طور پر روکا تو نہیں جاسکتا لیکن دوران جوانی کومزید طویل بنایا جاسکتا ہے ایسی جوانی کہ جس میں قوت وتندرستی بھرپور طورپر موجود ہو، درحقیقت ''اے پی سرم'' کوئی دوا نہیں تھی مگر ایک معجز نما اور حیات بخش نعمت تھی[2]۔

---

[1] اطلاعات شمارہ،۵۔۱۱۸۰۔
[2] روزنامہ اطلاعات، شمارہ ۸۹۳۰۔

روزنامہ اطلاعات میں فرانسیسی نیوز ایجنسی سروسز کے حوالہ سے ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے ''انسان عمر کے آخری مرحلہ تک مکمل جوان اور شاداب رہے گا'' اس مقالہ میں مذکور ہے کہ ''کیوبک میں منعقدہ اطباء کی آخری بین الاقوامی کانفرنس کے تبادلۂ خیال کے نتیجہ میں، اس سوال کا کہ ''کیا موت کی منزل تک ضعیفی کا علاج، اور شباب وشادابی کی بقا ممکن ہے؟'' اب مثبت جواب دیا جاسکتا ہے، اسی مقالہ میں امریکی محقق اور بروکلین ریسرچ سنٹر سے وابستہ ''ڈاکٹر ھاورڈ کورئیس'' کے حوالہ سے یہ بات بھی کہی گئی کہ ضعیفی اور بدن کےCells کا فرسودہ وبے کار ہونا درحقیقت.D.N.A نامی سیل کی خرابی کے باعث ہوتا ہے جس کی وجہ سے سیلز بننے کی مقدار کم ہوجاتی ہے او ربعض ادویات کے ذریعہ اس کا علاج ممکن ہے اس طرح دواؤں کے ذریعہ ضعیفی کو روکنا ممکن ہے۔

مقالہ میں مزید یہ لکھا ہے کہ اس وقت دنیا میں ضعیفی روکنے کے لئے جن تحقیقاتی اداروں اور ریسرچ سنٹروں میں تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے ان میں بخارسٹ، پیرس اور بالٹیمور کے ریسرچ کرنے والے مراکز زیادہ اہمیت کے حامل ہیں، بالٹیمور میں اس وقت ۱۸ سال سے لے کر ۹۹ سال کے چھ سو افراد پر تجربات جاری ہیں۔ روزنامہ مقالہ کے آخر میں لکھتا ہے کہ اس وقت ڈاکٹروں کی کوشش یہ ہے کہ ادویات کے ذریعہD.N.A کی خرابی کو روکا جا سکے اور اس سلسلہ میں خاطرخواہ کامیابی ملی ہے لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ بہت جلد ضعیفی نامی بیماری کا خاتمہ ہوجائے گا[1]۔

طویل عمر کے ساتھ جوانی ایسے افراد بہت ہیں جو طویل عمر کے باوجود جوانی کی نعمت سے مالامال تھے، بطور نمونہ کولمبیا کا رہنے والا ''پی پرارا'' نامی شخص ہے جس کی عمر ۱۶۷ سال تھی اس شخص کے بارے میں روزنامہ اطلاعات کے شمارہ ۹۱۲۱ اور ۹۲۳۶ میں تفصیلات شائع ہوئی ہیں، ۱۶۷ سال کی عمر میں بھی اس شخص کی جوانی کی قوتیں صحیح وسالم تھیں، اس کی ہڈیاں اور جوڑ بند اتنے مضبوط تھے کہ جوان ایسی ہڈیوں اور جوڑوں کی صرف تمنا کرتے ہیں تجربات سے یہ بات سامنے آئی کہ اتنی عمر کے باوجود اس کی رگوں میں

---

[1] اطلاعات، شمارہ ۱۲۶۷۲۔

کیلشیم کی کمی کا کوئی اثر نہیں تھا جب کہ ۹۰فی صد سن رسیدہ افراد کے یہاں یہ خرابی عموماً پائی جاتی ہے۔ کینیا میں ایک ۱۵۸ سالہ شخص موجود ہے اور کچھ عرصہ قبل اس کے اپنڈکس کا آپریشن کیا گیا ہے، اس عمر میں یہ شخص جوانوں کے درمیان جوان ترین افراد سے بھی زیادہ جوان ہے[1]۔ چند سال قبل روس کے باشندے ''عیوض رف'' کے بارے میں یہ خبر شائع ہوئی کہ موصوف ۱۴۷سال کی عمر میں بھی اپنے تمام امور خود انجام دیتے ہیں گھوڑسواری کرتے ہیں اور بہ نفس نفیس انگور کے باغ کی دیکھ بھال کرتے ہیں [2]چین میں ''دلی چینگ'' نامی شخص کی ۲۵۳ سال کی عمر میں بھی بال سیاہ اور شباب کی رعنائیاں برقرار تھیں جب کہ موصوف کی ۲۳بیویاں ان کے گھر میں خدا کو پیاری ہو چکی تھیں[3]۔

آسٹریا میں ایک صاحب نے اپنی ۱۴۰ویں سالگرہ اس عالم میں منائی کہ موصوف اب بھی زراعت کے امور خود انجام دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ''مجھے یاد نہیں کہ زندگی میں کبھی بیماری میرے نزدیک آئی ہو[4]۔'' شمالی قفقاز کے ایک گاؤں ''گالون'' کی رہنے الی ''گوھوگا'' نامی خاتون نے اپنی ۱۴۷ویں سالگرہ کا جشن منایا، اس عمر میں بھی اس کے نشاط میں کوئی کمی نہیں آئی اور بصارت وسماعت بھی قطعاً متاثر نہیں ہوئی ہے[5]گذشتہ بیانات سے یہ واضح ہوجاتاہے کہ آخر عمر تک شباب ونشاط کا باقی رہنا ناممکن نہیں ہے اور بہت سے ایسے عمرِ دراز کے مالک افراد گذرے ہیں جو آخر وقت تک تمام رعنائیوں کے ساتھ زندگی گزارتے رہے یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے اس وقت محققین یہ تلاش کرنے میں اپنی توانائیاں صرف کررہے ہیں کہ ضعیفی کے اسباب کیا ہیں ؟اور کس طرح جوانی کو برقرار رکھا جاسکتا ہے اور کس طرح ان معمر حضرات نے اپنی توانائیوں کو باقی رکھا ہے ۔ ماہرین کی رائے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں بشریت کو مستقبل میں بہت سی کامیابیاں ملنے والی ہیں۔بہر حال ان باتوں سے ہمارا مقصود یہ ثابت کرنا تھا کہ ضعیفی وبڑھاپے کے بغیر بھی طویل عمر ممکن ہے تاکہ ضعیف ایمان والے بھی اسے تسلیم کرلیں اور اسے عجیب وغریب اور

[1] اطلاعات، شمارہ۱۲۶۷۲۔
[2] اطلاعات ۱۱۸۰۵۔
[3] الامالی المنتخبہ شیخ عبدالواحد مظفری، ص۷۹ مطبوعہ نجف۔
[4] اطلاعات،۸۷۳۹۔
[5] اطلاعات اخبار شمارہ ۹۱۹۸۔

بعید از عقل قرار نہ دیں ورنہ امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی طویل عمر او ربقائے جوانی کے لئے ہمارا اصل سرمایہ قدرت خدا، انبیاء واوصیاء الٰہی کی بیان کردہ خبریں ہیں اور ہم انھیں کو مضبوط ترین دلیل سمجھتے ہیں اور قرین عقل اسی دلیل پر ایمان رکھتے ہیں چاہے امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ تاریخ بشریت میں تن تنہا طویل عمر کے مالک ہوں اور طول عمر کے باوجود صرف آپ کی ہی جوانی برقرار رہے، چاہے محققین اپنے تجربات کے سہارے کسی نتیجہ تک نہ پہنچ سکیں اور اعلان کردیں کہ سائنس کے لئے طویل عمر بنانا ممکن نہیں ہے ان تمام باتوں سے ہمارے اوپر کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے کیونکہ حضرت عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی جوانی اور طول عمر عقلی اعتبار سے ایسے مؤیدات کی محتاج نہیں ہے،یہ مسئلہ قدرت خدا کا مسئلہ ہے، اعجاز، خرق عادت اور مشیت الٰہی کے نفوذ کا مسئلہ ہے اور ایسے مسائل میں اس طرح کے مؤیدات کی موجودگی اور عدم موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

روایات

شیخ صدوق نے اپنی کتاب ''کمال الدین'' اور علی بن محمد خزاز رازی نے ''کفایۃ الاثر'' میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے۔ امام حسن نے فرمایا: ''میرے بھائی حسینؑ کے نویں فرزند کی عمر کو خداوندعالم غیبت کے دوران طویل کردے گا اور اس کے بعد اپنی قدرت کے ذریعہ انہیں اس طرح ظاہر کرے گا کہ وہ چالیس سال سے بھی کم عمر کے جوان دکھائی دینگے۔ ''وذلک لیعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر'[1] تاکہ معلوم ہوجائے کہ خدا ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔شیخ صدوق نے امام رضا علیہ السلام سے ایک حدیث کے ضمن میں اس طرح نقل کیا ہے '':القائم ھو الذی اذا خرج کان فی سن الشیوخ ومنظر الشبّان قویٌ فی بدنہ''[2] ''قائم وہ ہیں کہ جب ظاہر ہوں گے تو سن بزرگوں کا ہوگا لیکن شکل وشمائل جوانوں کی سی ہوگی اوربدن قوی ہوگا۔''

ابوالصلت ہروی امام رضا علیہ السلام سے ایک روایت میں نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام رضاؑ سے دریافت کیا کہ قائمؑ جب ظہور کریں گے تو ان کی علامت کیا ہوگی؟امام علیہ السلام نے فرمایا: ''ان کی علامت یہ ہے کہ عمر ضعیفوں کی ہوگی مگر شکل وصورت جوانوں

[1] منتخب الاثر، ص۲۰۶باب۱۰فصل۲ج۶۔
[2] منتخب الاثر، باب۱۷فصل۲ج۲،ص۲۲۱۔

کے مانند ہوگی کہ جو بھی آپ کو دیکھے گا چالیس برس یا اس سے بھی کم عمر کا گمان کرے گا،ان کی علامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے تک ان پر گردش شب وروز کا کوئی اثر نہ ہوگا''[1]

برادران اہل سنت کی خدمت میں دو باتیں

اہل سنت کے بہت سے بزرگ اور نامور علماء،ائمہ اثنیٰ عشر کی ولایت وجانشینی کے قائل ہیں اور اسی طرح امام زمانہ کے مہدیؑ موعود ہونے کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ بعض حضرات امام زمانہعج کی زیارت کے مدعی بھی ہیں اور آپؑ کے بہت سے معجزات ان علماء نے نقل کئے ہیں۔بہت سے ایسے علمائے اہل سنت بھی ہیں جو مہدیؑ موعود کی تعیین کے بارے میں شیعوں کے ساتھ اختلاف رکھتے ہیں لیکن اس پر اتنے زیادہ تعصب کا مظاہرہ بھی نہیں کرتے اور نہ ہی اسے شیعوں اور سنیوں کے درمیان بنیادی اختلاف کا باعث گردانتے ہیں بلکہ اسے ایک جزوی مسئلہ قرار دیتے ہیں اوران کی نگاہ میں اس کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے۔چوں کہ دونوں فرقوں کے نزدیک یہ بات توحتمی اور متفق علیہ ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت مہدیؑ کا ظہور ہوگا لہٰذا یہ حضرات کہتے ہیں کہ جب آسمانی آواز جیسی حتمی علامات ظاہر ہوجائیں گی تو یہ جزئی اختلاف بھی ختم ہوجائے گا۔

اسی طرح مہدیؑ موعود سے متعلق شیعوں کا عقیدہ فریقین کے درمیان مسلّم اور متواتر روایات کے خلاف بہرحال نہیں ہے تو آخر اس مسئلہ میں سنّیوں کی جانب سے شیعوں کی اتنی مخالفت کیوں ہوتی ہے؟ کیوں اس مسئلہ کو اختلاف اور بحث ومباحثہ کا موضوع بنایا جاتا ہے؟ جب شیعوں کی جانب سے اس موضوع پر اتفاق واجماع کے خلاف کوئی بات نہیں کہی جاتی ہے توآخر شیعوں کی تردید کیوں کی جاتی ہے؟

اہل سنت کے معاصر عالم ''استاد محمد زکی ابراہیم رائد'' نے عشیرۂ محمدیہ نیمۂ شعبان اورمہدی منتظرؑ کی مناسبت سے اپنے مقالہ جو مجلہ ''المسلم'' اور مجلہ ''العشیرۃ المحمدیہ'' (مطبوعہ مصر شعبان ۱۳۸۷) میں شائع ہوا ایک فصل ''موعود آخرالزمان فی مختلف

[1] منتخب الاثر،باب۳۱فصل۲ج۲۔

المذاہب والادیان'' کے عنوان سے قائم کی ہے۔ اس فصل میں استاد زکی ابراہیم تحریر فرماتے ہیں: ''مہدیؑ موعود کے بارے میں شیعوں کے نظریات کی تشریح ہم کسی اور موقع پر پیش کریں گے لیکن برادران شیعہ جس چیز کے قائل ہیں اس کی بازگشت جمہور اہل سنت کے بنیادی اصول ومبادی کی طرف ہی ہے ان اصول کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی آرزوؤں کو پورا کرنے والے اور بشریت کے بدترین حالات کی اصلاح کرنے والے مہدیؑ اہلبیتؑ کا ظہور یقینی ہے۔''

جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ فاضل مقالہ نگار نے مہدویت کے بارے میں شیعوں کے عقیدہ کو شیعہ وسنی دونوں کے درمیان متفق علیہ اصول ومبانی کے موافق ومطابق بتایا ہے اور ادب واحترام کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے شیعوں کے جذبات کو مجروح کئے بغیر شائستہ انداز میں گفتگو کی ہے اور دشنام طرازی وہرزہ سرائی سے دور رہ کر قلم کو حرکت دی ہے مگر افسوس ایسے افراد بھی ہیں جو ہمیشہ اتحاد بین المسلمین کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں، دونوں فرقوں کے درمیان غلط فہمیاں پھیلاکر اختلاف کی آگ کو ہمیشہ شعلہ ور رکھتے ہیں اور اس طرح ان دونوں فرقوں کے درمیان خلیج میں اضافہ کرتے رہتے ہیں، جو آپس میں مسالمت آمیز زندگی بسر کر سکتے ہیں اور دشمنان اسلام کو ہم آواز ہوکر للکار سکتے ہیں۔ایسے مفاد پرست افراد ہمارے دور میں تو شائد عالمی سامراج اور صہیونزم کے آلۂ کار اور ایجنٹ محسوس ہوتے ہیں ایسے افراد کو شیعوں اور سنیوں کے درمیان بے شمار مشترکات اور متفق علیہ مسائل نظر نہیں آتے یہ لوگ ایسے اختلافی مسائل کے درپے رہتے ہیں جن کے ذریعہ مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کرکے ان کی صفوں میں انتشار پیدا کر سکیں، ایسے جزئی اور معمولی اختلافی مسائل کے سہارے جن کا آج کے زمانہ میں کوئی وجود ہی نہیں ہے رائی کا پہاڑ تیار کرتے ہیں اور جب کبھی زبان یا قلم سے اظہار کا موقع آتا ہے تو دشنام طرازی اور افتراء پردازی سے کام لے کر شیعوں پر بے بنیاد الزام لگاتے ہیں تاکہ شیعہ بھی غصہ میں آکر جوابی کارروائی کریں اور دونوں کی آپسی لڑائی سے دشمنان اسلام اور سامراجی طاقتوں کو فائدہ پہنچے،آج کم وبیش سبھی کو معلوم ہے کہ اسلام ومسلمین کے بارے میں سامراجی طاقتوں کے کیا عزائم ہیں اپنے زعم باطل میں یہ قوتیں دونوں فرقوں کی عظمت دیرینہ کو ختم کرنا چاہتی ہیں بلکہ ان کا اصل مقصد مسلمانوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرکے انھیں ایک

دوسرے کا خونی دشمن بناکر کفار کو ان پر مسلط کرنا ہے۔ سردست ہمارا مقصد ایسے ضمیر فروش صاحبان قلم یا حکمرانوں کی شناخت کرانا نہیں ہے جو اس زمانہ میں مذہبی، قومی، ملکی، نسلی یا لسانی مسائل کے ذریعہ انتشار پھیلاکر پوری امت مسلمہ کو نقصان پہنچا رہے ہیں، البتہ ماضی وحال میں خود کو اہلسنت کہنے والے ''ابن حجر'' اور ''محب الدین خطیب'' جیسے لوگوں کی جانب سے اس انتشار کو مزید ہوا دینے کے لئے شیعوں پر جو الزامات عائد کئے جاتے رہے ہیں ان میں سے حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی طویل عمر کا مسئلہ بھی ہے، اس عقیدہ کے باعث شیعوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے انھیں برا بھلا کہا جاتا ہے اور ان کی طرف جہالت ونادانی کی نسبت دی جاتی ہے، شیعوں کے جذبات کو مجروح اور انکے افکار منحرف کرنے کے لئے ایسی سخت وسست باتیں کہی جاتی ہیں کہ گویا امام زمانہؑ کی طویل عمر کو تسلیم کرکے شیعوں نے انتہائی احمقانہ اور نامعقول نظریہ قائم کرلیا ہے۔ ہم ان حضرات کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آپ مسلمان ہیں، خداوندعالم کی قدرت کاملہ پر ایمان رکھتے ہیں تو آخر ہم پر اعتراض کیوں کرتے ہیں؟آپ ان لوگوں کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں جو خدا کو اس بات پر قادر سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے کسی خاص بندے کی عمر کو مصلحتوں کے مطابق طولانی کرسکتا ہے کیا آپ خدا کو قادر مطلق نہیں مانتے ہیں؟کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟...... قرآن حضرت نوحؑ کے بارے میں اعلان کرتا ہے '': فلبث فیھم الف سنۃ اِلاّ خمسین عاماً''[1] کیا اس آیۂ شریفہ مبینہ صاف اور واضح اعلان نہیں ہے کہ حضرت نوحؑ اپنی قوم کے درمیان نو سو پچاس سال تک رہے؟آخر اس عقیدہ کی بنا پر آپ شیعوں کی ملامت کیوں کرتے ہیں؟ ان کی طرف جہالت کی نسبت کیوں دیتے ہیں؟ یاد رکھیئے شیعوں پر آپ کے ان الزامات کے کچھ نتائج ولوازم بھی ہیں کہ وہ اپنے عقائد کی بناء پر ان نتائج ولوازم کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ کیا آپ نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا ہے کہ خدا نے ابلیس کو ''وقت معلوم'' تک کی مہلت دی ہے؟

کیاآپ کی ''صحیح مسلم''، کے حصۂ دوم جزء دوم'' میں ابن صیاد کے باب میں، ''سنن ترمذی''، کے جزء دوم، سنن ابی داؤد کے ابن صائد سے متعلق روایات کے باب اور کتاب ملاحم میں ابن صیاد اور ابن صائد سے متعلق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول وہ روایات

---

[1] سورۂ عنکبوت،۱۴۔

نہیں ہیں جن میں پیغمبر ﷺ نے یہ احتمال دیا ہے کہ ابن صیاد یا صائد وہی دجال ہے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا؟ صحیح مسلم کے باب خروج دجال میں ''تمیم داری'' کی حدیث، ابن ماجہ جزء دوم کے ابواب فتن اور ابوداؤد کے جزء دوم میں موجود روایات آپ کی نظروں سے نہیں گزریں؟ جن میں یہ صراحت موجود ہے کہ دجال عہد پیغمبرؐ میں تھا اورآخرزمانہ میں پھر ظاہر ہوگا، آخر کیا وجہ ہے کہ دشمنان خدا کی طویل عمر کو تو آپ تسلیم کر لیتے ہیں لیکن ولی خدا اور فرزند پیغمبر ﷺ کی طویل عمر کے موضوع پر شوروغل شروع ہوجاتا ہے جب کہ ان روایات کے راوی آپ ہی کے بزرگان حدیث و رجال ہیں، دجال سے متعلق ان کی روایات کو آپ آنکھ بند کرکے تسلیم کر لیتے ہیں مگر فرزند پیغمبرؐ سے متعلق روایات کی تکذیب کردیتے ہیں۔

آخر کیا وجہ ہے کہ حضرت خضرؑ، حضرت ادریسؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی طویل عمر کو تو ممکن جانتے ہیں لیکن اتنے ادلہ وشواہد اورزمانۂ غیبت میں بے شمار معجزات وکرامات کے اظہار کے باوجود حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی طولانی عمر آپ کو محال نظرآتی ہے؟ آخر آپ حضرت عیسیٰؑ کی بقائے حیات کے ایمان پر خود اپنا اور دوسرے مسلمانوں کا مذاق کیوں نہیں اڑاتے؟ اگر تمسخر واستہزا کی ہی بات ہے تو آپ کے اصول دین میں ایسے بہت سے مسائل ہیں جو عقل سلیم اور اسلام کے عقیدۂ توحید کے سراسر منافی ہیں۔ جن حضرات کو آپ اپنی اصطلاح میں اقطاب واولیاء سمجھتے ہیں ان کی جانب ایسی ایسی باتوں کی نسبت دیتے ہیں کہ انھیں سن کر ہر ایک کو ہنسی آجائے۔ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ ''مقابلہ بہ مثل'' اور ''جیسے کو تیسا'' والا نظریہ صحیح نہیں ہے، ہم کوئی ایسی بات لکھنا یا کہنا نہیں چاہتے ہیں جس سے آپ اغیار کی نگاہوں میں خفیف ہوں، ہم صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ سامراجی طاقتوں کی طرف سے عالم اسلام پر جو شکنجہ کسا جارہا ہے اور مسلمانوں کے خلاف جس طرح کی شازشیں ہورہی ہیں ان کے پیش نظر ہم دونوں کو ایسے اختلافات کے بارے میں ایک دوسرے کی عیب جوئی سے پرہیز کرنا چاہئے، جب دشمنان اسلام، اسلام و قرآن اور احکام قرآن سے بنیادی دشمنی پرآمادہ ہیں اور اسلام کے احکام واصول اور فریقین کے درمیان متفق علیہ دینی شعائرپر عیسائیوں، یہودیوں اور دیگر کفار کی جانب سے سخت ترین حملہ ہورہے ہیں اوراسلامی احکام کی نابودی کے لئے روز بروز نئی تدبیروں کو

نام نہاد سنیوں اور شیعوں کے ذریعہ جامۂ عمل پہنایا جارہا ہے تو ایسے میں کیا ہم آپس میں ایسے ہی دست وگریباں رہ سکتے ہیں؟ اپنے افکار ونظریات کے بارے میں تھوڑا غوروفکر کیجئے اسی طرح شیعوں کے پاک ومقدس عقائد اور ان کے معتبر مدارک کا تعصب کی عینک اتار کر انصاف کے ساتھ مطالعہ کیجئے، شیعہ عقائد کی بنیاد قرآن وسنت اور عقل محکم ہے، بلاوجہ شبہات، الزامات اور افترا کے ذریعہ شیعوں کے جذبات مجروح نہ کیجئے اور اپنے سنی بھائیوں کو بھی غلط فہمی، بدگمانی اور اسلامی عقائد ونظریات سے متعلق بے خبری سے نجات دیجئے۔ تاریخ کے معمر حضرات اگرچہ گزشتہ صفحات میں ہم نے طویل عمر کے امکان کے بارے میں کافی وضاحت پیش کردی ہے لیکن اس مسئلے کی تاریخی حیثیت نمایاں کرنے کے لئے قارئین کرام کو تاریخ، سیرت اور سوانح حیات سے متعلق معتبر کتب کے مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں تاکہ انھیں اندازہ ہوجائے کہ طول عمر کا مسئلہ تاریخی لحاظ سے ہمیشہ قابل قبول رہا ہے ....

سوانح حیات کی کتب میں تو بہت سے افراد کے طولانی سن وسال کا تذکرہ مل ہی جائے گا لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ بہت زیادہ عمر بسر کرنے والے افراد کے حالات زندگی سے متعلق خصوصی کتب بھی تحریر کی گئی ہیں۔ ابی حاتم سجستانی (متوفیٰ ۲۴۸) نے ''المعمرون'' نامی کتاب لکھی ہے جو ۱۸۹۹ء میں انگریزی ترجمہ کے ضمیمہ کے ساتھ لندن سے شائع ہوئی اور کچھ عرصہ قبل اس کا جدید ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ شیخ صدوق کی کتاب ''کمال الدین'' اور شیخ طوسی کی کتاب ''غیبت'' اور سید مرتضیٰ کی ''امالی'' میں ایک مخصوص باب یا فصل اسی موضوع سے متعلق موجود ہے۔ ان کتب کے مطالعہ سے بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے کہ بلا وجہ اتنی طویل گفتگو نہیں کی گئی ہے اور اس سے یہ یقین حاصل ہوجائے گا کہ تاریخ سے جن حضرات کا حوالہ دیا گیا ہے وہ مستند حوالہ کے ساتھ ہے نیز یہ کہ انسانی عمر کی کوئی حد معین نہیں ہے۔ دنیا کی تاریخ بیشمار طویل عمر کے مالک افراد کے عجیب واقعات سے بھری پڑی ہے۔ اسی زمین پر بہت سے ایسے افراد گزرے ہیں جنھوں نے امام عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ سے زیادہ عمر بسر کی ہے۔ طبیعی طور پر معمر حضرات کی تاریخ کے بارے میں ہماری معلومات اور اس سلسلہ کی کتب کے مندرجات یقیناً ایک عظیم دنیا کا معمولی سا حصہ ہیں۔ اگر دوسرے اقوام کی تاریخ ہمارے اختیار میں ہوتی اور اگر شروع سے ہی معمر حضرات کے حالات کو بھی

بادشاہوں کے حالات کے برابر اہمیت دی گئی ہوتی تو اس وقت معمر حضرات کی تاریخ بہت تفصیلی ہوتی۔ ان تمام باتوں کے باوجود ہم موجود منابع وماخذ سے معمر حضرات کے اسماء کی مختصر فہرست پیش کررہے ہیں اگرچہ تاریخ کے تمام معمر حضرات بلکہ موجود منابع وماخذ سے ہی تمام تر اعداد وشمار اور حالات فراہم کرنے کے لئے بہت زیادہ وقت درکار ہے اس لئے ہم صرف بطور نمونہ کچھ افراد کے اسماء پر اکتفا کررہے ہیں کہ مثل مشہور ہے ''حکم الامثال فیما یجوز وفیما لایجوز سواء'' اگر ان حضرات کے لئے طویل عمر ممکن ہے تو دوسروں کے لئے کیوں ممکن نہ ہوگی۔

بعض معمر حضرات کے نام

۱۔آدمؑ، ۹۳۰سال

۲۔شیثؑ، ۹۱۲ سال

۳۔انوشؑ، ۹۰۵ سال

۴۔قینانؑ، ۹۱۰ سال

۵۔مہلئیلؑ، ۸۹۵ سال

۶۔یاردؑ، ۹۶۲ سال

۷۔اخنوخؑ، ۳۶۵ سال

۸۔متوشالحؑ، ۹۶۹ سال

۹۔لامکؑ، ۷۷۷ سال

۱۰۔نوحؑ، ۹۵۰ سال (کتب تاریخ وحدیث کے مطابق آپ کی کل عمر بعثت سے قبل اور طوفان کے بعد ۲۵۰۰ سال تھی)

۱۱۔سامؑ، ۶۰۰ سال

۱۲۔ارفکشاد، ۴۳۸ سال

۱۳۔شالح، ۴۳۳ سال

۱۴۔عابر، ۴۶۴ سال

۱۵۔ابراہیمؑ، ۱۷۵ سال

۱۶۔اسمٰعیلؑ، ۱۳۷ سال۔ان افراد کی عمریں توریت کے مطابق لکھی گئی ہیں، توریت میں ان کے علاوہ فالح، رعو، سروح اور ناحور وغیرہ کے اسماء بھی ہیں۔ توریت کا عربی ترجمہ مطبوعہ بیروت ۱۸۷۰ء اور مصنف کی کتاب منتخب الاثر ص۲۷۶۔۲۷۷ ملاحظہ فرمائیں۔ غالباً اخنوخ سے مراد وہی ایلیا ہیں جن کے بارے میں یہود ونصاری کا عقیدہ ہے کہ ولادت مسیح سے ۳۳۸۲ سال قبل آسمان پر اُٹھالئے گئے اور انھیں موت نہیں آئی۔ (اظہار الحق، ج۲ص۱۲۴)

۱۷۔ربیعۃ بن ضبیع فزاری، ۳۸۰ سال، (کمال الدین، ج۲ص۲۳۳تا ۲۳۵)

۱۸۔اوس بن حارثہ، ۲۲۰ سال، (المعمرین، ص۳۶)

۱۹۔عبید بن شرید جرھمی، ۳۵۰ سال، (کمال الدین، ج۲ص۲۳۲)

۲۰۔برد، ۹۶۲ سال، (کنز الفوائد، ص۲۴۵)۔

۲۱۔ ایوب بن حداد عبدی، ۲۰۰ سال، (کمال الدین، ج۲ص ۱۴۲)۔

۲۲۔ ثعلبۃ بن کعب، ۳۰۰ سال، (المعمرین، ص۶۴)۔

۲۳۔ تیم اللہ بن ثعلبہ، ۵۰۰ سال، (تذکرۃ الخواص، ص۲۰۵ والمعمرین، ص۳۱)۔

۲۴۔ ثوب بن تلدہ اسدی، ۲۲۰ سال، (المعمرین، ص۵۹)۔

۲۵۔ جعفر بن قرط عامری، ۳۰۰ سال، (المعمرین، ص۴۳)۔

۲۶۔ جلھمہ بن ادد بن زید، ۵۰۰ سال، (غیبت شیخ، ص۸۴)۔

۲۷۔ یحابر بن مالک بن ادد، ۵۰۰ سال، (غیبت شیخ، ص۸۴)۔

۲۸۔ زہیر بن عتاب کلبی، ۳۰۰ سال، (کمال الدین، ص۲۴۶)۔

۲۹۔ جلیلۃ بن کعب، ۱۹۰ سال (المعمرین، ص۶۵)۔

۳۰۔ حادثۃ بن صحر، ۱۸۰ سال، (المعمرین، ص۴۹)۔

۳۱۔ حادثۃ بن عبید کلبی، ۵۰۰ سال، (المعمرین، ص۶۷)۔

۳۲۔ حال بن حادثۃ، ۲۳۰ سال، (المعمرین، ص۶۹)۔

۳۳۔ حبابہ والبیہ، خلافت امیر المومنین حضرت علیؑ سے امام رضاؑ کے زمانہ تک حیات پائی، (حدیث کی معتبر کتب)۔

۳۴۔ حارث بن مضاض جرہمی، ۴۰۰ سال، (غیبت شیخ، ص۸۱ المعمرین، ص۴۲)۔

۳۵۔ ذوالاصبع العدوانی، ۳۰۰ سال، (المعمرین، ص۸۲)۔

۳۶۔ حنظلۃ بن شرقی، ۲۰۰سال (المعمرین، ص۴۹)۔

۳۷۔ درید بن زید، ۴۵۰ سال، (المعمرین، ص۲۰)۔

۳۸۔ ذوجدن حمیری، ۳۰۰ سال، (المعمرین، ص۳۳)۔

۳۹۔ درید بن صمت، ۲۰۰سال، (المعمرین، ص۲۲)۔

۴۰۔ ذوالقرنین، ۳۰۰۰ سال، (تذکرۃ الخواص، ص۷۷، نقل از تورات)۔

۴۱۔ ربیعہ بجلی، ۱۹۰سال، (المعمرین، ص۶۸)۔

۴۲۔ رداد بن کعب نخعی، ۳۰۰ سال، (کمال الدین، ج۲ ص۲۴۲)۔

۴۳۔ زہیر بن خباب، ۴۲۰ سال، (المعمرین، ص۲۵)۔

۴۴۔ سطیح کاہن، ۳۰ قرن، (المعمرین، ص۵)۔

۴۵۔ سیف بن وہب، ۳۰۰ سال، (المعمرین، ص۴۱)۔

۴۶۔ شریۃ بن عبداللہ جعفی، ۳۰۰ سال، (المعمرین، ص۳۹)۔

۴۷۔ شق کاہن، ۳۰۰ سال، (کمال الدین، ج۲ص۲۳۵)۔

۴۸۔ صیفی بن ریاح، ۲۷۰ سال، (غیبت شیخ، ص۸۰)۔

۴۹ ۔ ضبیرۃ بن سعید، ۲۲۰ سال، (المعمرین، ص۲۰)۔

۵۰ ۔ عباد بن سعید، ۳۰۰ سال، (المعمرین، ص۷۰)۔

۵۱ ۔ عوف بن کنانہ کلبی، ۳۰۰ سال، (کمال الدین، ج۲ص۲۵۵)۔

۵۲ ۔ عبدالمسیح بن عمرو غسانی، ۳۵۰ سال، (المعمرین، ص۳۸)۔

۵۳ ۔ اوس بن ربیعۃ اسلمی، ۲۱۴ سال، (المعمرین، ص۶۶)۔

۵۴ ۔ عبید بن شرید جرہمی، ۳۵۰سال، (کمال الدین، ج۲ص۲۳۲)۔

۵۵ ۔ عمرو بن حمۃ الدوسی، ۴۰۰ سال، (غیبت شیخ، ص۸۱)۔

۵۶ ۔ عمرو بن لحی، ۳۴۵ سال، (غیبت شیخ، ص۸۶)۔

۵۷ ۔ قس بن ساعدہ، ۶۰۰ سال، (کنز الفوائد، ص۲۵۴)۔

۵۸ ۔ کعب بن حمۃ الدوسی، ۳۹۰ سال، (تذکرۃ الخواص، ص۲۰۵، المعمرین، ص۲۲)۔

۵۹ ۔ کعب بن رادۃ نخعی، ۳۰۰ سال، (المعمرین، ص۶۶)۔

۶۰ ۔ محصن بن عتبان زبیدی، ۲۵۶ سال، (کمال الدین، ج۲ص۲۵۵)، المعمرین، ص۲۱)

۶۱ ۔ مرداس بن صبیح، ۲۳۰ سال، (المعمرین، ص۳۵)۔

۶۲ ۔ مستوغر بن ربیعۃ بن کعب، ۳۳۰ سال، (المعمرین، ص۹ و سیرۃ ابن ہشام، ج۱ص۹۳)۔

۶۳۔ ھبل بن عبداللہ کلبی جد زہیر بن خباب، ۷۰۰ سال، (المعمرین، ص۲۹)۔

۶۴۔ نفیل بن عبداللہ، ۷۰۰ سال، (تذکرۃ الخواص، ص۲۰۵)۔

اگر ہم المعمرین، غیبت شیخ، کمال الدین، کنزالفوائد اور تاریخ کی قدیم کتب سے ہی معمر حضرات کے اسماء پیش کرتے رہیں تو مقالہ بہت طویل ہوجائے گا لہٰذا ان کتب سے صرف انھیں اسماء پر اکتفا کرتے ہوئے آخری دور میں لکھی گئی کتب سے چند اسماء تحریر کررہے ہیں اور اسی طرح موجودہ دور کے ان معمر حضرات کے اسماء بھی شامل کررہے ہیں جن کے حالات اخبارات میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اخبارات سے تلاش کرنے کے لئے ہم نے کوئی باقاعدہ تحقیقی کام نہیں کیا ہے بلکہ اتفاقی طور پر جو اسماء مل گئے انھیں شامل کرلیا گیا۔

۶۵۔ ہنری جنکس، ۱۶۹ سال، (اس شخص نے ۱۱۲ سال کی عمر میں فلورفید کی جنگ میں شرکت کی)

۶۶۔ جون بافن بولندی، ۱۷۵ سال، (اس کے تین بیٹے سو سال سے زیادہ عمر کے تھے)۔

۶۷۔ یوحنا سور تنغتون نروژی، (متوفیٰ ۱۷۹۷)، ۱۶۰ سال۔

۶۸۔ طوز مابار، ۱۵۲ سال۔

۶۹۔ کورتوال، ۱۴۴ سال۔

۷۰۔ ایک فرد زنگباری، ۲۰۰ سال۔

ان افراد کے نام تفسیر الجواہر جلد ۱۷ ص۲۲۶ پر مذکور ہیں۔

۷۱۔ ماتوسالم، ۹۶۹ سال۔

۷۲۔ ملک جزیرہ ''لوکمبانز'' ۸۰۲ سال۔

۷۳۔ چند پنجابی، ۲۰۰ سال۔

۷۴۔ مارکوس ابونیوس، ۱۵۰ سال سے زیادہ۔

۷۵۔ اھالی جبل آتوس ہریک، ۱۳۰ سال۔

۷۶۔ دو دون، ۵۰۰ سال۔

۷۷۔ سنجرین، قبرس کا بادشاہ، ۱۶۰ سال۔

۷۸۔ قدیس سیمون، ۱۰۷ سال۔

۷۹۔ قدیس تاکریس، ۱۶۵ سال۔

۸۰۔ قدیس انطوان، ۱۰۵ سال۔

۸۱۔ البوما مطران جشہ، ۱۵۰ سال۔

۸۲۔ توماس بار، ۱۵۲ سال۔

۸۳۔ ایک معمر شخص موت کے وقت جس کے بیٹے کی عمر ۱۴۰ سال تھی۔

۸۴۔ برنوکرتریم، ۱۵۰ سال۔

۸۵۔ سربیا کا ایک معمر شخص، ۱۳۵ سال۔

۸٦۔ سربیا کا ایک اور معمر شخص، ۱۲۵ سال۔

۸۷۔ سربیا کا ایک اور معمر شخص، ۲۹۰ سال۔

۸۸۔ لیفونیا کا ایک معمر شخص، ۱٦۸ سال۔

۸۹۔ لوسرون کا ایک معمر شخص جس کا انتقال ۱۸٦ سال کی عمر میں ہوا۔

۹۰۔ ایقاسی کا ایک کاشتکار، ۱۸۵ سال۔

۹۱۔ مصر کا معمر، ۱۵۴ سال۔

۹۲۔ زارو معمر ترکی، ۱۵٦ سال۔

ان افراد کے نام روزنامہ الاہرام، شمارہ ۳ دسمبر ۱۹۳۰ کے مقالہ بعنوان ''الخلود وطول العمر حوادث مدهشة عن طول الاعمار'' سے لئے گئے ہیں (تفسیر الجواہر، ج۲۴، ص۸٦ تا ۸۸)۔

۹۳۔ شیخ محمد سحان، ۱۷۰ سال، (مجلہ صبا، شمارہ ۲۹، سال۳، از مجلہ الاثنین قاہرہ)۔

۹۴۔ سید میرزا کاشانی، ۱۵۴ سال، (پرچم اسلام شمارہ ۳ سال ۲)۔

۹۵۔ جمعہ، ۱۴۰، (کیہان شمارہ ۲۵۳۷)۔

۹٦۔ محمود باقر عیوض اف۔ اپنی ایک سو پچاسویں سالگرہ منائی اور ان کے اعزاز میں روس کی پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف وزارت نے یادگاری ٹکٹ جاری کیا جس پر عیوض اف کا فوٹو شائع ہوا تھا، (اطلاعات، شمارہ ۹٦۰۳)

۹۷۔ صربستان یوگوسلاویہ کا ایک دیہاتی بنام ''او چکووچ۔ ۱۷۹۸ عیسوی میں پیدا ہوا اور ۱۹۵۵ عیسوی تک زندہ تھا، (اطلاعات شمارہ ۹۲۱۵)

۹۸۔ شیر علی مسلم اف ۱۶۴ سالہ، ۱۳۴۶ شمسی میں موصوف نے ۱۶۲ویں سالگرہ منائی، اس عمر میں بھی ہشاش بشاش تھے اور زندگی میں کبھی شراب کو منہ نہ لگایا۔ عالمی جرائد نے بارہا ان کی طول عمر اور حالات زندگی کو اپنے صفحات میں جگہ دی ہے۔ (کیہان ۷۱۵۱، ۷۷۴۶، اطلاعات ۱۱۷۴۴، ۱۱۷۵۰، ۱۲۸۹۳)

۹۹۔ حاجی محمد بدوئی ابوالشامات، ۱۲۵ سال (اطلاعات، شمارہ ۹۰۷۲)۔

۱۰۰۔ شیخ علی بن عبداللہ، قطر کے سابق حکمراں، ۱۵۰ سال (اطلاعات، شمارہ ۹۳۰۳)۔

۱۰۱۔ سید محمد الفجال، ۱۳۶ سال نہر سوئنر کے پروجکٹ میں شامل تھے (اطلاعات، شمارہ ۹۰۹۳)

۱۰۲۔ نوذر باباتا مصطفی یف آذربائیجان (قدیم روس) کا باشندہ، جس نے کچھ عرصہ قبل اپنی ایک سو چالیسویں سالگرہ کا جشن منایا، (اطلاعات، شمارہ، ۱۱۶۲۲)۔

۱۰۳۔ محمد انباتوف، ۱۶۹ سال، آذربائیجان (قدیم روس) کے الیکشن میں سب سے معمر امیدوار موصوف کے سو سے زیادہ اولاد، نواسے اور پوتے تھے، (اطلاعات، شمارہ ۹۴۳۱)۔

۱۰۴۔ کدخدا قنبر علی رستم آبادی، ۱۵۶ سال، (اطلاعات، شمارہ ۹۷۶۳ و ۹۷۸۳)۔

۱۰۵۔ ترکیہ کی ہاجر نامی خاتون ۱۶۹ سال جس کا ایک بھائی ۱۱۳ سال کا تھا (اطلاعات شمارہ ۱۱۳۴۷)

۱۰۶۔ حسین پیر سلامی فارسی، ۱۴۶ سال، (اطلاعات، شمارہ ۹۷۴۶ و ۹۷۴۸)۔

۱۰۷۔ہادی محمد، نپولین کے زمانہ میں ولادت ہوئی اور ۱۳۴۲ھ شمسی میں ۱۶۳ سال عمر، ایک بیٹے کی عمر ۱۱۰ سال تھی جب کہ اس کے ۱۵۰ پوتے اور نواسے تھے، اس وقت بھی کا سابلانکا میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ (کیہان ۵۹۹۱)

۱۰۸۔ سید حسین قرائی۔ ۱۵۳ سال۔ (اطلاعات، ۸۷۳۱)

۱۰۹۔ارجنٹائنا کی خاتون بنام ''ناوارز'' ۱۴۸ سال۔ (اطلاعات، ۸۷۳۱)

۱۱۰۔آسٹریا کے ''فرانتز وائز'' ۱۴۰ وین سالگرہ منائی اور فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ کبھی بیمار ہوا ہوں۔ اس عمر میں بھی اپنی زراعت کی نگرانی خود کرتے تھے۔

۱۱۱۔ محمد ولی مسلم مراغای، ۱۴۰ سال۔ (اطلاعات ۱۰۰۰۰)

۱۱۲۔گرجستان کا باشندہ ''اشناکر'' ۱۴۷ سال، (اطلاعات ۸۱۱۱۷)

۱۱۳۔صاح اسماعیل تونسی کی دختر بنام ''عائشہ'' ۱۳۰ سال۔ (اطلاعات ۸۶۴۶)

۱۱۴۔گالون قفقاز کی خاتون ''گوموکا'' ۱۴۷ویں سالگرہ منائی، ہشاش بشاش ہیں سماعت وبصارت میں کوئی نقص نہیں ہے۔ (اطلاعات ۸۹۷۲)

۱۱۵۔امریکا کے ''ڈیوڈ فرباند'' ۱۳۳ سال (اطلاعات ۸۹۷۲)

۱۱۶۔ ۱۸۵ سال ضعیف۔ فاخر الدین شاہ کی ولادت کے وقت ان کی عمر ۵۰ سال اور محمد خان قاچار کے زمانہ میں ۱۲ سال کے تھے۔ (کیہان، ۶۰۶۲)

۱۱۷۔کردیف قفقازی، ۱۴۷ سال۔ (اطلاعات ۹۰۲۳)

۱۱۸۔ چینی باشندہ ،۱۵۵ سال۔ (اطلاعات شمارہ، ۱۳۳۳۱)

۱۱۹۔ البانیہ کا باشندہ ''خودہ''، ۱۷۰ سال۔ (مجلہ دانش مند شمارہ ۶۱)

۱۲۰۔ ترکی کی دادی خدیجہ، ۱۶۸ سال۔ (اطلاعات ۱۱۱۰۵)

۱۲۱۔ سیارام، پنجاب ہندوستان، ۱۴۰ سال۔ (اطلاعات ۸۹۲۸)

۱۲۲۔ ترکی کی ''کومرو بمیرنین''، ۱۷۳ سال۔ (اطلاعات ۸۷۴۵)

۱۲۳۔ سید حبیب علی معاطی مراکشی، ۱۴۷ سال، اس عمر میں بھی اپنے تمام امور خود انجام دیتے ہیں بیٹے بھی کافی پہلے سو سال کے ہو چکے ہیں۔ (الامالی المنتخبہ منطوی، ج ۱ ص ۷۹)

۱۲۴۔ چینی باشندہ ''دلی چنگ، ۲۵۳ سال۔ (الامالی المنتخبہ منطوی، ج ۱ ص ۷۹)

۱۲۵۔ احمد آداموف۔ ۱۶۱ سال، شادی کی ۱۰۰ ویں سالگرہ منائی۔ (اطلاعات ۸۹۶۳)

۱۲۶۔ محمود باقر اوغلو، ۱۴۸ ویں سالگرہ منائی۔ (اطلاعات ۸۹۶۳)

۱۲۷۔ پی ریرارا یا جاوید پریراپر، ۱۶۷ سال۔ جنوبی امریکا کا سرخ پوست جس کے حالات زندگی تفصیل کے ساتھ اطلاعات کے شمارہ ۹۲۳۶ میں شائع ہوئے۔

۱۲۸۔ سید ابوطالب موسول المعروف بہ ''ذی القرنین''، ۱۹۱ سال۔ ایک چھوٹی سی آبادی کے پردھان تھے جس میں سب کے سب ان کے بیٹے، پوتے نواسے ہی تھے، آخری زوجہ کی عمر ۱۰۵ سال ہے۔ فرماتے ہیں کہ ناصر الدین شاہ سے پہلے شادی کی اور دو مرتبہ ان کے دانت نکلے۔ (اطلاعات ۱۱۱۷۹)

۱۲۹۔ شیر سوار۔ فومن کا ۱۴۰ سالہ باشندہ۔ (اطلاعات ۴۱؍۹، ۴۲؍۹)

۱۳۰۔ کربلائی آقا باطنی کرمانشاہی، ۱۴۰ سال۔ (اطلاعات ۸۰؍۹)

۱۳۱۔ سید علی فریدنی، ۱۸۵ سال۔ دو بیٹوں کی عمر بھی سو سال سے زیادہ تھی۔ ۳۵ سال قبل یعنی ۱۵۰ سال کی عمر میں دوبارہ دانت نکلے، حکومت کی جانب سے وزارت صحت کے ڈاکٹروں کی ٹیم نے معاینہ کیا اور ان کے حالات سے متعلق وزارت صحت کا خط روزمانہ اطلاعات میں شائع ہوا۔ (اطلاعات ۴۱؍۹، ۴۴؍۹، ۶۵؍۹)

۱۳۲۔ ایکور کرویف، ۱۵۷ سال۔ روسی جنرل الکسی میر مولف کے خلاف نپولین اول کی جنگ میں جنرل الکسی کا باورچی تھا۔ ایکور کرویف شراب اور سگریٹ نوشی کا شدت سے مخالف تھا۔ (اطلاعات ۳۳؍۹)

۱۳۳۔ کینیا کا ایک باشندہ جس کا ۱۵۸ سال کی عمر میں اپنڈکس کا نیروبی میں آپریشن ہوا، موصوف جو ان ترین جوانوں سے بھی زیادہ جوان تھے، ۱۲۰ سے ۱۳۰ سال کی عمر کے دوران جوان بیوی سے ۵ اولادیں ہوئیں، سب سے بڑے صاحبزادے ۱۲۵ سال کے ضعیف اور کمر خمیدہ ہیں لیکن ۱۵۸ سالہ باپ اب بھی ''ہاتھی پچھاڑ'' اور افسانوی پہلوان کی طرح طاقتور ہے۔ دوسرے بیٹے ایک قبیلہ کے سردار ہیں اپنی زندگی میں ۳۹ شادیاں کیں اور ۱۷۳ ،اولادیں ہوئیں۔ طول عمر اور کثرت اولاد میں یہ گھرانہ ضرب المثل بنا ہوا ہے۔ (عالمی جرائد، اطلاعات ۲؍۱۲۶)

۱۳۴۔ سرکاری سروے کے مطابق گرجستان میں اکیس سو افراد کی عمر سو سال سے زیادہ ہے۔ (اطلاعات ۸؍۱۱۱)

۱۳۵۔ ایک سروے کے اعداد وشمار کے مطابق روس میں ۱۱۰ سے ۱۵۰ سال تک کے دو سو افراد پائے جاتے ہیں، تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ان میں سے اکثر شہد کی مکھیاں پالتے ہیں اور ان کی غذا شہد ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ طول عمر میں شہد کا کردار بہت اہم ہے۔ (اطلاعات ۴؍۸۹۰)

۱۳۶۔امریکا میں سو سال سے زیادہ عمر والے افراد کی تعداد کا اندازہ تین ہزار پانچ سو بتایا جاتا ہے۔ (اطلاعات۹۴۳۷)

۱۳۷۔چین میں ۳۳۸۴ افراد کی عمر سو سال سے زیادہ ہے ان کے درمیان ایسے افراد بھی ہیں جو ۱۵۰ سال سے زیادہ کے ہیں۔ (اطلاعات۱۱)

۱۳۸۔سویت یونین میں زندگی کی دوسری صدی میں قدم رکھنے والے افراد کی تعداد تقریبا تیس ہزار ہے۔ (مجلہ دانش مند ۶۱)

۱۳۹۔مجارستان کے ایک دیہاتی باشندہ کا ۱۷۲۴ء میں ۱۸۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا، موصوف آخر عمر تک جوانوں کی طرح کام کیا کرتے تھے۔ (دانشمند۶۱)

۱۴۰۔مجارستان کے ایک اور شخص ''جان راول'' کی عمر انتقال کے وقت ۱۷۰ سال تھی جب کہ موصوف کی زوجہ کی عمر ۱۶۴ سال تھی اس جوڑے نے زندگی کے ۱۳۵ سال ایک ساتھ گزارے۔ (مجلہ دانش مند۶۱)

۱۴۱۔ ''آشرااومارو ا''نامی خاتون ۱۵۹ سال۔ (اطلاعات۱۲۸۸۲)

۱۴۲۔چند برس پہلے اخبارات نے اطلاع دی کہ جنوبی امریکہ میں ۲۰۷ سال کی عمر میں ایک شخص کا انتقال ہوا۔ (دانش مند ۶۱)

مقالہ کے اختتام پر بار دیگر یہ یاد دہانی کرادیں کہ اگر کسی کے پاس اقوام کی تاریخ اور پوری دنیا سے منتشر ہونے والے اخبارات، رسائل، مجلات ہوں تو اس کے پاس عجیب وغریب معلومات اور اعداد و شمار جمع ہوجائیں گے۔اس مقالہ سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ تاریخ معاصرین اور زمانۂقدیم کے معمر حضرات کے حالات کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہے کہ انسانی عمر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، اور جیسا کہ سید بن طاؤوسؒنے اپنی کتاب کشف المحجہ فصل ۹۷ میں معروف مثل کے ذریعہ وضاحت پیش کی ہے لہذا کسی بھی قسم کا تعجب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ جب کثرت کے ساتھ بار بار تاریخ کے دامن میں معمر حضرات کا وجود پایا جاتا ہے تو حیرت کس بات پر ہے؟ ہم نے طول عمر کے سلسلے میں جو مختلف اعتبار سے تشریحی گفتگو کی ہے اس کا مقصد صرف یہ سمجھانا تھا کہ طویل عمر کے انکار

کی وجہ تاریخ کے بارے میں ناقص معلومات، معمر حضرات کے حالات اور علوم طبیعہ سے ناواقفیت، ضعف ایمان، عناد اور حق کو قبول کرنے سے ٹال مٹول کے سوا کچھ نہیں ہے۔اگر یہ دلائل نہ ہوتے، طویل عمر کی کوئی اور مثال نہ ہوتی، سائنس تائید نہ کرتی تو بھی ان تمام باتوں کے باوجود حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی عمر کا مسئلہ مطابق عقل اور قبول کرنے کے لائق تھا.......... اس لئے کہ پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام سے اتنی احادیث اور بشارتیں نقل ہوئی ہیں،آپؑ کے پدر بزرگوار امام حسن عسکریؑ کی حیات طیبہ اور غیبت صغریٰ وکبریٰ کے زمانہ میں آپ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی ذات گرامی سے نہ معلوم کتنے معجزات ظاہر ہوئے،بہت سے افراد جن کی صداقت اور زہد وتقویٰ شک وشبہ سے بالاتر ہے حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے، بے شمار افراد کو زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے یہ تمام چیزیں اس آفاقی رہبر کی حیات مبارکہ کی بہترین دلیل ہیں جیساکہ انبیاء کے معجزات بھی خارق العادہ ہونے کے باوجود تواتر کے ساتھ اطلاع دینے والوں اور قدرت الٰہی پر ایمان کی وجہ سے قطعی طور پر مسلّم ہیں۔ ''اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَرْغَبُ اِلَیْکَ فِیْ دَوْلَۃٍ کَرِیْمَۃٍ تُعِزُّ بِھَا الْاِسْلَامَ وَأَھْلَہٗ وَتُذِلُّ بِھَا النِّفَاقَ وَاَھْلَہٗ وَ تَجْعَلُنَا فِیْھَا مِنَ الدُّعَاۃِ اِلٰی طَاعَتِکَ وَالْقَادَۃِ اِلٰی سَبِیْلِکَ وَتَرْزُقُنَا بِھَا کَرَامَۃَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ''۔

''خدایا ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اس با عظمت حکومت کا جس سے اسلام اور اہل اسلام کو عزت ملے اور نفاق اور اہل نفاق کو ذلت نصیب ہو ہمیں اس حکومت میں اپنی اطاعت کا طرفدار اور اپنے راستے کا قائد بنا دے اور اس کے ذریعہ ہمیں دنیا اور آخرت کی کرامت عنایت فرما''۔

حضرت ولی عصرؑ کی ولادت با سعادت کا انداز

حضرت ولی عصرؑ کی ولادت باسعادت کا انداز حضرت ولی عصر علیہ السلام کی ولادت باسعادت اور آپ کے وجود مبارک سے متعلق روایات بھی بے شمار ہیں، ہم نے اپنی کتاب منتخب الاثر کی فصل سوم کے باب اول میں اس موضوع سے متعلق دو سو سے زیادہ روایات نقل کی ہیں،علامہ سید میر محمد صادق خاتون آبادی اپنی کتاب اربعین میں فرماتے ہیں کہ ''شیعوں کی معتبر کتب میں حضرت

مہدیؑ کی ولادت، غیبت، آپ کے بارہویں امام اور فرزند حسن عسکریؑ ہونے پر ایک ہزار سے زائد روایات موجود ہیں۔''

امام علیہ السلام کی ولادت باسعادت کو بیان کرنے والی تفصیلی روایات معتبر کتب حدیث میں موجود ہیں، انھیں روایات میں سے ایک تفصیلی روایت ینابیع المودۃ کے مولف اور اہل سنت کے معروف عالم فاضل قندوزی نے اپنی کتاب کے ص۴۴۹ اور ۴۵۱ پر نقل کی ہے ان کے علاوہ شیخ طوسی نے اپنی کتاب ''غیبت'' میں اور شیخ صدوق نے ''کمال الدین'' میں صحیح اور معتبر سند کے ساتھ جناب موسیٰ بن محمد بن قاسم بن حمزۃ بن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام سے اور انہوں نے امام محمد تقی علیہ السلام کی دختر جناب حکیمہ خاتون سے نقل کیا ہے کہ جناب حکیمہ نے فرمایا: امام حسن عسکریؑ نے ایک شخص کے ذریعہ میرے پاس کہلایا کہ پھوپھی آج شب نیمۂ شعبان آپ میرے یہاں افطار فرمائیں خداوندعالم آج کی رات اپنی حجت کو ظاہر کرے گا اور وہی روئے زمین پر حجت خدا ہوگا۔ میں نے امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں عرض کیا: حجت کی ماں کون ہے؟

امامؑ نے فرمایا: نرجس۔ میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان، بخدا نرجس کے یہاں تو ایسے کوئی آثار نہیں ہیں۔ امامؑ نے فرمایا: جو میں نے کہا وہی حقیقت ہے۔ جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ میں حسب وعدہ پہنچی اور سلام کیا......نرجس نے میرے آرام کے لئے بستر وغیرہ آمادہ کیا اور ''میری اور میرے خاندان کی سیدو سردار خاتون'' کہہ کر مجھ سے حال دریافت کیا۔ جناب حکیمہ نے فرمایا: میں نہیں تم میری اور میرے خاندان کی سید و سردار ہو۔

جناب نرجس نے فرمایا: پھوپھی یہ آپ کیا فرما رہی ہیں؟جناب حکیمہ نے فرمایا: میری بیٹی!آج کی رات خدا تجھے وہ فرزند عطا کرے گا جو دنیا وآخرت کا آقا ہے،جناب نرجس کے چہرہ پر شرم وحیا کے آثار نمودار ہوگئے، میں نے نماز عشاء سے فارغ ہوکر روزہ افطار کیا اور بستر پر لیٹ گئی، جب نصف شب گزر گئی تو نماز شب کے لئے بیدار ہوئی نماز شب پڑھنے کے بعد میں نے دیکھا کہ جناب نرجس اسی طرح آرام سے سو رہی ہیں تعقیبات کے بعد میری آنکھ لگ گئی، گھبرا کر اُٹھی نرجس اسی طرح سو رہی تھیں،پھر جناب نرجس اٹھیں، نماز شب بجالائیں اور پھر سوگئیں۔ میں صبح کی جستجو میں باہر نکلی فجر اول طلوع ہو چکی تھی،جناب نرجس محو خواب تھیں

میرے دل میں شک کا گزر ہوا امام حسن عسکریؑ نے آواز دی: پھوپھی عجلت مت کیجئے گھڑی نزدیک آرہی ہے، جناب حکیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے الم سجدہ اور سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع کردی، ناگاہ میں نے دیکھا کہ جناب نرجس گھبرا کر بیدار ہوئیں میں ان کے سرہانے گئی میں نے کہا: ''بسم اللہ علیک'' کیا کچھ محسوس کررہی ہو؟جواب دیا ''جی ہاں اے پھوپھی۔''میں نے کہا گھبراؤ نہیں یہ وہی بات ہے جس کی اطلاع میں تمہیں دے چکی ہوں۔ جناب حکیمہ فرماتی ہیں کہ مجھ پر ہلکی سی غنودگی طاری ہوگئی، جب مجھے اپنے آقا کے وجود کا احساس ہوا تو آنکھ کھلی، پردہ ہٹایا تو میں نے نرجس کے پاس اپنے آقا کو سجدہ ریز پایا، تمام اعضائے سجدہ زمین پر تھے، میں نے گود میں لیا تو بالکل پاک وصاف پایا، امام حسن عسکریؑ نے آواز دی ''اے پھوپھی میرے لال کو میرے پاس لائیے۔''

میں اس مولود کو امامؑ کی خدمت میں لے گئی امامؑ نے اپنے دست مبارک سے بچہ کو آغوش میں لیا بچہ کے پیر اپنے سینہ پر رکھے اور اپنی زبان نومولود کے دہن میں دی اور سر وصورت پر دست شفقت پھیرا۔ پھر امامؑ نے فرمایا: میرے لال گفتگو کرو۔ نومولود نے جواب میں کہا '': اشهد ان لاالٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ وان محمداً رسولُ اللہ۔'' وحدانیت ورسالت کی گواہی کے بعد امیرالمومنین سے لے کر اپنے پدر بزرگوار تک تمام ائمہ پر درود بھیجا اور خاموش ہوگئے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: انہیں ان کی ماں کے پاس لے جائیے تاکہ ماں کو سلام کریں اس کے بعد میرے پاس لائیے، میں بچہ کو ماں کے پاس لے گئی، اس نے ماں کو سلام کیا پھر میں نے اسے امام کی خدمت میں پہنچا دیا، امامؑ نے فرمایا اے پھوپھی ساتویں دن پھر تشریف لائیے گا..... جناب حکیمہ فرماتی ہیں کہ میں اگلی صبح پہنچی، امامؑ کو سلام کیا اور پردہ ہٹایا تاکہ اپنے آقا کی زیارت کرسکوں مگر بچہ نظر نہ آیا..... میں نے عرض کیا میری جان آپ پر قربان..... میرا آقا کیا ہوا؟ امامؑ نے فرمایا: اے پھوپھی میں نے بھی اپنے لال کو اسی کے حوالہ کردیا جس کے حوالہ مادر موسیٰؑ نے اپنا بچہ کیا تھا۔ جناب حکیمہ کہتی ہیں کہ میں ساتویں دن پھر امامؑ کی خدمت میں پہنچی، سلام کیا اور بیٹھ گئی۔ امامؑ نے فرمایا: میرے فرزند کو میرے پاس لائیے، میں اپنے آقا کو اس عالم میں امامؑ کے پاس لے گئی کہ آپ

کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے امامؑ نے پہلے دن کی طرح آغوش میں لیا، دست شفقت پھیرا، دہن میں زبان رکھی گویا بچہ کو دودھ اور شہد دے رہے ہیں پھر فرمایا: میرے لال! گفتگو کرو۔ بچہ نے کہا: ''اشھد ان لاالہ الا اللہ''، پھر حضرت محمد ﷺ، امیرالمومنینؑ اور اپنے پدربزرگوار ودیگر ائمہؑ پر درود وسلام بھیجا اوراس آیۂ کریمہ کی تلاوت فرمائی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلھم أئمۃ و نجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض ونری فرعون وہامان وجنودھما منھم ماکانوا یحذرون''راوی حدیث موسیٰ بن محمد بن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے اس واقعہ کے بارے میں عقید (خادم) سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ''حکیمہ خاتون نے سچ کہا ہے''[1]شیخ صدوقؒ نے انتہائی معتبر حدیث میں احمد بن الحسن بن عبداللہ بن مہران امی عروضی ازدی کے واسطہ سے احمد بن حسین قمی سے روایت کی ہے کہ امام حسن عسکریؑ کے یہاں خلف صالح کی ولادت ہوئی تو امام حسن عسکریؑ کی جانب سے میرے دادا احمد بن اسحاق کے نام سات خطوط خود آپ کے دست مبارک سے لکھے ہوئے موصول ہوئے،جیسا کہ اس سے قبل توقیعات بھی اسی تحریر میں موصول ہوتی تھیں،ان خطوط میں یہ تحریر تھا کہ ''ہمارے یہاں ایک فرزند کی ولادت ہوئی ہے جو تمہارے نزدیک مخفی اور لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہے گا،اس لئے کہ ہم اس کو کسی پر ظاہر نہ کریں گے مگر صرف قریب ترین حضرات کو قربت کے باعث اور چاہنے والوں کو ان کی محبت کی بنا پر، ہم نے چاہا کہ ہم تمہیں بتادیں تاکہ خدا تمہیں اسی طرح مسرورکرے جس طرح اس نے ہمیں مسرور کیا ہے[2]۔

مسعودی کی روایت میں ہے کہ احمد بن اسحاق نے امام حسن عسکریؑ سے عرض کیا: ''جب آقا کی ولادت سے متعلق آپ کا بشارت نامہ موصول ہوا تومردوزن اور منزل شعور میں قدم رکھنے والا کوئی جوان ایسا نہیں تھا جو حق کا قائل نہ ہوگیا ہو۔ حضرتؑ نے فرمایا کیا

[1] منتخب ا لأثر ص۳۲۱ تا۳۴۱
[2] منتخب الاثر، ص۲۴۳ تا ص۲۴۴۔

تمہیں نہیں معلوم کہ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی[1]۔ایک اور روایت، ثقۂ جلیل فضل بن شاذان نے جن کی وفات ولادت حضرت ولی عصرؑ کے بعد اور امام حسن عسکریؑ کی شہادت سے قبل (۲۵۵سے۲۶۰ہجری کے درمیان) ہوئی اپنی کتاب ''غیبت'' میں محمد بن علی بن حمزہ بن حسین بن عبداللہ بن عباس بن امیر المومنینؑ کے واسطہ سے امام حسن عسکریؑ سے نقل کی ہے کہ امام حسن عسکریؑ نے فرمایا: شب نیمۂ شعبان ۲۵۵ھ طلوع فجر کے وقت میرے جانشین اور میرے بعد بندگان خدا پر حجت خدا اور ولی خدا کی اس عالم میں ولادت ہوئی کہ اسے ختنہ کی ضرورت نہ تھی سب سے پہلے جس نے مولود کو نہلایا وہ رضوان خازن جنت تھا جس نے چند دیگر ملائکہ مقربین کے ساتھ مل کر اسے کوثر و سلسبیل کے پانی سے غسل دیا[2]۔

دوسری روایات میں ملتا ہے کہ جب امام عصرؑ کی ولادت ہوئی تو امام حسن عسکریؑ نے حکم دیا کہ دس ہزار رطل روٹی اور دس ہزار رطل گوشت فقراء بنی ہاشم میں تقسیم کیا جائے اور تین سو گوسفند بطور عقیقہ ذبح فرمائے[3]۔ اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ ولادت کے تیسرے دن حضرتؑ کے پدر بزرگوار نے آپ کو مومنین کے سامنے پیش کرکے فرمایا: یہی میرا جانشین اور میرے بعد تمہارا امامؑ ہے۔ یہی وہ قائمؑ ہے جس کا انتظار کیا جائے گا اور جب دنیا ظلم وجور سے بھر جائے گی اس وقت ظاہر ہوکر دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا[4]۔

رجال اہل سنت کی ایک معتبر فرد نصر بن علی جہضمی نے اپنی کتاب ''موالید الائمہ'' میں امام حسن عسکریؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے اپنے فرزند ''م ح م د'' کی ولادت کے وقت فرمایا: ظالم یہ سمجھتے تھے کہ مجھے قتل کرکے میری نسل کا سلسلہ منقطع کردیں گے انہوں نے قدرت خدا کو کیسا پایا......اور مولود کا نام آپ نے ''مؤمّل'' (جس سے امید لگائی جائے) رکھا[5] احمد بن اسحاق اشعری نے امام حسن عسکریؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا '': الحمد للہ الذی لم یخرجنی من الدنیا حتیٰ ارانی الخلف من بعدی اشبہ

[1] منتخب الاثر،ص ۲۴۶-۲۴۵
[2] منتخب الاثر، ص۳۲۰، اثبات الهداة،ج۷ص۱۳۹، ج۳ ۶۸۳ اربعین خاتون آبادی، ص۲۴ ودیگر کتب۔
[3] منتخب الاثر، ص۳۴۳-۳۴۱
[4] ینابیع المودة، ص۴۶۰، منتخب الاثر،ص۳۴۲
[5] اثبات الهداة،ج۶ص۳۴۲ باب۳۱فصل۱۰ج۱۱۶

الناس برسول اللہ خلقا وخلقا یحفظہ اللہ فی غیبتہ ثم یظہر فیملأ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجوراً[1]۔ ""تمام تعریفیں اس خدا کے لئے جس نے میرے دنیا سے رخصت ہونے سے قبل مجھے میرے جانشین کی زیارت کرادی میرا یہ جانشین لوگوں کے درمیان خَلق وخُلق میں رسولؐ اللہ سے سب سے زیادہ مشابہ ہے، اللہ غیبت میں اس کی حفاظت فرمائے گا پھر اسے ظاہر کرے گا اور وہ دنیا کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دے گا جیسے وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی تھی۔ ''تفصیلی معلومات کے لئے حدیث کی کتب مثلا غیبت نعمانی و غیب شیخ،کمال الدین،بحار الانوار، اثبات الھداۃ، اربعین خاتون آبادی اور ناچیز کی کتاب منتخب الاثر کی طرف رجوع فرمائیں۔امام مہدیؑ کی ولادت وامامت علماء ومورخین اہل سنت کی نظر میں شیعہ اثنا عشری محدثین، مورخین اور علم رجال کے مصنفین نے توامام زمانہؑ کی ولادت سے متعلق روایات کو صحیح اور معتبر منابع ومدارک کی بنیاد پر اپنی کتب میں تحریر فرمایا ہی ہے،آپؑ کے پدر بزرگوار کی حیات طیبہ اور غیبت صغریٰ وکبریٰ کے دوران سینکڑوں قابل اعتماد اور ثقہ افراد کو آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے،بیشمار معجزات آپ کی ذات سے ظاہر ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ اہل سنت کے بہت سے مشہور علماء نے بھی اپنی کتب میں آپؑ کی ولادت باسعادت سے متعلق تفصیلات تحریر فرمائی ہیں، بعض حضرات تو آپ کی امامت ومہدویت کے معتقد تھے، بعض حضرات نے اظہار عقیدت اور مدح سرائی کے لئے عربی یا فارسی میں اشعار کہے یہاں تک کہ بعض حضرات تو آپؑ کی خدمت اقدس میں شرفیاب ہونے اور بہ نفس نفیس آپؑ سے حدیث سننے کے مدعی ہیں، ہم نے ان میں سے بعض حضرات کے اقتباسات اپنی کتاب منتخب الاثر میں ذکر کئے ہیں لیکن یہاں اختصار کے پیش نظر صرف ان کے اسماء پر اکتفا کررہے ہیں:۱۔ ابن حجر ہیثمی مکی شافعی، (متوفیٰ سال ۹۷۴)۔

۲۔ مؤلف روضۃ الاحباب سید جمال الدین، (متوفی ۱۰۰۰ھ)۔

۳۔ ابن الصباغ علی بن محمد مالکی مکی، (متوفیٰ ۸۵۵ھ)۔

[1] اثبات الهداة، ج۷ص۱۳۸، ج۶۸۲،باب۳۲فصل ۴۴کفایۃ الاثر، کمال الدین، منتخب الاثر۔

۴۔ شمس الدین ابو المظفر یوسف، مؤلف التاریخ الکبیر وتذکرۃ الخواص، (متوفیٰ ۶۵۴ھ)۔

۵۔ نور الدین عبد الرحمن جامی معروف، صاحب کتاب شواہد النبوہ۔

۶۔ شیخ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف گنجی، صاحب کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان و دیگر کتب (متوفیٰ ۶۵۸ھ)۔

۷۔ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، (متوفی ۴۵۸ھ)۔

۸۔ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی، (متوفی ۶۵۲ھ)۔

۹۔ حافظ بلاذری ابو محمد احمد بن ابراہیم طوسی، (متوفیٰ ۳۳۹ھ)۔

۱۰۔ قاضی فضل بن روز بہان، شارح کتاب الشمائل ترمذی۔

۱۱۔ ابن الخشاب ابو محمد عبد اللہ بن احمد، (متوفیٰ ۵۶۷ھ)۔

۱۲۔ شیخ وعارف شہیر محی الدین، صاحب کتاب الفتوحات، (متوفیٰ ۶۳۸ھ)۔

۱۳۔ شیخ سعد الدین حموی۔

۱۴۔ شیخ عبد الوہاب شعرانی مؤلف الیواقیت والجواہر، (متوفیٰ ۹۷۳ھ)۔

۱۵۔ شیخ حسن عراقی۔

۱۶۔ شیخ علی الخواص۔

۱۷۔ ابن اثیر، مؤلف تاریخ کامل۔

۱۸۔ حسین بن معین الدین یبدی، صاحب شرح دیوان۔

۱۹۔ خواجہ پارسا محمد بن محمد بن محمود بخاری، (۸۲۲ھ)۔

۲۰۔ حافظ ابوالفتح محمد بن ابی الفوارس، صاحب کتاب الاربعین۔

۲۱۔ ابوالمجد عبدالحق دہلوی، (ستر کتابوں کے مؤلف ۱۰۵۲ھ)۔

۲۲۔ شیخ احمد جامی نامقی۔

۲۳۔ شیخ فریدالدین عطار نیشاپوری معروف۔

۲۴۔ جلال الدین محمد رومی، صاحب مثنوی، (متوفی ۶۷۲ھ)۔

۲۵۔ شیخ صلاح الدین صفدی، (متوفی ۶۴ھ)۔

۲۶۔ مولوی علی اکبر بن اسد اللہ ہندی صاحب کتاب مکاشفات۔

۲۷۔ شیخ عبدالرحمن صاحب کتاب مرأۃ الاسرار۔

۲۸۔ شعرانی کے بعض مشایخ۔

۲۹۔ مصر کے ایک عالم، بہ نقل شیخ ابراہیم حلبی۔

۳۰۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی، صاحب تفسیر البحر المواج و کتاب ہدایۃ السعداء۔

۳۱۔ شیخ سلیمان قندوزی بلخی، (متوفی ۱۲۹۴ھ)۔

۳۲۔ شیخ عامر بن عامر البصری صاحب قصیدہ تائیۃ ''ذات الانوار''۔

۳۳۔ قاضی جواد سابطی۔

۳۴۔ صدر الدین قونوی صاحب تفسیر الفاتحہ ومفتاح الغیب۔

۳۵۔ عبداللہ بن محمد مطیری مدنی، مؤلف کتاب الریاض الزاہرہ۔

۳۶۔ شیخ محمد سراج الدین رفاعی، مؤلف صحاح الاخبار۔

۳۷۔ میر خواند محمد بن خاوند شاہ، مؤلف تاریخ روضۃ الصفا، (متوفی سنہ ۹۰۳)۔

۳۸۔ نضر بن علی جہضمی عالم و محدث معروف۔

۳۹۔ قاضی بہلول بہجت افندی، مؤلف کتاب محاکمہ در تاریخ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۴۰۔ شیخ محمد ابراہیم جوینی، (متوفی سنہ ۱۱۷۴)۔

۴۱۔ شیخ شمس الدین محمد بن یوسف زرندی، مؤلف معراج الوصول۔

۴۲۔ شمس الدین تبریزی، شیخ جلال الدین رومی۔

۴۳۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں آپ کی تاریخ ولادت معین کی ہے۔

۴۴۔ ابن ارزق در تاریخ میافارقین۔

۴۵۔ مولی علی قاری صاحب کتاب مرقاۃ در شرح مشکاۃ۔

۴۶۔ قطب مدار۔

۴۷۔ ابن وردی مورخ۔

۴۸۔ شبلنجی، مؤلف نورالابصار۔

۴۹۔ سویدی، سبائک الذہب۔

۵۰۔ شیخ الاسلام ابراہیم بن سعد الدین۔

۵۱۔ صدر الائمہ موفق بن احمد مالکی خوارزمی۔

۵۲۔ مولی حسین بن علی کاشفی، مؤلف جواہر التفسیر، (متوفی ۹۰۴ھ)۔

۵۳۔ سید علی بن شہاب ہمدانی، مؤلف ''المودۃ فی القربیٰ''

۵۴۔ شیخ محمد صبان مصری، (متوفی ۱۲۰۵ھ)۔

۵۵۔ الناصر لدین اللہ خلیفۂ عباسی۔

۵۶۔ عبدالحی بن عمار حنبلی، مؤلف شذرات الذہب (متوفی ۱۰۸۹ھ)۔

۵۷۔ شیخ عبدالرحمن بسطامی، در کتاب درۃ المعارف۔

۵۸۔ شیخ عبدالکریم یمانی۔

۵۹۔ سید نسیمی۔

٦۰۔ عماد الدین حنفی۔

٦۱۔ جلال الدین سیوطی۔

٦۲۔ رشید الدین دھلوی ہندی۔

٦۳۔ شاہ ولی اللہ دہلوی۔

٦۴۔ شیخ احمد فاروقی نقشبندی۔

٦۵۔ ابوالولید محمد بن شحنہ حنفی، در تاریخ روضۃ المناظر۔

٦٦۔ شمس الدین محمد بن طولون مورخ شہیر، درکتاب الشذرات الذہبیہ، (متوفی ۹۵۳ھ)۔

٦۷۔ شبراوی شافعی، سابق رئیس جامعہ ازہر و مؤلف کتاب الاتحاف۔

٦۸۔ یافعی، مؤلف تاریخ مرأۃ الجنان،

٦۹۔ محمد فرید وجدی در دائرۃ المعارف۔

۷۰۔ عالم محقق شیخ رحمۃ اللہ ہندی، مؤلف اظہار الحق۔

۷۱۔ علاء الدین احمد بن محمد السمانی۔

۷۲۔ خیر الدین زرکلی در کتاب الاعلام، ج٦ص۳۱۰۔

۷۳۔ عبد الملک عصامی مکی۔

۷۴۔ محمود بن وہیب القراغولی بغدادی حنفی۔

۷۵۔ یاقوت حموی در معجم البلدان، ج۶ ص۱۷۵۔

۷۶۔ مؤلف تاریخ گزیدہ، ص۲۰۸،۲۰۷، طبع لندن ۱۹۱۰ء۔

۷۷۔ ابوالعباس قرمانی احمد بن یوسف دمشقی در اخبار الدول وآثار الدول۔

ظہور مہدیؑ کا عقیدہ اسلامی عقیدہ ہے جو لوگ شیعوں کی اندھی دشمنی میں مبتلا ہوکر شیعہ حقائق کا مطالعہ کرتے ہیںیا دشمنان اسلام کے سیاسی اغراض پر مبنی مسموم افکار کی ترویج کرتے ہیں وہ جادۂ تحقیق سے منحرف ہوکر اپنے مقالات یا بیانات میں یہ اظہار کرتے ہیں کہ ظہور مہدیؑ کا عقیدہ ،شیعہ عقیدہ ہے اوراسے تمام اسلامی فرقوں کا عقیدہ تسلیم کرتے ہوئے انھیں زحمت ہوتی ہے۔کچھ لوگ تعصب ونفاق کے علاوہ تاریخ وحدیث اور تفسیر ورجال سے ناواقفیت،اسلامی مسائل سے بے خبری اور عصر حاضر کے مادی علوم سے معمولی آگاہی کے باعث تمام دینی مسائل کو مادی اسباب وعلل کی نگاہ سے دیکھتے اور پرکھتے ہیں اور اگر کہیں کوئی راز یا فلسفہ سمجھ میں نہ آئے توفوراً تاویل وتوجیہ شروع کردیتے ہیں یا سرے سے انکار کربیٹھتے ہیں۔

اس طرح اپنے کمرہ کے ایک کونے میں بیٹھ کر قلم اٹھاتے ہیں اور اسلامی مسائل سے متعلق گستاخانہ انداز میں اظہار نظر کرتے رہتے ہیں جب کہ یہ مسائل ان کے دائرہ کار ومعلومات سے باہر ہیں، اس طرح یہ حضرات قرآن وحدیث سے ماخوذ مسلمانوں کے نزدیک متفق علیہ مسائل کا بہ آسانی انکار کردیتے ہیں۔ انھیں قرآن کے علمی معجزات، اسلامی قوانین اور اعلیٰ نظام سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے لیکن انبیاء کے معجزات اور خارق العادہ تصرفات کے بارے میں گفتگو سے گریز کرتے ہیں تاکہ کسی نووارد طالب علم کے منہ کا مزہ خراب نہ ہوجائے یا کوئی بے خبر اسے بعیداز عقل نہ سمجھ بیٹھے۔ان کے خیال میں کسی بات کے صحیح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے ہر آدمی سمجھ سکے یا ہر ایک دانشوراس کی تائید کر سکے یا ٹیلی اسکوپ، مائیکرو اسکوپ یا لیبوریٹری میں فنی وسائل کے ذریعہ اس کا

اثبات ہو سکے۔ ایسے حضرات کہتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو انبیاءؑ کو ایک عام آدمی کی حیثیت سے پیش کرنا چاہئے اور حتی الامکان ان کی جانب معجزات کی نسبت نہیں دینا چاہئے بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ دنیا کے حوادث کی نسبت خداوند عالم کی جانب بھی نہ دی جائے یہ لوگ خدا کی قدرت، حکمت، علم، قضاوقدر کا صریحی تذکرہ بھی نہیں کرتے جو کچھ کہنا ہوتا ہے مادہ سے متعلق کہتے ہیں۔ خدا کی حمد وستائش کے بجائے مادہ اور طبیعت(Nature) کے گن گاتے ہیں تاکہ ان لوگوں کی لے میں لے ملا سکیں، جنہوں نے تھوڑے مادی علوم حاصل کئے ہیں یا فزکس، کیمسٹری، ریاضی سے متعلق چند اصطلاحات، فارمولے وغیرہ سیکھ لئے ہیں اوراگر انگریزی یا فرانسیسی زبان بھی آگئی تو کیا کہنا۔

یہ صورت حال کم وبیش سبھی جگہ سرایت کررہی ہے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں اس کے آثار نمایاں نظر آتے ہیں، عموماً اس صورت حال کا شکار کچے ذہن کے وہ افراد ہوتے ہیں جو علوم قدیم وجدید کے محقق تو نہیں ہیں لیکن مغرب کے کسی بھی نظریہ یا کسی شخص کی رائے کو سو فیصدی درست مان لیتے ہیں چاہے اس کا مقصد سیاسی اور استعماری ہی رہا ہو، ہمارے بعض اخبارات، رسائل، مجلات و مطبوعات بھی دانستہ یا نادانستہ طور پر انہیں عوامل سے متاثر ہو کر سامراجی مقاصد کی خدمت میں مصروف ہیں [1] حقیقت یہی ہے کہ بعض مشرقی افراد جب اپنی کمزوری کا احساس کرتے ہیں تو مغربی تمدن کے سامنے سپرانداختہ ہو جاتے ہیں اور اپنی قومی و مذہبی عادات، اخلاق، لباس وغیرہ سب کچھ تج کر مغربی تہذیب کو فخر کے ساتھ اپنا لیتے ہیں اور اپنے ماحول میں بھی

[1] ایک مصری دانشور کہتا ہے کہ جب میں فرانس زیرِ تعلیم تھا تو ماہ رمضان میں ایک پروگرام میں شرکت کی، کالج کے پرنسپل نے میرے سامنے سگریٹ پیش کی تو میں نے معذرت کر لی،اس نے وجہ دریافت کی تو میں نے کہا کہ رمضان کا مہینہ ہے اور میں روزہ سے ہوں،اس نے کہا میں نہیں سمجھتا تھا کہ تم بھی ان خرافات کے پابند ہوگے،پروگرام کے بعد ایک ہندوستانی پروفیسر نے جو اس پروگرام میں شریک تھے مجھ سے کہا کہ کل فلاں مقام پر مجھ سے ملاقات کرلینا، اگلے روز میں پروفیسر سے ملاقات کے لئے گیا وہ مجھے چرچ لے گئے اور دوسرے ایک شخص کو دکھا کر پوچھا، پہچانتے ہو کہ یہ کون ہے؟ میں نے کہا ہمارے پرنسپل ہیں، پروفیسر نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا عبادت میں مشغول ہیں،پروفیسر نے کہا یہ لوگ ہمیں تو دینی آداب و رسوم ترک کرنے کا مشورہ دیتے ہیں اور خود پابندی کے ساتھ مذہبی امور بجا لاتے ہیں،یہ خطرناک بیماری جو اغیار اور سامراجی طاقتوں کے پروپیگنڈہ کے(باقی آئندہ صفحہ پر)
انہیں یہ احساس نہیں ہے کہ یورپ اور امریکہ کے اکثر لوگ اور ان کے حکام کی علمی، عقلی، فلسفی اور دینی معلومات بالکل سطحی ہوتی ہیں، وہ اکثر بے خبر اور مغرض ہوتے ہیں (بلکہ ایک رپورٹ کے مطابق ۸۱؍ فیصدافراد ضعف عقل و اعصاب ا ور دماغ میں مبتلا ہیں)اور اپنے پست اور انسانیت سے دور

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ذریعہ ہمارے اندر پھیلتی جا رہی ہے اوران کی صنعتی ترقی سے مرعوب ہو کر ہم اپنی کمزوری کا احساس کرنے لگے ہیں اور یہ احساس دیمک کی طرح ہماری حیثیت، شخصیت اور ترقی پذیر اقوام کی آزادئ فکر کو نابود کر رہا ہے.
بعض حضرات تو مغربی تہذیب کے دھارے میں اس طرح بہہ گئے ہیں کہ خود ان سے آگے بڑھکر دیگ سے زیادہ چمچہ گرم کے مصداق نظر آتے ہیں۔ ہمارے خیال میں اس بیماری سے وسیع پیمانہ پر مقابلہ کی ضرورت ہے ،ایسا مقابلہ جس کی بنیاد عقل ومنطق اور اسلامی آداب و احکام کے احترام پر استوار ہو۔

انہیں کا طرز معاشرت اختیار کر لیتے ہیں لیکن مغربی افراد کا چونکہ ڈنکہ بجتا ہے لہذا وہ اپنے مال و ثروت، علم و صنعت اور مادی ترقی پر اکڑتے ہیں اور اپنے عادات و اطوار کتنے ہی پست، حیوانی اور خرافاتی کیوں نہ ہوں اہل مشرق کے سامنے فخر کے ساتھ انہیں بجا لاتے ہیں۔بہت سے مشرقی افراد مغرب سے علم و ٹکنالوجی سیکھنے کے بجائے مغرب کی اندھی تقلید کو ہی اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں، کیا ہی اچھا ہوتا کہ اقوام مشرق ،مغرب پرست ہونے کے بجائے علم و صنعت و ٹکنالوجی حاصل کر کے اپنی زمین، معدنیات، سمندر، ہوا کے خود ہی مالک ہوتے........ یہ لوگ اتنے مغرب زدہ اور مغرب پرست ہوتے ہیں کہ ان میں اتنی بھی ہمت نہیں ہوتی کہ ٹائی وغیرہ کے بجائے اپنا قومی لباس پہن کر ان کے پروگرام میں شرکت کریں،معدودے چند افراد ہی اپنا لباس ترک نہیں کرتے جیسے ہندوستان کے سابق صدرڈاکٹر ذاکر حسین یا حجاز ،مراکش اور بعض دیگر ممالک کے سربراہ بھی بین الاقوامی کانفرنسوں میں اپنا قومی لباس پہن کر شریک ہوتے رہے، جب کہ اکثریت ایسے سربراہانِ مملکت کی ہے جو اہل مغرب کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، انہیں احساس ہی نہیں ہے کہ احساس کمتری کتنی بڑی لعنت ہے اور عزت نفس کتنا بڑا سرمایہ۔

کتنا محترم ہے وہ مسلم سربراہ جسکے اعزاز میں اگر مغربی سربراہانِ مملکت دعوت کرتے ہیں تو دسترخوان پر شراب نہیں ہوتی، کتنا قابل فخر ہے وہ سربراہ جو ماسکو میں کمیونسٹ حکومت کا مہمان ہونے کے باوجود نماز ادا کرنے کے لئے مسجد کا رخ کرتا ہے، کتنا باعظمت و شرافت ہے وہ سربراہ جو امریکا میں بھی چرچ میں داخل نہیں ہوتا اور سودی قرض سے پرہیز کرتا ہے، کتنا عظیم مردآہن ہے وہ مسلمان کہ جو اقوام متحدہ کی کانفرنس میں اپنی تقریر کا آغاز ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم '' سے کرتا ہے۔

کتنی پست اور حقیر ہے وہ مسلمان قوم جو قرآن پر تو فخر کرتی ہے نماز میں روزانہ بیس مرتبہ (گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''، کہتی ہے مگر اس کی کتابوں کے سرورق سے یہ نورانی جملہ غائب ہے، کتنے ذلیل و خوار ہیں وہ لوگ جو اغیار کی روش اختیار کرتے ہیں کتنی حقیر ہے وہ قوم جو اپنی مذہبی اور قومی روش اور لباس کو چھوڑ کر اپنے پروگراموں میں دوسروں کا لباس اور طور طریقہ اختیار کرتی ہے اور جس کے مرد و زن اپنی شخصیت اور اعتماد نفس سے محروم ہیں۔ سیاسی مقاصد کے لئے دنیا کے مختلف مقامات

پر اپنے سیاسی مفادات کے مطابق گفتگو کرتے ہیں، البتہ جو لوگ ذی علم و استعداد، محقق و دانشور ہیں ان کا معاملہ فحشاء و فساد میں ڈوبی اکثریت سے الگ ہے۔ ان کے معاشرہ میں ہزاروں برائیاں اور خرافات پائے جاتے ہیں پھر بھی وہ عقلی، سماجی، اخلاقی اور مذہبی بنیاد پر مبنی مشرقی عادات و رسوم کا مذاق اڑاتے ہیں۔ مشرق میں جو صورتحال پیدا ہو گئی ہے اسے ''مغرب زدہ ہونا'' یا مغرب زدگی کہا جاتا ہے جس کی مختلف شکلیں ہیں اور آج اس سے ہمارا وجود خطرے میں ہے، انہوں نے بعض اسلامی ممالک کی سماجی زندگی سے حیاو عفت اور اخلاقی اقدار کو اس طرح ختم کر دیا ہے کہ اب ان کا حشر بھی وہی ہونے والا ہے جو اندلس (اسپین) کے اسلامی معاشرہ کا ہوا تھا[1]۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں ایسے افراد جن کی معلومات اخبارات و رسائل سے زیادہ نہیں ہے اور انہوں نے مغربی ممالک کا صرف ایک دو مرتبہ ہی سفر کیا ہے، مغرب زدگی، مغرب کے عادات و اخلاق کے سامنے سپرانداختہ ہوکر موڈرن بننے کی جھوٹی اور مصنوعی خواہش، جو دراصل رجعت پسندی ہی ہے کو روشن فکری کی علامت قرار دیتے ہیں، اور اغیار بھی اپنے ذرائع کے ذریعہ مثلاً اپنے سیاسی مقاصد کے لئے انہیں مستشرق، خاورشناس کا ٹائٹل دے کر ان جیسے ظہور حضرت مہدیؑ کے بارے میں بھی ادھر ہمارے سنّی بھائیوں میں سے کچھ مغرب زدہ احمد امین، عبدالحسیب طٰہٰ حمیدہ جیسے افراد نے امام مہدیؑ کے متعلق روایات نقل کرنے کے باوجود تشیع پر حملے کئے ہیں گویا ان کے خیال میں یہ صرف شیعوں کا عقیدہ ہے یا کتاب و سنت، اقوال صحابہ و تابعین وغیرہ میں اس کا کوئی مدرک و ماخذ نہیں ہے، بے سرپیر کے اعتراضات کر کے یہ حضرات اپنے کو روشن فکر، مفکر اور جدید نظریات کا حامل سمجھتے ہیں، غالباً سب سے پہلے جس مغرب زدہ شخص نے ظہور مہدیؑ سے متعلق روایات کو ضعیف قرار دینے کی

---

[1] اندلس کی نام نہاد اسلامی حکومت نے کفار اور اغیار سے اسلامی اصولوں کے برخلاف ایسے معاہدے کئے کہ اس کے نتیجہ میں عیسائیت کے لئے دروازے کھل گئے۔ فحشاء و فساد اور شراب نوشی سے پابندی ختم ہو گئی عیسائیوں کی طرح سے مرد و عورت آپس میں مخلوط ہو گئے راتوں کو عیش و عشرت، مردوں اور عورتوں کے مشترکہ پروگرام، رقص و سرور، ساز و موسیقی نے اسلامی غیرت و حمیت کا خاتمہ کر دیا۔ غیر ملکی مشیران اسلامی حکومت کے معاملات میں دخل اندازی کرنے لگے اور آخر کاراسلامی اندلس ایک عیسائی مملکت میں تبدیل ہو گیا اور اسلامی علم و تمدن کا آفتاب اس سرزمین پر اس طرح غروب ہوا کہ آج اسلامی حکومت کے زرین دور کی مساجد، محلّات اور دیگر عالیشان عمارتوں جیسی یادگار وں کے علاوہ کچھ بھی باقی نہ رہا۔ البتہ یہ تاریخی اور یادگار تعمیرات آج بھی اپنی مثال آپ اور اس مملکت کے عہد زریں کے علم و صنعت کا شاہکار ہیں۔ خدا کی لعنت ہو فحشاء و فساد، ہوس اقتدار اور نفاق پرور ایسے ضمیر فروش اور اغیار پرست حکام پر....

افراد کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں۔

ناکام و نامراد کوشش کی وہ ابن خلدون ہے، جس نے اسلامی مسائل کے بارے میں ہمیشہ بغض اہلبیتؑ اور اموی افکار کے زیر اثر بحث و گفتگو کی ہے۔ ''عقاد'' کے بقول اندلس کی اموی حکومت نے مشرقِ اسلام کی وہ تاریخ ایجاد کی ہے جو مشرقی مورخین نے ہرگز نہیں لکھی تھی اور اگر مشرقی مورخین لکھنا بھی چاہتے تو ایسی تاریخ بہر حال نہ لکھتے جیسی ابن خلدون نے لکھی ہے۔ اندلس کی فضا میں ایسے مورخین کی تربیت ہوتی تھی جو اموی افکار کی تنقید و تردید کی صلاحیت سے بے بہرہ تھے، ابن خلدون بھی انہیں افراد میں سے ہے جو مخصوص سیاسی فضا میں تربیت پانے کے باعث ایسے مسائل میں حقیقت بین نگاہ سے محروم ہو گئے تھے، فضائل اہلبیتؑ سے انکار یا کسی نہ کسی انداز میں توہین یا تضعیف اور بنی امیہ کا دفاع اور ان کے مظالم کی تردید سے ان کا قلبی میلان ظاہر ہے۔ ابن خلدون معاویہ کو بھی ''خلفائے راشدین'' میں شمار کرتے ہیں۔

انہوں نے مہدیؑ اہل بیتؑ کے ظہور کے مسئلہ کو بھی اہل بیتؑ سے بغض و عناد کی عینک سے دیکھا ہے کیونکہ مہدیؑ بہر حال اولاد فاطمہؑ میں سے ہیں خانوادہ رسالت کا سب سے بڑا سرمایۂ افتخار ہیں لہٰذا اموی نمک خوار کے حلق سے فرزند فاطمہؑ کی فضیلت کیسے اتر سکتی تھی چنانچہ روایات نقل کرنے کے باوجود ان کی تنقید و تضعیف کی سعی لاحاصل کی اور جب کامیابی نہ مل سکی تو اسے ''بعید'' قرار دے دیا۔ اہل سنت کے بعض محققین اور دانشوروں نے ابن خلدون اور اس کے ہم مشرب افراد کا دندان شکن جواب دیا ہے اور ایسے نام نہاد روشن فکر افراد کی غلطیاں نمایاں کی ہیں۔

معروف معاصر عالم استاد احمد محمد شاکر مصری ''مقالید الکنوز'' میں تحریر فرماتے ہیں ''ابن خلدون نے علم کے بجائے ظن و گمان کی پیروی کر کے خود کو ہلاکت میں ڈالا ہے۔ ابن خلدون پر سیاسی مشاغل، حکومتی امور اور بادشاہوں، امیروں کی خدمت و چاپلوسی کا غلبہ اس قدر ہو گیا تھا کہ انہوں نے ظہور مہدیؑ سے متعلق عقیدہ کو ''شیعی عقیدہ'' قرار دے دیا۔ انہوں نے اپنے مقدمہ میں طویل فصل لکھی ہے جس میں عجیب تضاد بیان پایا جاتا ہے ابن خلدون بہت ہی فاش غلطیوں کے مرتکب ہوئے ہیں، پھر استاد شاکر نے ابن خلدون کی بعض غلطیاں نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا: اس (ابن خلدون) نے مہدیؑ سے متعلق روایات کو اس لئے

ضعیف قرار دیا ہے کہ اس پر مخصوص سیاسی فکر غالب تھی، پھر استاد شاکر مزید تحریر کرتے ہیں کہ: ابن خلدون کی یہ فصل اسماء رجال، علل حدیث کی بے شمار غلطیوں سے بھری ہوئی ہے کبھی کوئی بھی اس فصل پر اعتماد نہیں کرسکتا۔ ''استاد احمد بن محمد صدیق نے تو ابن خلدون کی رد میں ایک مکمل کتاب تحریر کی ہے جس کا نام ''ابراز الوہم المکنون عن کلام ابن خلدون'' ہے۔ اس کتاب میں استاد صدیق نے مہدویت سے متعلق ابن خلدون کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کا مکمل جواب دیا ہے اور ابن خلدون کو بدعتی قرار دیا ہے۔ ہر چند علمائے اہل سنت نے اس بے بنیاد بات کا مدلل جواب دیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ظہور مہدیؑ کا عقیدہ خالص اسلامی عقیدہ ہے اور امت مسلمہ کے نزدیک متفق علیہ اور اجتماعی ہے مگر ہم چند باتیں بطور وضاحت پیش کر رہے ہیں :۔ا۔ شیعوں کا جو بھی عقیدہ یا نظریہ ہے وہ اسلامی عقیدہ و نظریہ ہے، شیعوں کے یہاں اسلامی عقائد و نظریات سے الگ کوئی عقیدہ نہیں پایا جاتا، شیعی عقائد کی بنیاد کتاب خدا اور سنت پیغمبرؐ ہے اس لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی عقیدہ شیعی عقیدہ ہو مگر اسلامی عقیدہ نہ ہو۔

۲۔ ظہور مہدیؑ کا عقیدہ شیعوں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ علمائے اہلسنت بھی اس پر متفق ہیں اور یہ خالص اسلامی عقیدہ ہے۔

۳۔ آپ کے نزدیک ''اسلامی عقیدہ'' کا معیار کیا ہے؟ اگر قرآن مجید کی آیات کی تفسیر اسی سے ہوتی ہو تو کیا وہ عقیدہ اسلامی عقیدہ نہ ہوگا؟ اگر صحیح، معتبر بلکہ متواتر روایات (جو اہل سنت کی کتب میں بھی موجود ہیں) سے کوئی عقیدہ ثابت ہو جائے تب بھی کیا وہ عقیدہ اسلامی عقیدہ نہ ہوگا؟ اگر صحابہ و تابعین اور تابعینِ تابعین کسی عقیدہ کے معتقد ہوں تو بھی وہ عقیدہ اسلامی نہیں ہے؟ اگر شواہد اور تاریخی واقعات سے کسی عقیدہ کی تائید ہو جائے اور یہ ثابت ہو جائے کہ یہ عقیدہ ہر دور میں پوری امت مسلمہ کے لئے مسلّم رہا ہے پھر بھی کیا آپ اسے اسلامی عقیدہ تسلیم نہ کریں گے؟ اگر کسی موضوع سے متعلق ابی داؤد صاحب سنن جیسا محدث پوری ایک کتاب بنام ''المہدی''، شوکانی جیسا عالم ایک کتاب ''التوضیح'' اسی طرح دیگر علماء کتابیں تحریر کریں، بلکہ پہلی صدی ہجری کی کتب میں بھی یہ عقیدہ پایا جاتا ہو تب بھی یہ عقیدہ اسلامی نہ ہوگا؟ پھر آپ ہی فرمائیں اسلامی عقیدہ کا معیار کیا ہے؟ تاکہ ہم آپ کے معیار و میزان

کے مطابق جواب دے سکیں، لیکن آپ بخوبی جانتے ہیں کہ آپ ہی نہیں بلکہ تمام مسلمان جانتے ہیں کہ مذکورہ باتوں کے علاوہ اسلامی عقیدہ کا کوئی اور معیار نہیں ہو سکتا اور ان تمام باتوں سے ظہور مہدیؑ کے عقیدہ کا اسلامی ہونا مسلّم الثبوت ہے چاہے آپ تسلیم کریں یا نہ کریں۔ عقیدۂ ظہور مہدیؑ اور مدعیان مہدویت کا قیاماحمد امین مصری اور طنطاوی جیسے بعض دیگر افراد نے مہدویت کے جھوٹے دعویداروں کی جانب سے کی جانے والی بغاوتوں یا انقلابات کو جنگ وجدال اور مسلمانوں کی کمزوری کا عذر پیش کرتے ہوئے ظہور مہدیؑ کے عقیدہ کو اس کی علت قرار دیا ہے اور اس طرح ان حوادث و واقعات کے سہارے شیعوں کے خلاف زہر افشانی کر کے معاشرہ کے ثبات و استحکام اور آئندہ کے اطمینان کا سبب بننے والے عقیدہ سے لوگوں کے اذہان کو منحرف کرنے کی کوشش کی ہے، حالانکہ جن لوگوں نے مہدویت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہے یا کر سکتے ہیں ان کے دعویٰ کا ظہور مہدیؑ کے عقیدہ کی صحت یا عدم صحت سے کوئی تعلق نہیں ہے ایک دانشور کی جانب سے ایسے واقعات کو کسی دینی و مذہبی واقعات کے انکار کا بہانہ قرار دیا جانا انتہائی تعجب خیز ہے۔

جناب احمد امین صاحب! ذرا فرمائیں تو سہی۔ وہ کون سے اعلیٰ مفاہیم اور خدائی نعمتیں ہیں کہ جن کا مغرض افراد نے غلط استعمال نہیں کیا؟ کیا ریاست طلب اور اقتدار کے بھوکے اپنے مقاصد کے لئے ایسے ہتھکنڈے نہیں اپناتے ہیں؟حق، صلح، عدالت، امانت و صداقت، تہذیب و تمدن، تعلیم و تربیت، ترقی و تکامل، دین و مذہب، آزادی، ڈیموکریسی، نظم و ضبط اور قانون کی بالادستی جیسے ان گنت مفاہیم کے ساتھ مفاد پرست افراد اور موقع پرست سیاستداں کل بھی کھلواڑ کرتے رہے تھے اور آج بھی کر رہے ہیں کل بھی ان چیزوں کا غلط استعمال (Miss Use) کیا گیا اور آج بھی کیا جا رہا ہے، واقعیت یہ ہے کہ اب تو ان میں سے اکثر الفاظ اپنے مخالف معنی میں استعمال ہو رہے ہیں۔ جنگجو اور وسعت پسند صلح و ڈیموکریسی کا، ظالم عدل وانصاف کا، فساد برپا کرنے والے اصلاح کا، رجعت پسند ترقی کا، خیانت کار امانت کا اور آزادی کے دشمن آزادی کا دم بھرتے ہیں لیکن درحقیقت ان الفاظ کے سہارے اپنے مقاصد کے در پے رہتے ہیں اور خوشنما الفاظ کے ذریعہ اپنی خیانتوں اور خباثتوں کی پردہ پوشی کر کے مظلوم اقوام پر

اپنی مرضی تحمیل کرتے رہتے ہیں۔ تعلیم و تربیت کی توسیع کے ذریعہ لوگوں کو صحیح اخلاقی راستہ سے ہٹاکر علمی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ایجاد کی جاتی ہے، آزادی، مظلوموں کی نجات اور کمزور اقوام کے حقوق کے دفاع کے نام پر جو جنگیں لڑی گئیں ان کا مقصد کمزور ممالک کے حقوق کو پامال کر کے ان کی ثروت پر قبضہ کرنا اور انہیں اپنے نوآبادیاتی حصہ میں شامل کرنا تھا۔ معنوی رہبری اور رسالت آسمانی کے نام پر زیادہ بغاوتیں ہوتی ہیں یا مہدویت کے نام پر،با لفاظ دیگر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے یا مہدویت کا؟ مختلف ممالک میں جو مسلسل فوجی بغاوتیںیا انقلاب رونما ہوتے ہیں وہ اصلاح، نجات ملت، آزادی، قانون کی بالادستی کے نام پر ہوتے ہیں یا کسی اور نام پر؟ کیا ایسے انقلابات کے خودساختہ رہبر واقعاً آزادی یا اصلاح کے لئے قیام کرتے ہیں یا ان کے درپردہ مقاصد کچھ اور ہوتے ہیں؟

قرآن مجید جب نااہل مغرض اور سیاسی افراد کے ہاتھ لگتا ہے تو اس کی بھی خلاف واقع اور غلط تفسیر کی جاتی ہے غلط افراد کو آیات قرآنی کا مصداق قرار دیا جاتاہے اور یہاں تک کہہ دیا جاتا ہے کہ معاویہ و یزید بھی علی و حسین کی طرح قرآن کے کاتب اور قاری تھے!چونکہ قرآن مجید کی بعض آیتوں کی لوگوں نے اپنے مفادات کی خاطر، دل خواہ طریقہ سے تاویل و تفسیر کر لی ہے اور اس طرح کچھ لوگوں کی ضلالت و گمراہی کا سبب بن گئے ہیں تو کیا قرآن کے بارے میں بھی آپ یہ تجویز پیش کریں گے کہ (العیاذباللہ) قرآن سے ایسی آیات حذف کر دینا چاہئیں تاکہ لوگ اپنی مرضی سے تفسیر نہ کر سکیں؟

ان سب سے بڑھکر کچھ لوگوں نے تو خدائی کا دعویٰ بھی کیا ہے، صرف زبانی ہی نہیں عملی طور پر لوگوں کو اپنی عبدیت میں رکھا ہے کروڑوں افراد گائے کی پوجا کرتے ہیں، بت پرست، آتش پرست اور ستارہ پرست ہیں بے شمار افراد فرعون، نمرود اور تاریخ کے دیگر ڈکٹیٹروں کے سامنے ذلت و رسوائی کا شکار رہے اور خود کو ان کا بندۂ بے دام اور غلام کہتے رہے اپنے جیسے بلکہ اپنے سے بھی جاہل، نالائق انسانوں کی پرستش کرتے رہے اور خدائے واحد کے بجائے سلاطین کا نام لیتے رہے اور خدائے رحمٰن و رحیم کے بجائے ظالموں کے پست و حقیر ناموں سے کام کا آغاز کرتے رہے اگر اسلام کا سورج طلوع نہ ہوا ہوتا اور عقیدۂ توحید کی روشنی

نے لوگوں کے دلوں تک پہنچ کر انہیں غلط افکار سے آزادی نہ دلائی ہوتی اور انسان نے اپنے آپ کو نہ پہچانا ہوتا، قوم نے حکام سے رابطہ کی حقیقت کا ادراک نہ کیا ہوتا، ''بسم اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' آزاد منش افراد کا نعرہ نہ بنا ہوتا تو انسان پرستی کا بدنما طوق کبھی بھی بشریت کی گردن سے نہ اترتا۔ چونکہ تاریخ شریعت میں علم و صنعت، خدا پرستی، نبوت، صلح، عدل و انصاف اقتدار پرست سیاستدانوں کا کھلونا بنتے رہے ہیں اس لئے کیا آپ ان چیزوں کی مذمت کر سکتے ہیں؟ چونکہ کچھ لوگ آزادی اور عدل و انصاف یا قانون کی بالادستی کے نام پر ظلم و تشدد اور قانون شکنی کرتے ہیں ڈکٹیٹر بن جاتے ہیں تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ عدل و انصاف، حریت و آزادی، قانون، مساوات و فضیلت کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے، بلکہ یہ چیزیں تو انسانیت کے لئے دردِ سر ہیں لہٰذا انہیں انسانیت کی لغت سے حذف کر دینا چاہئے؟

کیا آپ اسی نارسا فکر اور غلط منطق کے بل بوتے پر ایسے موضوع کے بارے میں جس کے سلسلہ میں سینکڑوں حدیثیں پائی جاتی ہیں اور کروڑوں مسلمان ہر دور میں جس عقیدہ کے حامل رہے ہوں؟ اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں؟ نہیں جناب احمد امین صاحب.... ہرگز آپ ایسی بے عقلی کا مظاہرہ نہیں کر سکتے۔ آپ بخوبی واقف ہیں کہ دنیا میں اکثر اختلافات جزئیات اور مصادیق کے ہی ہوتے ہیں۔ اور اگر سہواً یا عمداً کسی چیز کو کسی کلی یا جزئی کا مصداق قرار دے دیا گیا یا باطل کو حق کا لباس پہنا دیا گیا تو اس سے حق کی صداقت پر حرف نہیں آتا۔

جس طرح کچھ جاہل جھوٹی ڈگریاں لے کر خود کو عالم بتایا کرتے ہیں اسی طرح کچھ لوگ مصلح، عادل، مہدی موعود، امام، نبی اور پیغمبر ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں۔ بلکہ مہدویت کے جھوٹے دعویداروں میں سے ایک (علی محمد شیرازی)[1] نے جب یہ دیکھا کہ معاملہ میں جان نہیں آئی اور ہلدی پھٹکری کے باوجود رنگ نہیں جما اور اپنے معتقدین کو بہت زیادہ نادان اور احمق محسوس کیا تو مہدویت کے علاوہ اور بھی دعوے کرنے لگا لہٰذا یہ بات، کہ چونکہ ظہور مہدیؑ کے عقیدہ کو چند اقتدار پسند عیار و مکار افراد نے استعمال کیا ہے

[1] علی محمد شیرازی ابتداء میں خود کوسید کہتا تھا بعد میں ''بابیت'' کا مدعی ہوا اور اس کے بعد صراحت کے ساتھ حضرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ کی امامت و مہدویت اور ان کے فرزند امام حسن عسکریؑ ہونے کا اقرار و اعتراف کرنے کے باوجود مہدویت اور اس

لہٰذا اس مسلّم الثبوت واقعیت کا انکار ہی کر دیا جائے قطعی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ نہ ہی یہ بات عقل و منطق کے مطابق ہے۔اسی لئے پہلی صدی ہجری سے آج تک جب بھی کسی نے مہدویت کا دعویٰ کیا یا دوسروں یہ بات مخفی نہ رہے کہ بابی یا بہائی گروپ در اصل ایک زرخیز سیاسی گروہ ہے جو آخری صدی میں ہندوستان، ترکی، ایران خاص طور پر فلسطین اور دیگر اسلامی مراکز میں سامراجی طاقتوں کا آلہ کار اور ان کی سیاست کے لئے حالات ہموار کرنے نیز ان کے لئے جاسوسی کا ایک نیٹ ورک رہا ہے۔ اسی لئے یہ لوگ مشرقی ممالک خصوصاً ملت مسلمہ پرلالچی نگاہیں رکھنے والے ممالک کے منظور نظر رہے ہیں۔

ابتدائی مرحلہ میں انہیں ایرانی قوم کے درمیان اختلاف اور حکومت کے خلاف شورش کا کام سپرد کیا گیا اور اس کی مدد کا وعدہ کیا گیا۔ علی محمد جب ایران پہونچا تو ایران میں نفوذ رکھنے والی روسی حکومت کی سرپرستی اور حفاظت نے اس امید میں کہ شائد بہائیت روسی سیاست کے نفاذ اور اسلام و علماء کے نفوذ کی کمزوری کا وسیلہ ہو سکے فارس میں اسے سزائے موت نہ ہونے دی۔ اور اسے صوبہ فارس سے اصفہان کے حاکم منوچہر خان گرجی کے سپاہیوں کی حفاظت میں اصفہان لے آئے۔ اصفہان کا حاکم منو چہر خان گرجی ارمنی نژاد تھا اور اسے روسی حکومت کی حمایت حاصل تھی۔ جب تک منو چہر زندہ رہا روسی حکومت کے حکم کے مطابق علی محمد کو مخفی رکھ کراس کی حفاظت کی گئی۔ کافی عرصہ تک روس کا سفارتخانہ اور قونسل خانہ بہائیت کی حمایت کرتے رہے یہاں تک کہ یہ لوگ اصفہان میں بھی کھلم کھلا دین، اور ملکی آزادی کے خلاف اور روسی مفادات کے حق میں فتنہ انگیزی کرتے رہے۔ جب کبھی علماء اور عوام کے دباؤ کے نتیجہ میں حکومت اصفہان مجبور ہو جاتی اور ان کی گرفتاری کے لئے اقدام کرتی تو یہ لوگ روس کے قونسل خانہ میں پناہ گزیں ہو جاتے اور کونسلٹ ان کی حمایت کرتا اس طرح اعلانیہ طور پر ایران کے معاملات میں مداخلت کرتے رہتے۔ جب روس والوں کو احساس ہوا کہ یہ لوگ نمک حرامی پر کمر بستہ ہیں اور انہوں نے انگلینڈ سے ساز باز کر لی

کے بعد نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا۔ اور اس کے بعض مکتوبات کے مطابق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خدائی کا دعویدار ہو گیا تھا۔ آخر میں تمام باتوں کا منکر ہو گیا اور اپنے ہاتھ سے معذرت نامہ اور توبہ نامہ لکھ کر ناصر الدین شاہ کے سامنے پیش کیا مدعیان مہدویت کے درمیان علی محمد جیسی صورتِ حال شائد ہی کسی کی ہو اوہ اپنی مختلف اور نامعقول باتوں، رکیک اور ہذیانی عبارتوں کے باعث پاگل مشہور تھا۔

ہے اور اب انگریزوں کے ایجنٹ ہیں تو مجبوراً روس والوں ... (باقی آئندہ صفحہ پر) نے کسی کی جانب ایسی نسبت دی تو کسی نے بھی یہاں تک کہ بنی امیہ اور بنی عباس نے بھی یہ کہہ کر اس کی تکذیب نہیں کی کہ اصل ظہور کا عقیدہ ہی غلط ہے بلکہ ہمیشہ موعود کے صفات نہ ہونے کا حوالہ دے کر انہیں جھٹلایا جاتا تھا، کسی نے آج تک یہ نہیں کہا کہ چونکہ لوگ جھوٹا دعویٰ کر رہے ہیں لہٰذا ظہور مہدی کا ہی انکار کر دینا بہتر ہے، کیونکہ جو مسلمان بھی کتاب، سنت، اجماع صحابہ و تابعین پر ایمان رکھتا ہے.... (گذشتہ صفحہ کا بقیہ) نے ان کی حمایت ترک کر دی اپنے لگائے ہوئے پودے کو انگلینڈ کے حوالہ کر دیا۔ انگلینڈ کے جاسوسی ادارہ نے ان سے کام لینا شروع کر دیا اور ایران، ترکی نیز بعض عربی ممالک میں ان کی موجودگی سے خوب فائدہ اٹھایا۔ اچھی تنخواہوں کے ساتھ بہتر وسائل ان کے حوالہ کئے۔ عباس افندی نے پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں کی جو خدمت کی جس کے نتیجہ میں انگریز فلسطین پر قابض ہوئے اور اسلامی ممالک کا تجزیہ شروع ہوا اس کے انعام کے طور پر انگریز جنرل البنی نے رسمی البتہ مخفی طور پر عباس افندی کو ''لقب'' اور میڈل وغیرہ سے نوازا۔ بعد میں اس جشن کی تصاویر اور تفصیلات کتابوں میں شائع ہوئیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس فرقہ کی تمام فعالیتوں اور جاسوسی کا مقصد عالمی صیہونزم کو فائدہ پہونچانا تھا۔

انگلینڈ کے بعد امریکیوں نے بھی ان کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا اور اس طرح یہ C.I.A. کے ایجنٹ ہو گئے۔ عباس افندی کے وصیت نامہ کے برخلاف شوقی آفندی مقطوع النسل رہ گیا اور شوقی آفندی کی موت کے بعد ڈاکٹر شعبی کے بقول (مقارنۃ الادیان ج ا ص ۳۰۹) بہائیت رسمی طور پر صیہونیت کا حصہ بن گئی یا اس نے اپنے چہرہ سے نقاب ہٹا کر صیہونزم کا چہرہ اختیار کر لیا۔ اس حقیقت کا اعتراف دیگر مصنفین نے بھی کیا ہے اور پھر اسرائیل میں منعقدہ عظیم کانفرنس میں ''میسن'' نامی ایک امریکی صیہونیت کو بہائیت کا عالمی رہبر منتخب کر لیا گیا۔ البتہ شوقی کے دوست ''میسن رسمی'' نامی ایک شخص نے بھی شوقی کی جانشینی کا دعویٰ کیا اور ایک دوسرے شخص نے خود کو ''سماء الله'' کہا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بابی یا بہائی گروپ کا وجود ایک سیاسی کھیل تھا جس کے ذریعہ ایران کے استقلال و آزادی کو ختم کرنا مقصود تھا۔ یہ سب صہیونزم کے زرخرید ایجنٹ تھے اور ہیں۔ ایک

روسی جاسوس نے ان کی بنیاد رکھی بعد میں یہ لوگ اسلام مخالف سامراجی طاقتوں کا کھلونا بن گئے۔ اگر بڑے اور طاقتور ممالک کا نفوذ نہ ہوتا، صہیونی اور امریکہ کی یہودی کمپنیوں، اداروں اور انجمنوں نے ان کی حمایت نہ کی ہوتی جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے تو یہ گروپ روز اول ہی ختم ہو گیا ہوتا،جو لوگ اس سیاسی ڈرامہ اور ان کے ضمیر فروش سربراہوں کی تاریخ اور ان کی خیانتوں، فتنوں اور قتل و غارت گری کے بارے میں تفصیل کے خواہاں ہیں و ہ علی محمد کے فتنہ کے دور میں لکھی جانے والی کتب مثلاً ناسخ، روضۃ الصفا، یا کشف الحیل، فلسفۂ نیکو، ساختہ ہای بہائیت در دین و سیاست، مہازل البھائیہ، محاکمہ و بررسی، بہائیت دین نیست،بہائی چہ می گوید، دزد بگیر شرح بگیر، مفتاح باب الابواب، یادداشتہائی کینیا دالگورکی، دانستنیہائی دربارۂ تاریخ، نقش سیاسی رہبران بہائی بلکہ خود اسی فرقہ کی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔ (باقی آئندہ صفحہ پر)اس کے خیال میں اس فکر یعنی ظہور مہدیؑ کے انکار کا مطلب قولِ پیغمبرؐ اور کتاب و سنت کی تکذیب کے مانند ہے جو کہ ایک مسلمان کے لئے کسی قیمت پر قابلِ قبول نہیں ہے

اور چونکہ ظہور مہدیؑ سے متعلق احادیث میں شروع سے ہی خبر بھی دی گئی تھی کہ جھوٹے مدعی بھی پیدا ہوں گے لہٰذا ایسے جھوٹے افراد کے سامنے آنے سے ظہور مہدیؑ پر یقین و اطمینان اور زیادہ ہوتا جاتاہے اور اگر کچھ لوگ جھوٹے دعوؤں کی بنا پر گمراہ بھی ہوئے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اوصاف و علائم مہدیؑ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے بارے میں بقدرِ ضرورت معرفت نہیں تھی لہٰذا یہ لوگ اپنی جہالت، نادانی، بے معرفتی کے باعث گمراہ ہوئے نہ کہ جھوٹے دعوے کی وجہ سے لیکن اگر کوئی مہدی منتظر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کو احادیث میں مذکور اوصاف و علائم کے ذریعہ پہچانے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگا جھوٹے دعوؤں سے اس کا عقیدہ و ایمان متزلزل نہ ہوگا، یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جتنے واضح اور روشن طریقہ سے امام مہدیؑ کے اوصاف و خصوصیات بیان کئے گئے ہیں اتنے واضح انداز میں نبی، ولی یا کسی اور منصوص من اللہ شخصیت کے اوصاف بیان نہیں ہوئے ہیں۔

عقیدۂ ظہور کا اخلاق پر اثرمشہور مصری مفسر ''طنطاوی'' نے اپنی تفسیر میں قرب ساعت ''قیامت'' اور ظہور مہدیؑ کے بارے میں ابن خلدون کے نظریات نقل کرنے کے بعد ان دونوں موضوعات کو پست ہمتی، تساہلی اور اختلاف و تفرقہ کا سبب قرار دیا ہے

اور علمائے اسلام کی جانب غفلت بلکہ جہالت و ضلالت کی نسبت دی ہے اختلاف و تفرقہ کے بارے میں گذشتہ مقالہ میں وضاحت پیش کی جا چکی ہے اور یہ بتایا گیا... (گذشتہ صفحہ کا بقیہ) ہمارے خیال میں اس جاسوس اور اغیار کے مزدور فرقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کا بعض کلیدی مقامات پر ہونا انہیں امتیازات دیا جانا اور تبلیغاتی و تجاری شعبوں میں ایسے افراد کی آج بھی مداخلت اس بات کی دلیل ہے کہ سامراج اور اغیار کا نفوذ ہمارے یہاں بھی پایا جاتا ہے۔ اور اپنے ملک و ملت کی حاکمیت کا جذبہ رکھنے والے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ان سامراجی ایجنٹوں اور جاسوسوں کے لئے اپنے ملک کے دروازے بند کردے۔ ہیکہ تمام اچھے عنوانات یا حقائق کا فاسد اور مفاد پرست افراد کے ہاتھوں غلط استعمال ہوا ہے یہاں تک کہ مذہبی و قومی اتحاد کے ذریعہ بھی اختلافات برپا کئے گئے اور تحفظ اتحاد کے نام پر بھی اختلاف پیدا ہوئے اور شرم سے سر جھکا دینے والے جرائم کا ارتکاب کیا گیا۔

لیکن اس کے باوجود اتحاد کی اچھائی اور ضرورت پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ دوسرے اسلامی عقائد کی مانند ظہور مہدیؑ کے عقیدہ کو بھی اسلامی فرقوں کے درمیان قدر مشترک اور اتحاد کا ذریعہ ہونا چاہئے تھا، غلطی آپ کی ہے جو ایسے موضوع کا انکار کر رہے ہیں یا اس کے ذریعہ امت کے درمیان تفرقہ پیدا کر رہے ہیں جس پر پوری امت مسلمہ متفق و متحد ہے اور جس کے لئے دوسرے اسلامی عقائد سے زیادہ معتبر مدارک و منابع پائے جاتے ہیں۔ رہا قرب ساعت ''قیامت'' کا مسئلہ...... پہلی بات تو یہ کہ اقتراب اور قرب قیامت پر ایمان، قرآن مجید کی صریح و محکم آیات سے ماخوذ ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ عقیدہ کسی بھی قیمت پر ضعف یا سستی کا موجب نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے برخلاف قوت ارادی، احساس ذمہ داری، خلوص نیت، تہذیب نفس، اور کارِ خیر اور اعمال صالح کی جانب رغبت کا باعث ہوگا۔ غلطی سے آپ نے چونکہ حقائق کی تصدیق یا تکذیب کا معیار مادی نتائج کو بنا رکھا ہے اس لئے آپ ''اقتراب ساعت'' کو براہ راست ممالک کی فتح کا سبب، مختلف ایجادات اور صنعتی و مادی ترقی کی دعوت کا موجب قرار دینا چاہتے ہیں اور آپ معنویات و اخلاقیات کی تاثیر اور اسلام کے مقصدِ

نظر ''مدینہ فاضلہ'' اوراس کے رابطہ سے بے خبر ہیں اور یہ بھول گئے ہیں کہ انبیاء کی دعوت اور تعلیم و تربیت کی اساس مبداء ومعاد کے ایمان پرہے۔ مسلمانوں نے مبدا ء ومعاد اور اسی اقتراب ساعت کے ایمان کے ساتھ بڑے بڑے ممالک کو فتح کیا ہے اور دور دراز علاقوں میں اسلامی پرچم لہرایا ہےاور دنیا بھر میں انسانی آزادی کا پیغام دیا ہے۔اسی ایمان کے ساتھ دنیا والوں کو علم و دانش، تحقیق و تفکر اور علمی و صنعتی ترقی کی دعوت دی ہے ۔ مسلمان اسی ایمان کے ساتھ علم و دانش اور تہذیب و تمدن کے علمبردار بنے ۔ سائنس کے مختلف شعبوں میں بھی اسلام نے نامور علماءپیش کئے۔قیام مہدی،اور قیامت کے وقت کی تعیین کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ ''یہ عقائد انحراف و گمراہی کا ذریعہ ہیں اور فلاں دھوکہ باز سنی صوفی نے اس کا وقت مقرر کر دیا ہے'' اس طرح آپ اپنے سنی بھائیوں سے شکوہ کر رہے ہیں۔ آپ کو شکوہ کا حق بھی ہے ۔

لیکن اگر کوئی مسلمان اس دھوکہ باز صوفی کی بات تسلیم کرلے تو اس کا گناہ اہل سنت کے آپ جیسے رہبروں کی گردن پر ہے کہ آپ افکار و اذہان کو روشن نہیں کرتے مبداء و معاد سے متعلق قرآنی معارف مسلمانوں کو نہیں بتاتے۔قرآن نے صاف و صریح طور پر اعلان کیا کہ قیامت کا علم صرف خدا کو ہے اور ہمارا عقیدہ یہی ہے کسی کو قیامت کے وقت کا علم نہیں ہے اور اگر کوئی اس کا وقت معین کرے تو وہ جھوٹا ہے۔ عوام کی اکثریت بلکہ تمام مسلمان چاہے سنی ہوں یا شیعہ انہیں علم ہے کہ قیامت کی اطلاع کسی کو نہیں ہے۔ علماءاور خواص کو تو جانے دیجئے۔

قرآن کا اعلان ہے'':ان اللہ عندہ علم الساعۃ[1]'' اس کے باوجود بھی اگر نادان اس بارے میں اظہار خیال کرے تو اس کی بات قابل قبول نہ ہوگی اور نہ ہی کوئی اس کی بات پر دھیان دے گا۔ ایسے عقائد ضعف یا سستی کا موجب نہیں ہیں۔ بلکہ ضعفِ مسلمین کا سبب حقائق کا چھپایا جانا، حکام کی غلط سیاست اور اسلامی معاشرہ کو اسلام کے واضح راستہ سے گمراہ کرنا ہے۔قیام ساعت اور قرب قیامت کی طرح ظہور مہدی،پر ایمان بھی ضعف،پست ہمتی اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں کوتاہی کا سبب نہیں ہے۔ کسی نے نہیں

---

[1] یقیناًاللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے ،سورۂ لقمان ۳۴۔

کہا کہ چونکہ مھدیؑ کا ظہور ہوگا لہٰذا تمام ذمہ داریاں ختم۔اب مسلمانوں کو کفار کے حملوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں کرنا ہے بس ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔کسی نے نہیں کہا کہ آیۂ کریمہ ''؛ واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ[1] ''امربالمعروف و نہی عن المنکر، حق کی طرف دعوت، اسلام کے دفاع اور سیاسی و سماجی فرائض سے متعلق آیات کا نفاذ نہیں ہونا چاہئے۔کسی نے نہیں کہا کہ ظہور مھدی کا عقیدہ کاہل سست، ضعیف الارادہ اور بہانہ تلاش کرنے والوں اور اپنے گھر، وطن اور اسلامی علاقوں میں اغیار کے ظلم و ستم برداشت کرنے والوں کے لئے ''عذر'' ہے۔ایک بھی روایت میں یہ نہیں ملتا کہ تمام امور مستقبل یا ظہور مھدیؑ تک معطل رکھو،اس کے برعکس روایات میں صبروثبات، سعی واستقامت اور شدت کے ساتھ اسلامی تعلیمات اور قرآنی احکام پر عمل پیرا رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔

جیسے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوراسلام کے اولین مجاہد حضرت علیؑ اور دیگر صحابۂ والا مقام نے ظہور مھدیؑ کے انتظار میں گوشہ نشینی اختیار نہیں کی اور گھر میں خاموش نہیں بیٹھے رہے بلکہ کلمۂ اسلام کی برتری کے لئے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں ہوئے اوراس راہ میں کسی قسم کی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا آج بھی مسلمانوں کی یہی ذمہ داری ہے۔ظہور مھدیؑ کا ایمان اور امام وقت کی موجودگی کا احساس، ذمہ داریوں سے غافل نہیں بناتا بلکہ احساس ذمہ داری میں اضافہ کرتا ہے۔ظہور مھدیؑ کا عقیدہ طہارت نفس، زہدوتقویٰ اور پاکیزگی کردار کا سبب ہے۔

ظہور مھدیؑ کے ایمان کا مطلب امور کو آئندہ پر اُٹھا رکھنا، گوشہ نشینی اختیار کرنا اورآج کو کل پر ٹالنا اور کفار واغیار کے تسلط کو قبول کرنا، علمی وصنعتی ترقی نہ کرنا اور سماجی امور کی اصلاح ترک کردینا ہرگز نہیں ہے۔ظہور مھدیؑ کا عقیدہ رشد فکر کا باعث اور ضعف وناامیدی اور مستقبل کے تئیں مایوسی سے روکتاہے چنانچہظہور مھدیؑ کے عقیدے سے وہی فوائد حاصل ہوتے ہیں جو'' ؛انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون[2]'''ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'''یریدون لیطفؤا نور اللہ

[1] اور تم سب ان کے مقابلہ کے لئے امکانی قوت..... کا انتظام کرو، سورۂ انفال۔ ۶۰
[2] سورۂ حجر آیت۹۔

بافواہھم[۱]''''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ نور خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں۔ ''''ولاتھنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین[۲]''

''مسلمانو! خبردار (دینی معاملات میں) سستی نہ کرو اور (مال غنیمت اور متاع دنیا فوت ہوجانے کے) مصائب سے محزون نہ ہونا اگر تم صاحبان ایمان ہو تو سربلندی تمہارے ہی لئے ہے۔ ''،جیسی آیات سے حاصل ہوتے ہیں۔۔جس طرح ان آیات کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمان سستی کا شکار ہوجائے اور ذمہ داریوں سے گریزاں رہے اسی طرح ظہور مہدی ،آپؑ کے غلبہ اور عالمی حکومت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم سستی اور ذمہ داریوں میں کوتاہی کو جائز سمجھ لیں۔جس طرح صدر اسلام کے مسلمانوں نے ان آیات اور پیغمبر اکرم ﷺ کی بشارتوں سے مستقبل کی فتوحات اور مسلمانوں کے ہاتھوں ممالک کی فتح کے بارے میں یہ نہیں سمجھا کہ ہمیں گھر میں بیٹھ کر مستقبل کا انتظار کرنا چاہئے اور دورے مسلمانوں کی شکست،اور کفار کے مقابل علم وصنعت اور اسباب قوت میں مسلمانوں کی پسماندگی کا نظارہ کرتے رہنا چاہئے اور اس دور کے مسلمان یہ سوچ کر خاموش نہیں بیٹھ گئے کہ خدا حافظ وناصر ہے اس نے نصرت کا وعدہ کیا ہے اس کا نور کبھی بجھ نہیں سکتا

.اسی طرح جو لوگ حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے ظہور کا عقیدہ رکھتے ہیں خصوصاً اگرانہوں نے شیعہ طرق سے نقل ہونے والی روایات پڑھی ہیں تو انھیں اوامر خدا کی اطاعت اور احکام الٰہی کی ادائیگی میں دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ آگے ہونا چاہئے اور قرآن وشریعت، حریم اسلام، عظمت مسلمین کے دفاع کے لئے زیادہ غیرت وحمیت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

اللھمّ عجّل فرجہ وسھّل مخرجہ واجعلنا من انصارہ واعوانہ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

---

[۱] سورۂ صف آیت۸۔
[۲] سورۂ آل عمران آیت۱۳۹۔